

# محرم حرام

اور

## مقاتلہ و ظلمات



رضیت

مفتی محمد راشد خان العطار المدنی سلفی

والضحیٰ پبلیکیشنز

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے

امام حسینؑ کا فقیروں کے مانگنا کیسا؟

یزید پر لعنت کرنا کیسا؟

بارغ فوک اور حدیث قرطاس کی تفصیل

محرم میں غم کرنا کیسا؟

اور اس کے علاوہ بہت کچھ۔۔۔



# محرم احرام اور

## عقائد و نظریات

مصنف

مفتی محمد ہاشم خاں العطاری المدنی سلفی

والضحیٰ پبلکیشنز

سٹا ہوٹل و اتار پارمارکیٹ لاہور

0300-7259263, 0315-4959263

## جملہ حقوق بہ حق مصنف محفوظ ہیں

کتاب	محرم الحرام اور عقائد و نظریات
مصنف	مفتی محمد ہاشم العطارى المدنی مدظلہ
کمپوزنگ	ایمان گرافکس
سرورق	اے، ڈی گرافکس
ناشر	والضحیٰ پبلی کیشنز، دکان: ۹، سستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور
لیگل ایڈوائزر	محمد صدیق الحسنات ڈوگر؛ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
اشاعت دوم	ذی القعدہ 1434ھ / ستمبر 2013ء
تعداد	1100
قیمت	230 روپے

## ملنے کے پتے

مکتبہ فیضانِ مدینہ؛ مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد 0346-6021452، 0312-6561574	مکتبہ نور یہ روضیہ پبلی کیشنز؛ فیصل آباد، لاہور
دار الاسلام؛ داتا دربار مارکیٹ، لاہور	مکتبہ فیضانِ مدینہ بھکر۔ اوکاڑہ۔ لالہ موسیٰ۔
انوار الاسلام؛ چشتیاں، بہاول نگر	مکتبہ غوثیہ ہول سیل؛ کراچی
رضا بک شاپ؛ گجرات	اسلامک بک کارپوریشن؛ راول پنڈی
مکتبہ شمس و قمر؛ بھائی چوک، لاہور	مکتبہ قادریہ؛ لاہور، گجرات، کراچی، گوجران والا
مکتبہ اہل سنت؛ فیصل آباد، لاہور	مکتبہ امام احمد رضا؛ لاہور، راول پنڈی
مکتبۃ النور؛ نزد فیضانِ مدینہ، اوکاڑہ	ہجویری بک شاپ؛ گنج بخش روڈ، لاہور
ضیاء القرآن پبلی کیشنز؛ لاہور، کراچی	احمد بک کارپوریشن؛ راول پنڈی
مکتبہ برکات المدینہ؛ کراچی	مکتبہ درس نظامی؛ پاک پتن شریف
علامہ فضل حق پبلی کیشنز؛ لاہور	

## اجمالی فہرست

### باب اول: عقائد و نظریات

فصل اول: صحابہ و اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم (جمع)

فصل دوم: یزید اور اس کے ساتھی

فصل سوم: معاملہ قرطاس

فصل چہارم: باغ فدک

فصل پنجم: شعب ابی طالب کے شرکاء

فصل ششم: حرمت متعہ

فصل ہفتم: متفرقات

### باب دوم: معمولات و احکام

فصل اول: کرنے کے کام

فصل دوم: نہ کرنے کے کام

فصل سوم: نوحہ و غم کرنا

فصل چہارم: تعزیہ

فصل پنجم: نیاز و فاتحہ و ایصالِ ثواب

فصل ششم: محافلِ ذکرِ شہادت

### باب سوم: فضائل و مناقب

فصل اول: فضائل صحابہ کرام علیہم السلام

فصل دوم: فضائل اہلبیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم

فصل سوم: فضائل صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فصل چہارم: فضائل فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فصل پنجم: فضائل عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فصل ششم: فضائل علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فصل ہفتم: فضائل خاتونِ جنت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فصل ہشتم: فضائل ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فصل نہم: فضائل حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

فصل دہم: فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

### فہرست

صفحہ نمبر	مضمون
12	<b>باب اول: عقائد و نظریات</b>
12	<b>فصل اول: صحابہ و اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم (جمع)</b>
13	صحابہ کرام میں فضیلت کی ترتیب۔
14	حضرت علی کو سچین پر فضیلت دینا کیسا؟
16	کیا ابوبکر صدیق ولایت میں بھی افضل ہیں؟
22	غوث اعظم کس کس سے افضل ہیں؟
23	حضرت امیر معاویہ کے بارے میں عقیدہ۔
26	امام حسن کا قاتل کون؟
33	<b>فصل دوم: یزید اور اس کے ساتھی</b>
33	فتنہ یزید کے بارے احادیث میں۔
40	یزید کے بارے اہلسنت کا عقیدہ۔
47	واقعہ حرہ۔
53	مسلمان کو یزید کہنا کیسا؟
53	کیا یزید جنتی ہے؟
59	<b>فصل سوم: معاملہ قرطاس</b>
71	<b>فصل چہارم: باغ فدک</b>
71	فدک کیا تھا؟
71	فدک کے مصارف کیا تھے؟
73	روافض کا اس بارے میں اضطراب۔
74	حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہبہ نہیں کیا تھا۔
77	میراث میں سے حصہ۔
86	اشکال اور اس کا جواب۔



86	حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نہیں ستایا۔
92	جنازے میں شرکت۔
98	فصل پنجم: شعب ابی طالب کے شرکاء
107	فصل ششم: متعہ
107	تحریم متعہ پر آیات۔
110	احادیث و آثار۔
118	فصل ہفتم: متفرقات
118	امام حسین کے نام پر فقیر بنانا کیسا؟
119	یوم عاشورہ کا روزہ۔
126	ابوطالب مسلمان یا؟
129	قرآن میں کمی بیشی ماننے والے کا حکم۔
133	باب دوم: معمولات و احکام
133	فصل اول: کرنے کے کام
139	چھڑا بنانا کہاں سے ثابت ہے؟
140	فصل دوم: نہ کرنے کے کام
143	فصل سوم: نوحہ و غم کرنا
144	صبر کرنے کی فضیلت۔
147	نوحہ کا شرعی حکم۔
152	فصل چہارم: تعزیہ
168	فصل پنجم: نیاز و فاتحہ و ایصال ثواب
171	پانی کی سبیل کا حکم۔
174	فاتحہ کا طریقہ۔
175	فصل ششم: محافل ذکر شہادت

179	کیا حسنین کریمین کا ذکر صحابہ کے بعد ہونا چاہیے؟
185	<b>باب سوم: فضائل و مناقب</b>
185	<b>فصل اول: فضائل صحابہ کرام علیہم السلام</b>
185	قائد اور نور۔
186	تمہارے شر پر اللہ کی لعنت۔
186	صحابہ باعث امن۔
187	فتح کا سبب۔
188	<b>فصل دوم: فضائل اہلبیت</b>
188	اپنی قرابت سے بڑھ کر۔
188	ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔
188	اہل بیت سے محبت کرو۔
189	ناپاکی دور۔
190	اہلبیت سے مراد کون؟
193	<b>فصل سوم: فضائل صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ</b>
193	میرے بھائی اور صاحب۔
193	نائب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
193	سب صحابہ سے زیادہ علم والے۔
194	سب سے بہتر۔
195	میرے لئے میرے صاحب کو چھوڑ دو۔
196	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب۔
197	ساتوں دروازوں سے پکار۔
198	سب سے پہلے جنت میں داخلہ۔
198	خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
199	میں تھا ابو بکر تھے اور عمر تھے۔



200	اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کائنات کرتے ہیں۔
200	جنتی خوبیوں والا۔
201	ابوبکر کا مال۔
202	فصل چہارم: فضائل فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
202	جنت میں حضرت عمر کا محل۔
202	عمر فاروق کا علم۔
203	عمر نے سب کو سیراب کر دیا۔
203	شیطان راستہ بدل لیتا ہے۔
204	ہم ہمیشہ غالب رہے۔
204	محنت اور سخاوت کرنے والے۔
205	لمبی قمیص والے۔
206	ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔
206	اس امت کے محدث۔
206	دعائے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
207	زبان حق ترجمان۔
207	حضرت عمر کی رائے کے موافق نزول قرآن۔
207	اگر میرے بعد نبی ہوتا.....
207	شیطان بھاگتے ہیں۔
208	روز قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر انھیں گے۔
208	جنتی مرد۔
209	حضرت ابوبکر کے بعد سب سے بہتر۔
210	فصل پنجم: فضائل عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
210	خریدار جنت۔

210	ستّخین کے بعد حضرت عثمان کا مرتبہ ہے۔
210	حضرت ابن عمر کے جواب۔
212	فرشتے بھی ان سے حیا کرتے ہیں۔
213	جنت میں رفیق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
214	عثمان اس کے بعد جو بھی عمل کرے اسے کچھ ضرر نہیں۔
215	بیعت رضوان۔
218	فتنہ کے روز یہ شخص ہدایت پر ہوگا۔
218	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ نہ پڑھا۔
219	اللہ تعالیٰ نے تمہارا نکاح کر دیا۔
219	عثمان کو بلاؤ۔
220	فصل ششم: فضائل علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (الکری)
220	تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔
220	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے راضی۔
220	جھنڈا اور فتح۔
221	مجھ سے اس منزلہ میں ہو جیسے ہارون موسیٰ سے تھے۔
222	علی مولیٰ۔
222	مومن اور منافق۔
222	منافقین کی پہچان۔
223	اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے محبت کا حکم دیا۔
223	تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔
224	اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ۔
224	بحالت جنابت مسجد میں آنا۔
224	سب کے دروازے بند سوائے....
225	روز قیامت میرے ساتھ میرے درجے میں۔

225	علی کو دیکھنے سے پہلے مجھے موت نہ دینا۔
225	دعائے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
226	ان کا باپ ان سے بہتر ہے۔
227	فصل ہفتم: فضائل خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا
227	جنتی عورتوں کی سردار۔
227	جگر کا ٹکڑا۔
227	سب سے پہلے۔
228	سب سے زیادہ محبوب۔
230	فصل ہشتم: فضائل ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
230	جبریل کا سلام۔
231	مجھے عائشہ کے معاملے میں ایذا مت دو۔
232	عائشہ سے محبت کر۔
233	دنیا اور آخرت میں زوجہ۔
233	علم حدیث۔
234	سب سے زیادہ محبوب کون؟
235	فصل نہم: فضائل حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما
235	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معانقہ فرمایا۔
235	یا اللہ عز و جل ان سے محبت فرما۔
236	شبیرہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔
237	یا اللہ عز و جل اس کے محبوب کو بھی محبوب بنالے۔
238	میرے پھول۔
238	اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب۔
239	اے نبی کے گھر والو.....



239	جنتی جوانوں کے سردار۔
240	شہادتِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
240	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی سے نیچے تشریف لائے۔
241	حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔
241	سوار بھی کتنا عمدہ ہے۔
241	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نجباء، رفقاء اور رقباء۔
242	محبتِ حسین محبتِ رسول۔
242	محبتِ حسین محبوبِ خدا۔
243	جن سے تمہاری صلح ان سے میری صلح۔
244	فصل نہم: فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
244	ہادی بھی اور مہدی بھی۔
244	سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاتب۔
244	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی۔
245	امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقیہ صحابی۔
245	امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہدایت یافتہ۔
245	حساب کتاب سکھا اور عذاب سے بچا۔
246	ان سے زیادہ علم والا ہم میں کوئی نہیں۔
246	ان جیسا سردار نہ دیکھا۔
246	اگر تم ان کو دیکھتے.....
246	دعائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
247	بھی مغلوب نہیں ہوں گے۔
249	افضل کون؟
249	گستاخِ معاویہ جہنمی کتا۔
250	ماخذ و مراجع

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين اما بعد فاعوذ

بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

## باب اول: عقائد و نظریات

### فصل اول: صحابہ و اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم (جمعین)

سوال: خلفاء راشدین سے مراد کون ہیں؟

جواب: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق و امام مطلق حضرت

سیدنا ابوبکر صدیق، پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان غنی، پھر حضرت مولیٰ علی  
پھر چھ مہینے کے لیے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے، ان حضرات کو  
خلفائے راشدین اور ان کی خلافت کو خلافت راشدہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور (صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی سچی نیابت کا پورا حق ادا فرمایا۔

(بہار شریعت، حصہ 1، ص 241، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

منح الروض میں ہے ”خلافة النبوة ثلاثون، منها خلافة الصديق رضي الله

عنه سنتان وثلاثة أشهر، وخلافة عمر رضي الله عنه عشر سنين ونصف، وخلافة  
عثمان رضي الله عنه اثنتا عشرة سنة، وخلافة علي رضي الله عنه أربع سنين وتسعة  
أشهر، وخلافة الحسن ابنه ستة أشهر“ ترجمہ: خلافت علی منہاج النبوة تیس  
(30) سال تک ہے اس میں سے دو سال اور تین ماہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ  
عنه کی، دس سال اور چھ ماہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی، بارہ سال حضرت عثمان غنی رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ کی، چار سال اور نو ماہ حضرت علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کی اور چھ ماہ ان کے  
بیٹے حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت رہی۔ (منح الروض الأظہر، ص 68، کراچی)

## صحابہ کرام میں فضیلت کی ترتیب

**سوال:** صحابہ کرام علیہم الرضوانہ میں فضیلت کی ترتیب کیا ہے؟

**جواب:** صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں ”بعد انبیاء و مرسلین، تمام مخلوقات الہی انس و جن و ملک سے افضل صدیق اکبر ہیں، پھر عمر فاروق اعظم، پھر عثمان غنی، پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔۔۔ ان کی خلافت بر ترتیب فضیلت ہے، یعنی جو عند اللہ افضل و اعلیٰ و اکرم تھا وہی پہلے خلافت پاتا گیا، نہ کہ فضیلت بر ترتیب خلافت، یعنی افضل یہ کہ ملک داری و ملک گیری میں زیادہ سلیقہ، جیسا آج کل سنی بنے والے تفصیلے کہتے ہیں۔ یوں ہوتا تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے افضل ہوتے کہ ان کی خلافت کو فرمایا ((لَمْ أَرَعْ بَقَرِيًّا يَفْرِي فَرِيَهَ حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بَعْطَنَ)) ترجمہ: میں نے کسی کو ایسا جواں مرد نہیں دیکھا جو اتنا کام کر سکے، حتیٰ کہ لوگ (اُن کے نکالے ہوئے پانی سے) سیراب ہو گئے۔

(سنن الترمذی، کتاب الرؤیا، باب ما جاء فی رؤیا النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 4، ص 127، دار المعرفہ، بیروت)

اور صدیق اکبر کی خلافت کو فرمایا ((فِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَاللَّهُ يَغْفِرُ لَهُ)) ترجمہ: ان کے (دورانِ خواب، کنوئیں سے پانی) نکالنے میں کمزوری تھی، اللہ عز و جل انہیں معاف فرمائے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 2، ص 524، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

خلفائے اربعہ راشدین کے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ و حضرات حسنین و اصحاب بدر و اصحاب بیعت الرضوان کے لیے فضیلت ہے اور یہ سب قطعی جنتی ہیں۔

(بہار شریعت، ملقط، حصہ 1، ص 241 تا 249، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”واتفق أهل السنة على أن



أفضلهم أبو بكر، ثم عمر، قال جمهورهم، ثم عثمان، ثم علي، قال أبو منصور البغدادي: أصحابنا مجمعون على أنّ أفضلهم الخلفاء الأربعة على الترتيب المذكور ثم تمام العشرة، ثم أهل بدر، ثم أحد، ثم بيعة الرضوان "ترجمہ: اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب صحابہ کرام علیہم الرضوان سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمہور علمائے کرام فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل ہیں پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (الکریج)۔ ابومنصور بغدادی فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کہ خلفائے اربعہ ترتیب مذکور پر سب صحابہ سے افضل ہیں پھر سب عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر پھر اہل احد اور پھر بیعت رضوان میں شریک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

(شرح المسلم للنووي ملقطاً، کتاب فضائل الصحابة، ص 272، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

منح الروض میں ہے "أجمع أهل السنة والجماعة على أنّ أفضل الصحابة أبو بكر فعمر فعثمان فعلي، فبقية العشرة المبشرة بالجنة، فأهل بدر، فباقي أهل أحد، فباقي أهل بيعة الرضوان بالحديبية" ترجمہ: اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے سب صحابہ کرام سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی پھر جنت کی بشارت دیئے گئے دس صحابہ کرام میں سے بقیہ پھر اہل بدر پھر بقیہ اہل احد اور پھر وہ بقیہ صحابہ کرام جو حدیبیہ کے مقام پر بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔

(منح الروض الأزهري للقاري، أفضلية الصحابة بعد الخلفاء، ص 119، کراچی)

## حضرت علی کو شیخین پر فضیلت دینا کیسا؟

سوال: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شیخین (ابوبکر صدیق اور عمر فاروق

رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پر فضیلت دینا کیسا ہے؟ اور دینے والے کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** جو شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی

اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل کہے بدعتی و گمراہ ہے۔ رد المحتار میں ہے ”وان كان يفضل عليهما فهو مبتدع۔۔ اتفق الاثمة على تضليل اهل البدع“ ترجمہ: اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت دیتا ہے تو بدعتی ہے اور تمام ائمہ اہل بدعت کے گمراہ ہونے پر متفق ہیں۔

(رد المحتار، ج 6، ص 363، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے ”ان كان يفضل علياً كرم اللہ تعالیٰ وجہہ علیہما فهو مبتدع“ اگر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل بتائے تو گمراہ ہے۔

(فتاویٰ بزازیہ علی ہامش فتاویٰ ہندیہ، ج 6، ص 319، نورانی کتب خانہ، پشاور)

مجمع الانہر میں ہے ”الرافضی ان فضل علياً فهو مبتدع“ رافضی اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شیخین پر فضیلت دے تو گمراہ ہے۔

(مجمع الانہر، ج 1، ص 108، داراخیاء التراث العربی، بیروت)

حاشیہ شلبی میں ہے ”فی الروافض من فضل علياً علی الثلاثة فمبتدع“ رافضیوں میں جو شخص مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل کہے گمراہ ہے۔

(حاشیہ الشلبی علی تبیین الحقائق، ج 1، ص 135، المطبعة الكبرى الاميرية، مصر)

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”شیخین کی افضلیت کے منکر کو بھی کفر کا حکم نہ کریں بلکہ بدعتی اور گمراہ جانیں کیونکہ اس کی تکفیر میں علماء کا اختلاف ہے۔“

(مکتوبات امام ربانی، ج 1، ص 556، مکتوب نمبر 266)

امام اہلسنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”فتاویٰ خلاصہ قلمی کتاب الصلوٰۃ فصل اور خزائن القلمی کتاب الصلوٰۃ فصل فی من

صحیح الاقتداء بہ ومن لا یصحیح میں ہے: الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فہو مبتدع ولو انکر خلافة الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فہو کافر۔ رافضی اگر مولیٰ علی کریم (اللہ تعالیٰ) دہرہ کو سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل جانے تو بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 14، ص 250، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”جو شخص مولیٰ علی کریم (اللہ تعالیٰ) کو صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل بتائے گمراہ بد مذہب ہے۔“ (بہار شریعت، حصہ 1، ص 246، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

## کیا ابوبکر صدیق ولایت میں بھی افضل ہیں؟

**سوال:** حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف خلافت میں تمام صحابہ سے افضل ہیں یا ولایت میں بھی سب سے افضل ہیں؟ اور جو یہ کہے کہ خلافت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل اور ولایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولایت میں بھی امت میں سب سے افضل ہیں۔ ایو قیت والجواہر میں ہے ”ابوبکر افضل اولیاء محمدیین وقال الشیعة وکثیر من المعتزلة الافضل بعد النبی علی ابن ابی طالب“ ترجمہ: ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امت محمدیہ کے تمام اولیاء سے افضل ہیں، شیعہ اور کثیر معتزلہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل ہیں۔ (الیواقیت والجواہر، ج 2، ص 438)

شرح فقہ اکبر میں ہے ”فہو افضل اولیاء من الاولین والآخرین فقد حکى الاجماع على ذلك“ ترجمہ: صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اولیاء اولین



وآخرین سے افضل ہیں اور اس پر اجماع حکایت کیا گیا ہے۔ (شرح فقہ اکبر، ص 61)

بلکہ صحابہ میں سے افضلیت مطلقہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ہے یعنی جب بھی بغیر کسی قید کے یہ پوچھا جائے گا کہ صحابہ میں سب سے افضل کون ہے تو جواب میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے گا اور اس کے بعد عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کے بعد عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے اور کتب عقائد میں مذکور ہے۔ فقہ اکبر میں ہے "وَأَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّينَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَبُو بَكْرٍ الصَّدِيقُ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْفَارُوقُ ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ ذُو النُّورَيْنِ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الْمُرْتَضَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ اِثْنَيْنِ" انبیاء علیہم السلام کے بعد ابوبکر صدیق سب لوگوں سے افضل ہیں، ان کے بعد عمر فاروق پھر عثمان غنی اور پھر مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم (الفقہ الاکبر، المفاضلۃ بین الصحابة، ج 1، ص 41، مکتبۃ الفرقان، الامارات العربیہ)

اس ترتیب کا ذکر احادیث و آثار میں بھی موجود ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((كُنَّا نَخِيرُ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَيْرُ آبَاءِ بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ)) ترجمہ: ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب لوگوں سے بہتر قرار دیتے تھے، اس کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور پھر عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔

(صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی، باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 5، ص 4، دار طوق النجاة)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ((قُلْتُ لِأَبِي أَمَّا النَّاسُ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ،

قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ، وَخَشِيتُ أَنْ يَقُولَ عُثْمَانُ قُلْتُ ثُمَّ أَنْتَ؟ قَالَ مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ)) ترجمہ: میں نے اپنے والدِ محترم سے عرض کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میں نے عرض کی: پھر کون ہے؟ فرمایا: پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اب آپ فرمائیں گے ”عثمان“، تو میں نے عرض کی: پھر آپ ہیں؟ تو فرمایا: میں تو بس مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں۔

(صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو کنت متخذاً خلیلاً، ج 5، ص 7، دار طوق النجاة)

جو شخص سوال میں مذکور تقسیم کاری کرے (یعنی کہے کہ خلافت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل اور ولایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل ہیں) اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت مطلقہ کو تسلیم نہ کرے تفصیلیہ ہے اور تفصیلہ گمراہ ہے۔ صدر الشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”ان کی خلافت برترتیب فضلیت ہے، یعنی جو عند اللہ افضل و اعلیٰ و اکرم تھا وہی پہلے خلافت پاتا گیا، نہ کہ افضلیت برترتیب خلافت، یعنی افضل یہ کہ مُلک داری و مُلک گیری میں زیادہ سلیقہ، جیسا آج کل سنی بننے والے تفصیلیہ کہتے ہیں۔ یوں ہوتا تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے افضل ہوتے۔“

(بہار شریعت ملقط، حصہ 1، ص 241 تا 249، مکتبہ المدینہ، کراچی)

امام اہلسنت مجذوبین و ملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”حضرات کے ذہن رسا نے ان سے بھی آگے قدم رکھا اور عقیدہ اہلسنت کو یوں شرف تلخیص بخشا کہ حضرات شیعین رضی اللہ تعالیٰ عنہما من حیث الخلافۃ افضل ہیں اور حضرت مولیٰ علی کریم اللہ تعالیٰ وجہ من حیث الولاۃ اور اس کلام کی شرح ان کی زبان سے یوں

مترشح ہوتی ہے کہ خلافت حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پہلے پہنچی اور حضرت مرتضوی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بعد میں اور سلاسل اہل طریقت جناب ولایت مآب پر منتہی ہوتے ہیں نہ شیخین پر، تو اس وجہ سے یہ افضل اور اس وجہ سے وہ۔

اقول و ربی یغفر لی یہ ایک کلام ہے کہ عالم اضطزار میں ان حضرات کی زبان سے نکلتا ہے اور تنقیح کیجئے تو خود ان کے اذہان اس کے معنی نا محرر سے خالی ہوتے ہیں اگر مقصود اس سے وہی ہے جو اثنائے گفتگو میں ان کی تقریر سے تراوش کرتا ہے تو محض خط بے ربط، خلافت انہیں پہلے اور انہیں پیچھے ملنا اولیت من حیث الخلافۃ ہے نہ فضیلت من حیث الخلافۃ یعنی وہ خلافت میں پہلے ہوئے نہ یہ کہ بہت خلافت افضل ہوئے اسی طرح انتہائے سلاسل سلوک کا باعث تفصیل متنازع فیہ ہونا دعویٰ بلا دلیل بلکہ دلیل اس کے خلاف پر ناطق کما مر منافی التبصرة الرابعة اور جو یہ مراد ہے کہ شیخین کو امر خلافت میں اچھا سلیقہ تھا اور ملک داری و ملک گیری انہیں خوب آتی تھی تو عزیز من یہ تو کوئی ایسی بات نہ تھی جس پر اس قدر شور و شغب ہوتا سنی تفصیلی دو مذہب متفرق ہو جاتے، اہلسنت ترتیب فضیلت میں انبیاء کے بعد شیخین کو گنتے ہر جمعہ کو "افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا ابو بکر الصدیق" خطبوں میں پڑھا جاتا احادیث میں شیخین کو انبیاء و مرسلین کے بعد سردارِ اولین و آخرین و بہترین اہل آسمان و زمین فرمایا جاتا مولیٰ علی کو اپنی تفصیل سے بایں شد و بد انکار ہوتا کہ جسے ایسا کہتے سنوں گا وہ مفتری ہے اسے مفتری کی حد ماروں گا، یہ باتیں تو دنیا کے کام ہیں گو دین کے لئے وسیلہ و ذریعہ ہوں اسی لئے مولیٰ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں ((یرضیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لدیننا افلا یرضاه لدنیانا)) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ہمارے دین یعنی نماز کے لئے پسند فرمایا کیا ہم انہیں اپنی دنیا یعنی خلافت کے لئے پسند نہ کریں۔

پھر اس میں افزونی ہوئی تو کیا اور نہ ہوئی تو کیا اتنی ہی بات پر تنازع تھا تو



سینوں نے ناحق بیچارے تفصیلیوں پر قیامتیں توڑیں اور مولیٰ علی نے اسی کوڑوں کا مستحق ٹھہرایا“

(مطلع القمرین، ص 121، 122، مکتبہ بہار شریعت، لاہور)

**تنبیہ:** مزید تفصیل کے لیے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس موضوع پر لکھی ہوئی مایہ ناز کتاب ”مطلع القمرین“ کا اور شیخ الحدیث پیر سائیں غلام رسول قاسمی صاحب کی تصنیف ”ضرب حیدری“ کا مطالعہ کریں۔

**سوال:** کسی صحابی سے (معاذ اللہ) بغض رکھنے والے کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** کسی صحابی کے ساتھ سوء عقیدت بد مذہبی و گمراہی و استحقاق جہنم ہے، کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بغض ہے، ایسا شخص رافضی ہے، اگرچہ چاروں خلفا کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے، مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ، اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص، و حضرت مغیرہ بن شعبہ، و حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے قبل اسلام حضرت سیدنا سید الشہد احمدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام آجٹ الناس خبیث مسیئمہ کذاب ملعون کو واصل جہنم کیا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خیر الناس و شر الناس کو قتل کیا، ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی، تبرائے اور اس کا قائل رافضی، اگرچہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی توہین کے مثل نہیں ہو سکتی، کہ ان کی توہین، بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔

(بہار شریعت، حصہ 1، ص 252، 253، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

**سوال:** کیا کوئی ولی کسی صحابی کو مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے؟

**جواب:** کوئی ولی کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو، کسی صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچتا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”من القواعد المقررة أنّ العلماء والأولياء من الأمة لم يبلغ أحد منهم مبلغ الصحابة الكبراء“ ترجمہ: ثابت شدہ اصولوں میں سے ایک یہ بات ہے کہ علماء و اولیائے امت میں سے کوئی بھی صحابہ کبار علیہم (الرضوۃ) کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔  
(المرقاة، کتاب الفتن، ج 9، ص 282، دار الفکر، بیروت)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں ”تابعین سے لے کر تابقیامت امت کا کوئی ولی کیسے ہی پایہ عظیم کو پہنچے صاحب سلسلہ ہو خواہ غیر ان کا، ہرگز ہرگز ان (یعنی صحابہ) میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، اور ان میں ادنیٰ کوئی نہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 29، ص 357، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پر فضیلت دینے والے کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** ایسا شخص گمراہ بد مذہب ہے، امام اہلسنت علیہ رحمۃ رب (الرحمۃ)

فرماتے ہیں ”جس کا عقیدہ ہو کہ حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت

جناب افضل الاولیاء الحمد للہ بین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں یا ان

کے ہمنسب ہیں، گمراہ بد مذہب ہے۔ سبحان اللہ، اہل سنت کا اجماع ہے کہ حضور صدیق

اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام اولیاء مرجع العرفاء امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین سیدنا

مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی اکرم و افضل و اتم و اکمل ہیں جو اس کا خلاف کرے اسے

بدعتی، شیعہ، رافضی مانتے ہیں، نہ کہ حضور غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفصیل دینی کہ

معاذ اللہ انکار آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ و خرق اجماع امت مرحومہ ہے۔ لأحول

ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

یہ مسکین اپنے زعم میں سمجھا جائے کہ میں نے حق محبت حضور پر نور سلطان

غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادا کیا کہ حضور کو ملک مقرب پر غالب یا افضل بتایا، حالانکہ ان بیہودہ کلمات سے پہلے بیزار ہونے والے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، وباللہ التوفیق۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 28، ص 419، 420، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## غوث اعظم کس کس سے افضل ہیں؟

**سوال:** یہ بھی ارشاد فرمادیجئے کہ ہمیں اس بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے کہ غوث پاک رضی اللہ عنہ کس کس سے افضل ہیں اور کس سے نہیں؟

**جواب:** اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں ”عقیدہ وہ چیز ہے جس کا اعتقاد و مدارسیت اور اس کا انکار بلکہ اس میں تردد گمراہی و ضلالت، اس قسم کے امور ان مسائل سے نہیں ہوتے، ہاں وہ مسلک جو ہمارے نزدیک محقق ہے اور بشہادت اولیاء و شہادت سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام و بیرویات اکابر ائمہ کرام ثابت ہے یہ ہی ہے کہ باستثناء انکے جن کی افضلیت منصوص ہے جیسے جملہ صحابہ کرم و بعض اکابر تابعین عظماء کہ ﴿والذین اتبعوا باحسان﴾ (اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے۔) ہیں۔

(پ 11، سورۃ التوبہ، آیت 100)

اور اپنے ان القاب سے ممتاز ہیں ولہذا اولیاء و صوفیہ و مشائخ ان الفاظ سے ان کی طرف ذہن نہیں جاتا اگرچہ وہ خود سرداران اولیاء ہیں، وہ کہ ان الفاظ سے مفہوم ہوئے ہیں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوں جیسے سائر اولیائے عشرہ کہ احیائے موتی فرماتے تھے، خواہ حضور سے متقدم ہوں جیسے حضرت معروف کرخی و بایزید بسطامی و سید الطائفہ جنید و ابوبکر شبلی و ابوسعید خرازی، اگرچہ وہ خود حضور کے مشائخ ہیں، اور جو حضور کے بعد ہیں جیسے حضرت خواجہ غریب نواز سلطان الہند و

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی و حضرت سیدنا بہاؤ الملتہ والدین نقشبند  
 اوان اکابر کے خلفاء و مشائخ و غیر ہم قدری (لہذا درجہ و افاضت و کتب و انوار) (اللہ تعالیٰ  
 انکے اسرار کو مقدس بنائے اور ان کی برکات و انوار ہمیں عطا فرمائے۔) حضور  
 سرکار غوثیت مدار بلا استثناء سب سے اعلیٰ و اکمل و افضل ہیں، اور حضور کے بعد جتنے  
 اکابر ہوئے اور تازمانہ سیدنا امام مہدی ہوں گے کسی سلسلہ کے ہوں یا سلسلہ سے جدا  
 افراد ہوں غوث، قطب، امامین، اوتاد اربعہ، مہدائے سبعہ، ابدال سبعین، نقباء، نجباء،  
 ہر دورہ کے عظماء، کبراسب حضور سے مستفیض اور حضور کے فیض سے کامل و مکمل ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 28، ص 362، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## حضرت امیر معاویہ کے بارے میں عقیدہ

سوال: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اہلسنت کا کیا عقیدہ

ہے؟

جواب: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے صحابی ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا ((دَعُوْهُ فَاِنَّهُ قَدْ صَحِبَ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)) وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

(صحیح بخاری، ج 1، ص 531، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اور اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ اہل حق، اہل خیر اور عادل ہیں۔ اللہ

تعالیٰ نے قرآن کریم میں صحابہ کرام علیہم السلام کی دو قسمیں کی ہیں ایک وہ جو فتح مکہ

سے پہلے اسلام لائے اور اللہ کی راہ میں خرچ و قتال کیا اور دوسرے وہ جنہوں نے فتح

مکہ کے بعد یہ کام کئے، اور پھر دونوں سے بھلائی کا وعدہ فرمایا، ارشاد فرمایا ﴿وَكُلًّا

وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ترجمہ: دونوں فریق سے اللہ



تعالیٰ نے حسنی (بھلائی) کا وعدہ کر لیا اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو۔

(پ 27، سورۃ الحديد، آیت 10)

اور جن سے حسنی کا وعدہ ہو لیا ان کے بارے میں قرآن عظیم میں ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۚ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ ۚ لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَٰذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾ ترجمہ: بے شک جن کے لئے ہمارا حسنی کا وعدہ ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانتی مرادوں میں رہیں گے، وہ بڑی گھبراہٹ قیامت کی ہلچل انہیں غم نہ دے گی، یہ تمہارا وہ دن جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

(پ 17، سورۃ الانبیاء، آیت 101 تا 103)

منح الروض الازہر میں ہے ”الصحابة كلهم عدول لانذکرهم الا بخیر“ ترجمہ: صحابہ سب کے سب اہل خیر و عدالت ہیں، ہم ان کا ذکر نہ کریں گے مگر بھلائی سے۔

(منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر، ص 71، مصطفیٰ البابی، مصر)

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”من کان یطعن فی مغویۃ فذاک کلب من کلاب الهاویۃ“ ترجمہ: جو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں سے ایک کتا ہے۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء، ج 3، ص 430، مرکز اہلسنت، گجرات، ہند)

امام اہلسنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی ہمارے سردار، طعن ان پر بھی کارِ فجار۔۔۔ جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی محبت میں معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی صحابیت و نسبت بارگاہِ حضرت رسالت بھلا دے وہ شیعہ زیدی (ہے)۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 10، ص 201، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** حضرات امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہنا کیسا ہے؟

**جواب:** حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی صحابی کو برا کہنا رخص

ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 508، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب حضرت مولیٰ علیؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (الکبریٰ)

کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا جائے تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ کہا جائے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

**جواب:** ایسا فرق کرنا جہالت ہے، جب بھی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کا نام آئے تو دیگر صحابہ کی طرح ان کے نام کے ساتھ بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جائے۔ صدر الشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”یہ جو بعض جاہل کہا کرتے ہیں کہ جب حضرت مولیٰ (علیؑ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ (الکبریٰ) کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا جائے تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ کہا جائے، محض باطل و بے اصل ہے۔ علمائے کرام نے صحابہ کے اسمائے طیبہ کے ساتھ مطلقاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے کا حکم دیا ہے، یہ استثنائی شریعت گڑھنا ہے۔“

(بہار شریعت، حصہ 1، ص 257، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

**سوال:** جن مقامات پر روافض صحابہ عظام سے بدظنی پھیلاتے ہیں

، وہاں صحابہ کرام علیہم السلام کے فضائل و مناقب بیان کرنا کیا علم والوں کے لیے لازم ہے؟

**جواب:** ضرور واجب بلکہ اہم فرائض سے ہے، حدیث میں ہے رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((اذا سب اصحابی وظهرت الفتن اوقال

البدع ولم یظهر العالم علمہ فعلیہ لعنة الله والملئكة والناس اجمعین

لا یقبل الله منه صرفاً وعدلاً)) ترجمہ: جب میرے صحابہ کو برا کہا جائے اور فتنے

یا فرمایا بدعتیں ظاہر ہوں اس وقت عالم اپنا علم ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

(المردوس بمأثور الخطاب، ج 1، ص 321، دارالکتب العلمیہ بیروت) (فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 741، رضا فائونڈیشن، لاہور)۔

## امام حسن کا قاتل کون؟

**سوال:** ”آئندہ قیامت“ جو کہ برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان رحمہ

(اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف ہے، میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قاتلہ آپ کی زوجہ جعدہ کو لکھا ہے۔ جبکہ ”سوانح کربلا“ جو کہ صدرالافاضل نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف ہے، اس میں لکھا ہے کہ یہ روایت غیر معتبر ہے اور اس کی بناء پر امام کے قتل کا الزام جعدہ کے سر نہیں لگا سکتے یہ بھی لکھا ہے کہ خارجی گروہ کا اس سے بڑھ کر کیا تبرا ہوگا امام کی قرین کے ذمہ الزام لگا کر خود گالی دیں اور سنیوں سے دلوائیں۔ ان میں سے کون سی بات درست ہے؟

**جواب:** اس طرح کا سوال مفتی اعظم ہند، شہزادہ اعلیٰ حضرت مصطفیٰ رضا

خان رحمہ اللہ علیہ سے ہوا تو جواباً ارشاد فرمایا ”جعدہ کی طرف قتل امام عالی مقام کی نسبت کو علماء اعلام ائمہ کرام نے مقرر کر رکھا ہے تو وہ محض بے سرو پا حکایت نہیں کہ کسی مؤرخ نے یوں ہی اپنے ظن و تخمین سے اختراع کی ہو اور قیاسی ڈھکوسلوں سے گڑھ لی اور پھر عوام میں مشہور ہوئی ہو اگر ایسا ہوتا تو علماء و ائمہ ہرگز اسے مقبول نہ ٹھہراتے اپنی تصانیف میں خود جعدہ کی طرف نسبت نہ کرتے۔ بلکہ وہ یقیناً اسی زمانہ سے مشہور و مستفیض خبر ہوئی، اس لیے علماء و ائمہ نے اسکا اعتبار فرمایا، امام حسین رضی اللہ عنہ کا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے استفسار کہ آپ کو زہر کس نے دیا اس کے کچھ منافی نہیں، شہرت و استفاضہ کے لئے وقت درکار ہوتا ہے اس وقت شہرت ہو جانا ضرور نہیں

خصوصاً ایسا معاملہ جس کے اخفاء کی شدید کوشش کی جائے، ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک حضرت امام حسین کو اسکی اطلاع نہ ہوئی ہو پھر ہوئی ہو، یا یہ کہ حضرت کو اطلاع ہو گئی ہو مگر مزید اطمینان کے لئے دریافت فرماتے ہوں، یا یہ کہ یہ استفسار محض دریافت منشاء کے لئے ہو کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس میں کیا منشاء ہے معاملہ سخت نازک تھا، ادھر برادر محترم کی جان ادھر، جعدہ زوجہ امام تھی اگر قصاصاً قتل کی جائے تو اپنے برادر محترم کی اور خود اپنی اور گھر بھر کی عزت، ممکن کہ قاتل معلوم ہوتے ہوئے بھی حضرت کا منشاء اس نازک مسئلہ میں دریافت کرنا ہو، اس لئے یہ ذکر یوں چھیڑا کہ استفسار فرمایا کہ آپ کو کس نے زہر دیا۔ حضرت امام حسن کے جواب پر اگر نظر کی جائے تو اس سے ظاہر ہے کہ حضرت کے مبارک خیال میں زہر دینے والا ہے اور حضرت کسی مصلحت سے اس سے بدلہ لینے پر رضا مند نہیں، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یوں فرمایا کہ ((اللہ اشد نعمة ان كان الذی اظن والا فلا يقتل بی والہ بریء)) ترجمہ: اگر تو وہی ہے جو میرے گمان میں ہے تو اللہ تعالیٰ شدید انتقام لینے والا ہے وگرنہ میرے خون بہا میں بری کیوں قتل ہو۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا کہ ((یا اخی قد حضرت وفاتی ودنا فراقی لك وانی لاحق بربی واجد کبدی تقطع وانی لعارف من این دھیت فانا خاصمه الی اللہ تعالیٰ فبحقی علیک لا تکلمت فی ذلک بشی واقسم باللہ ان لا طریق فی امری مجة دم)) ترجمہ: اے میرے بھائی! تحقیق میری وفات کا وقت آگیا اور میری آپ سے جدائی قریب ہو گئی اور میں اپنے رب سے ملنے والا ہوں اور میں اپنے کلیجے کو ٹکڑے ٹکڑے پاتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ مجھے کہاں سے زہر دیا گیا پس میں دربار خداوندی میں اس شخص سے مخاصمہ کروں گا



، آپ کو آپ پر میرے حق کی قسم کہ آپ اس بارے کچھ کلام نہ کریں گے اور میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ میرے اس معاملے میں ایک قطرہ بھی خون نہ بہائیں گے۔

نیز ایک روایت میں ہے کہ ((یا اخی سقیت السم ثلاث مرات لم اسقه مثل هذه المرة فقال من سقاك قال ما سئوالك عن هذا ترى ان تقتلهم اكل امرهم الى الله)) ترجمہ: اے میرے بھائی مجھے تین بار زہر پلایا گیا لیکن جیسا (شدید) اس بار پلایا گیا ویسا نہیں، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: آپ کو کس نے زہر پلایا؟ فرمایا: آپ کا یہ سوال اسی لئے ہے کہ آپ ان سے بدلہ لیں اور میں ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

پہلی روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت کو کسی پر گمان ہے لہذا محض گمان پر نہیں فرمانا چاہتے کہ فلاں نے زہر دیا، فرماتے ہیں اگر وہ ہے جسے میں گمان کرتا ہوں تو اللہ عز و جل اس سے بڑا انتقام لینے والا ہے اور اگر وہ نہیں تو میرے خون بہا میں بری کیوں قتل ہو مگر دوسری اور تیسری، روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت کو معلوم ہے کہ قاتل کون ہے زہر کس نے دیا ہے؟ زہر بھی ایک بار نہیں تین بار دیا گیا ہے کہاں تک زہر دینے والا ایسی صورت میں پوشیدہ رہ سکتا ہے، فرماتے ہیں: برا درم میں اس آفت کے پر کالے کو بے شک خوب پہچانتا ہوں میں اس سے اللہ کے حضور مخاطبہ کروں گا تمہیں میرے حق کی قسم اس بارے میں اس بارے میں کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالنا اور میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے معاملہ میں کوئی قطرہ خون نہ بہانا۔ ان دونوں روایتوں میں توفیق کی صورت ایک ہی ہے، وہ یہ ہے کہ ہر روایت کو ایک ایک وقت پر محمول کیا جائے کہ جس وقت تک یقین نہ تھا محض گمان تھا وہ فرمایا اور جب یقین ہو گیا تو یہ فرمایا کہ میں خوب پہچانتا ہوں، حضرت کا قسمیں دے دے کر انتقام سے روکنا بلکہ

اس بارے میں کوئی کلمہ زبان سے نکالنے کو قسم دے کر منع فرمانا جو کچھ کہہ رہا ہے ظاہر ہے حضرت جانتے ہیں کہ برادر خود کہ علم میں بھی قاتل ہے، یہ سوال محض دریافت منشا کے لئے ہے یا یہ کہ یہ بات چھپی رہنے والی نہیں اگر برادر خورد کو اس وقت اس کا علم نہیں تو اب ہوا اور اب ہوا لہذا قسمیں دے کر ارادہ انتقام سے روکا، اگر جعدہ قاتلہ نہ ہوتی تو قسمیں دینے کی حاجت نہ ہوتی اتنا بلیغ اہتمام منع نہ فرمایا جاتا اگر کوئی اور قاتل ہوتا جو اہل بیت سے نہ ہوتا اور حضرت اس سے دنیا انتقام نہ چاہتے تو بس اتنا فرماتے ((اللہ اشد نقمة کل امرء النی للہ)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ بڑا انتقام لینے والا ہے، اس کا سارا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

یہ قسمیں نہ دیں جاتیں، یہ قسم دے کر اس معاملہ میں کوئی کلمہ زبان سے نکالنے کو منع نہ فرماتے، جو علماء جعدہ کی جانب قتل امام کی نسبت سے راضی نہ ہوں نہ ہوں نہ نسبت کنندہ علماء کو ان پر کسی طعن کا موقع ہے نہ انہیں ان پر، جو جعدہ کی جانب نسبت نہیں کرتے وہ اپنے زعم میں احتیاط برتتے ہیں کہ قتل وہ بھی قتل امام حسن جرم اشد و اعظم ہے اور بے قطع کسی مسلمان کی جانب ایسے جرم کی نسبت جائز نہیں۔ اور جو نسبت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح ہے مگر شہرت اور ائمہ کا قبول ایسی چیز نہیں جو نظر انداز کی جاسکے وہ ائمہ یہ بھی جانتے تھے کہ بے قطع کسی جرم کی نسبت کسی مسلم کی طرف نہیں کی جاسکتی تھی، انہوں نے اس نسبت کو قبول کیا برقرار رکھا خود اپنی تصانیف میں یہ جرم جعدہ سے منسوب کیا ہمارے لئے وہ قد وہ ہیں آج تیرہ سو برس بعد ہم اس کی تحقیقات نہیں کر رہے ہیں کہ کوئی قطعی بات معلوم ہو جب تو نسبت کرنا جائز جانیں ورنہ حرام، یوں تو یزید بنی کی طرف امام حسن کے قتل کرانے اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مظالم قتل و غارت کی نسبت نہ کریں۔ ابن زیاد بد نہاد اور شمر مزدور اور نخس بن سعد

اور ان کے ہمراہیان کسی پر کوئی الزام نہیں رکھا جائے سب کو یہی کہہ دیا جائے کہ خارجیوں کا پروپیگنڈا ہے انہوں نے خود قتل کیا اور بادشاہ اور اس کے عمال سے منسوب کر دیا، یا کوئی روافض نے دھوکے دے کر بلایا اور قتل و غارت کیا اور ان لوگوں سے منسوب کر دیا، سوانح کربلا میں جو یہ لکھا ہے کہ یہ روایت غیر معتبر ہے اپنا عندیہ لکھا اور یہ لکھا کہ اس کی بناء پر امام کے قتل کا الزام جعدہ کے سر نہیں لگا سکتے یہ بھی اپنا عندیہ ہے اور وہ اسی میں احتیاط سمجھے، رہا یہ کلمہ کہ خارجی گروہ کا اس سے بڑھ کر کیا تبرا ہوگا۔۔۔ انج بہت گراں ہے ہمارے علماء و ائمہ یہی فرماتے آئے اپنی تصانیف میں اسی کو ذکر فرمایا یہ خارجیوں کا تبرا ہو تو ان علماء پر ان کے عدم اعتناء و قلت تدبر کا الزام ہوگا ہی، ہمارے سامنے خارجیوں کی کوئی تصنیف نہیں ہمارے پیش نظر تو ائمہ و علماء اہلسنت کی تصانیف ہیں جن میں جعدہ کی طرف اسے منسوب کیا اور اس طرح کہ اسی روایت پر اقتصار کیا کوئی دوسرا قول لکھا ہی نہیں، صواعق محرقة امام علامہ ابن حجر الہیتمی دیکھئے وہ لکھتے ہیں ”کان سبب موته ان زوجته جعدہ بنت الاشعث بن قیس الکندی دس الیہا یزید ان تسمۃ ویتزوجها وبذل لها مائة الف درهم ففعلت فمرض اربعین یوما فلما مات بعثت الی یزید تسالہ الوفاء بما وعدھا فقال لها انا لم نرضک للحسن افرضاک لا نفسنا“ ترجمہ: آپ کی موت کا سبب یہ تھا کہ آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس کو یزید نے پیغام دیا کہ وہ آپ کو زہر دے تو وہ اس سے شادی کر لے گا اور اس پر ایک لاکھ درہم خرچ کرے گا تو اس نے ایسا ہی کیا تو آپ چالیس (40) دن بیمار رہے تو جب آپ وصال فرما گئے تو اس نے یزید کو پیغام بھیجا اور اس وعدے کو پورا کرنے کا سوال کیا تو یزید نے کہا کہ ہم نے حسن کے لئے پسند نہیں کیا تو کیا تجھے اپنے لئے پسند کریں گے۔

تاریخ الخلفاء امام جلال الدین سیوطی میں ہے ”توفی الحسن رضی اللہ عنہ بالمدينه مسموماً سمته زوجته جعدہ بنت الاشعث بن قيس دس اليها يزيد بن معاوية ان تسمه فيتزوجها ففعلت فلما مات الحسن بعثت الي يزيد تساله الوفاء بما وعدھا فقال لها انا لم نرضك للحسن افرضاك لا نفسنا“ ترجمہ: امام حسن نے مدینہ میں وفات پائی زہر کی وجہ سے جو آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس نے آپ کو دیا اس کو یزید نے کہ وہ آپ کو زہر دے تو وہ اس سے شادی کر لے گا اور اس پر ایک لاکھ درہم خرچ کرے گا تو اس نے ایسا ہی کیا جب آپ وصال فرما گئے تو اس نے یزید کو پیغام بھیجا اور اس وعدے کو پورا کرنے کا سوال کیا تو یزید نے کہا کہ ہم نے حسن کے لئے پسند نہیں کیا تو کیا تجھے اپنے لئے پسند کریں گے۔

سر الشہادتین جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی میں ہے ”سبب موتہ ان زوجته جعدہ بنت الاشعث بن قيس سمته باغواء يزيد بن معاوية فكان يزيد ضمن لها ان يتزوجها ففعلت فمرض الحسن اربعين يوماً ثم مات فبعثت الي يزيد تساله الوفاء بما وعدھا فقال لها انا لم نرضك للحسن افرضاك لا نفسنا“ ترجمہ: آپ کی موت کا سبب یہ تھا کہ آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس نے آپ کو زہر دیا یزید کے کہنے پر، یزید بن معاویہ نے اس بات کی ضمانت کہ وہ اس سے شادی کرے گا تو اس نے ایسا کیا۔ آپ ۴۰ دن بیمار رہے تو جب آپ وصال فرما گئے تو اس نے یزید کو پیغام بھیجا اور اس وعدے کو پورا کرنے کا سوال کیا تو یزید نے کہا کہ ہم نے حسن کے لئے پسند نہیں کیا تو کیا تجھے اپنے لئے پسند کریں گے۔

انہوں نے تو اس کے بعد یہاں تک لکھا کہ ”فصارت ممن خسر الدنيا



والآخره ذالك هو الخسران المبين“ ترجمہ: تو وہ اس سے ان میں سے ہوگئی جو دنیا اور آخرت میں گھاٹا کھاتے ہیں، یہ بہت بڑا گھاٹا ہے۔

آئینہ قیامت تصنیف حضرت عمی حسن رضا خان حسن رحمہ اللہ میں بھی یہی لکھا۔ یہ کتاب اعلیٰ حضرت کی دیکھی اور کئی بار مجلس میں سنی ہوئی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔  
(فتاویٰ مصطفویہ، ص 460 تا 463، برکاتی پبلشرز، کراچی)

## فصل دوم: یزید اور اسی کے ساتھی

### فتنہ یزید کے بارے میں احادیث

**سوال:** کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یزیدی فتنے کی خبر پہلے ہی

سے اپنے صحابہ کو دے دی تھی؟

**جواب:** جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یزیدی فتنے کی خبر

پہلے ہی سے اپنے صحابہ کو دے دی تھی، اس پر درج ذیل دلائل ہیں:

(1) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابتدائے خلق سے لے کر دخول

جنت و نار تک ہر چیز کا بیان اپنے صحابہ کے سامنے فرمادیا، یقیناً اس میں یزید اور

یزیدیوں کے معاملات بھی شامل ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت امیر المومنین عمر

فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ((قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا، فَأَخْبَرَنَا

عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ، حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ، وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ، حَفِظَ

ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ، وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ)) ترجمہ: ایک بار سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم

میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتوں کے جنت اور دوزخیوں کے

دوزخ میں جانے تک کا حال ہم سے بیان فرمادیا، یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا

جو بھول گیا۔

(صحیح بخاری، باب مساجاء فی قوله تعالیٰ ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ

عَلَيْهِ﴾ ج 4، ص 106، مطبوعہ دار طوق النجاة)

امام احمد نے مسند اور طبرانی نے معجم میں بسند صحیح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، فرماتے ہیں: ((لَقَدْ تَرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا

يَحْرُكُ طَائِرٌ جَنَاحِيهِ فِي السَّمَاءِ إِلَّا ذَكَرْنَا مِنْهُ عَلَمًا)) ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ

وَمَنْعَ نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مارنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمادیا ہو۔

(مسند احمد بن حنبل، عن ابی ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 5، ص 153، المکتب الاسلامی، بیروت، المعجم الکبیر للطبرانی، باب من غرائب مسند ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 2، ص 155، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ)

نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض و شرح زرقانی للمواہب میں ہے ”ہذا تمثیل لبيان كل شیء تفصیلاً تارةً واجمالاً أخری“ ترجمہ: یہ ایک مثال دی ہے اس کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز بیان فرمادی، کوئی تفصیلاً کوئی اجمالاً۔

(نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، فصل و من ذلك ما طلع، ج 3، ص 153، مرکز اہلسنت برکات رضا، گجرات، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، المقصد الثامن، الفصل الثالث، القسم الثانی، ج 7، ص 206، دارالمعرفة، بیروت)

(2) اختتام دنیا تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر فتنے کے قائدین اور بانیوں کے نام بیان فرمادیئے، ظاہر ہے یزیدی فتنہ اور اس کے بانیان بھی اس میں شامل ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((وَاللّٰهُ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدٍ فِتْنَةٍ اِلٰی اَنْ تُنْقَضِيَ الدُّنْيَا، یَبْلُغُ مِنْ مَعَهُ ثَلَاثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا، اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِہٖ، وَاسْمِ اَبِیْہٖ، وَاسْمِ قَبِیلَتِہٖ)) ترجمہ: اللہ کی قسم، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اختتام دنیا تک کسی فتنہ کے بانی کو نہیں چھوڑا مگر ہمیں اس کا نام، اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام بتا دیا کہ وہ تین سو سے زیادہ ہوں گے۔

(سنن ابی داؤد، باب ذکر الفتن، ج 4، ص 95، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

(3) بلکہ بعض احادیث میں اس کا نام لے کر یزید کے کرتوتوں کا ذکر کیا گیا

ہے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: ((لَا يَزَالُ أَمْرُ أُمَّتِي قَائِمًا بِالْقِسْطِ حَتَّى يَكُونَ أَوَّلُ مَنْ يَثْلُمُهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي أُمِّيَّةٍ يُقَالُ لَهُ يُزِيدٌ)) ترجمہ: میری امت (کی حکومت) کا معاملہ عدل کے ساتھ قائم رہے گا، یہاں تک کہ جو پہلا شخص اسے تباہ و برباد کرے گا وہ بنی امیہ سے ہوگا اور اسے یزید کہا جائے گا۔

(الصواعق المحرقة، الخاتمة في بيان اعتقاد أهل سنة، ج 2، ص 632، مؤسسة الرسالة، لبنان ☆ البداية والنهاية، ترجمة يزيد بن معاوية، ج 8، ص 253، دار احياء التراث العربی، بیروت ☆ دلائل النبوة للبيهقي، باب ما جاء في اخبار النبي صلى الله عليه وسلم، ج 6، ص 467، دار الكتب العلمية، بیروت)

(4) حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((أَوَّلُ مَنْ يُبَدِّلُ سُنَّتِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي أُمِّيَّةٍ يُقَالُ لَهُ يُزِيدٌ)) ترجمہ: پہلا شخص جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ سے ہوگا، اس کا نام یزید ہوگا۔

(الصواعق المحرقة، الخاتمة في بيان اعتقاد أهل سنة، ج 2، ص 633، مؤسسة الرسالة، لبنان ☆ البداية والنهاية، ترجمة يزيد بن معاوية، ج 8، ص 253، دار احياء التراث العربی، بیروت ☆ دلائل النبوة للبيهقي، باب ما جاء في اخبار النبي صلى الله عليه وسلم، ج 6، ص 467، دار الكتب العلمية، بیروت)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ يَقُولُ هَلَاكُ أُمَّتِي عَلَى يَدَيِ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ، فَقَالَ مَرَوَانُ غِلْمَةٌ؟ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: إِنَّ شَيْئًا أَنْ أَسْمِيَهُمْ بَنِي فَلَانٍ وَبَنِي فَلَانٍ)) ترجمہ: میں صادق مصدوق آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں (چھوکروں) کے ہاتھوں ہوگی، مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: لڑکوں (کے ہاتھوں)، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ



نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں ان کے نام بتا دوں کہ فلاں بن فلاں، فلاں بن فلاں ہیں۔  
(صحیح بخاری، باب علامات النبوة فی الاسلام، ج 4، ص 199، دار طوق النجاة)

یہاں عمر کے اعتبار سے نابالغ اور چھوٹے مراد نہیں بلکہ عقل و تدبیر کے لحاظ سے چھوٹے مراد ہیں یعنی ان کی حرکتیں اور فیصلے چھوٹوں جیسے ہوں گے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”وَقَدْ يُطْلَقُ الصَّبِيُّ وَالْغُلَامُ بِالتَّصْغِيرِ عَلَى الضَّعِيفِ الْعَقْلِ وَالتَّذْوِيرِ وَالذِّينِ وَلَوْ كَانَ مُحْتَلِمًا وَهُوَ الْمُرَادُ هُنَا فَإِنَّ الْخُلَفَاءَ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ مَنْ اسْتُخْلِفَ وَهُوَ دُونَ الْبُلُوغِ“ ترجمہ: کبھی کبھی صبی اور غلام (چھوٹے بچے) کا اطلاق کم عقل اور ناقص الدین پر بھی ہوتا ہے اگرچہ وہ بالغ اور بڑا ہی کیوں نہ ہو اور یہاں یہی مراد ہے، کیونکہ بنی امیہ کے خلفاء میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو عمر کے لحاظ سے بالغ نہ ہو۔

(فتح الباری لابن حجر، قولہ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الخ، ج 13، ص 9، دار المعرفہ، بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن نا اہل اور امت کو ہلاک کرنے والے چھوٹوں کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یزید اور اس کے ساتھی ہی ہیں جیسا کہ دیگر روایات اور علماء اسلام کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عمیر بن ہانی کہتے ہیں: ((كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَمْشِي فِي سُوقِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ لَا تُدْرِكُنِي سَنَةُ السُّتَيْنِ)) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں چلتے ہوئے (کبھی) یہ دعا مانگتے تھے: اے اللہ! مجھے ساٹھ ہجری کا سال نہ پائے یعنی میرا اس سے پہلے وصال ہو جائے (اس کی وجہ یہ تھی کہ ساٹھ (60) ہجری کو یزید پلید کی ناپاک حکومت آنے والی تھی اور بڑے بڑے فتنوں کا دروازہ کھلنے والا تھا)۔

(البدایۃ والنہایۃ، اخبارہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لمواقع۔ الخ، ج 6، ص 256، دار احیاء التراث)

(العربی، بیروت)

فتح الباری میں یہ روایت اس طرح ہے: ((وَفِي رِوَايَةٍ بِنِ أَبِي شَيْبَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَمْشِي فِي السُّوقِ وَيَقُولُ اللَّهُمَّ لَا تُدْرِكُنِي سَنَةٌ سِتِّينَ وَلَا إِمَارَةٌ الصَّبِيَّانِ)) ترجمہ: امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں چلتے ہوئے (بھی) یہ دعا مانگتے تھے: اے اللہ! مجھے ساٹھ ہجری کا سال اور چھوڑوں کی حکومت نہ پائے۔

(فتح الباری لابن حجر، قولہ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الخ، ج 13، ص 10، دارالمعرفہ، بیروت)

البدایہ والنہایہ میں ہے: ((عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَانِي قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: اللَّهُمَّ لَا تُدْرِكُنِي سَنَةٌ سِتِّينَ، قَالَ: فَتَوَفَّى فِيهَا أَوْ قَبْلَهَا بِسَنَةٍ وَهَكَذَا قَالَ الْوَاقِدِيُّ: أَنَّهُ تَوَفَّى سَنَةَ تِسْعٍ وَخَمْسِينَ)) ترجمہ: حضرت عمیر بن ہانی کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا کیا کرتے: اے اللہ! مجھے ساٹھ ہجری نہ پائے، عمیر بن ہانی کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال اسی سال یا اس سے ایک سال پہلے ہو گیا ایسا ہی واقدی نے کہا ہے کہ ان کا وصال انسٹھ (59) ہجری کو ہوا۔

(البدایہ والنہایہ، ومن توفی فی هذه السنة، ج 8، ص 122، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وَكَانَ مَعَ أَبِي

هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلِمَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا مَرَّ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فِي يَزِيدَ فَإِنَّهُ كَانَ يَدْعُو اللَّهَ أَنْ يَأْخُذَ بِكَ مِنْ رَأْسِ السَّتِّينَ وَإِمَارَةَ

الصَّبِيَّانِ، فَاسْتَجَابَ اللَّهُ لَهُ وَتَوَفَّاهُ سَنَةَ تِسْعٍ وَخَمْسِينَ وَكَانَ وَفَاةً مُعَاوِيَةَ

وَوَلَايَةَ ابْنِهِ سَنَةَ سِتِّينَ فَعَلِمَ أَبُو هُرَيْرَةَ بِوَلَايَةِ يَزِيدَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ فَاسْتَعَاذَ

مِنْهَا لِمَا عَلِمَهُ مِنْ قَبِيحِ أَحْوَالِهِ بِوَاسِطَةِ إِعْلَامِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوقِ صَلَّى اللَّهُ

تعالیٰ علیہ وسلم بذلك“ ترجمہ: یزید کے بارے میں مذکورہ باتیں جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا علم تھا، اسی وجہ سے وہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں ساٹھ ہجری کی ابتداء اور چھو کروں کی حکومت سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، اور ان کو انسٹھ (59) ہجری میں وفات دے دی، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور ان کے بیٹے یزید کی حکومت ہوئی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے تھے کہ اس سال (ساٹھ ہجری کو) یزید کی حکومت ہوگی، پس وہ اس سے پناہ مانگتے تھے، کیونکہ صادق مصدوق آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتانے سے وہ یزید کے فتنہ حالات جانتے تھے۔

(الصواعق المحرقة، الخاتمة فی بیان اعتقاد اہل سنت، ج 2، ص 633، مؤسسة الرسالة، لبنان)

صحیح بخاری کی حدیث پاک کے تحت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”والمراد یزید بن معاویة فإنه بعث إلى المدينة السکينة مسلم بن عقبة فأباحها ثلاثة أيام فقتل من خيار أهلها كثيرا فيهم ثلاثة من الصحابة وأزيلت بکارة ألف عذراء“ ترجمہ: اس سے مراد یزید بن معاویہ ہے، کہ اس نے مدینہ سکینہ کی طرف مسلم بن عقبة کو (شکر کے ساتھ) بھیجا، اس مدینہ منورہ کو (معاذ اللہ) لشکر کے لیے تین دن تک مباح کر دیا، اہل مدینہ کے خیار (نیک لوگوں) میں سے کثر کو قتل کیا اور ایک ہزار کنواری عورتوں کے پردہ بکارت کو زائل کیا۔

(شرح الشفاء، فصل ومن ذلك ما اطلع عليه من الغيوب، ج 1، ص 695، دار الكتب العلمية، بيروت)

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ”امارة الضبيان“ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے

ہیں: ”أَيُّ وَمِنْ حُكُومَةِ الصَّغَارِ الْجُهَالِ، كِيزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، وَأَوْلَادِ الْحَكَمِ بْنِ مَرْوَانَ، وَأَمْثَالِهِمْ۔۔۔ رَأَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنَامِهِ يَلْعَبُونَ عَلَى

مَنْبَرِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْمَلِكُ“ ترجمہ: ”امارة الصبیان“ سے مراد جاہل لڑکوں کی حکومت ہے جیسا کہ یزید بن معاویہ، حکم بن مروان کی اولاد اور ان جیسے دیگر، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں انہیں اپنے منبر پر کھیلنے دیکھا تھا۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الامارة القضاء، ج 6، ص 2418، دار الفکر، بیروت)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وَفِي هَذَا إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ أَوَّلَ الْأَغْلِيَمَةِ كَانَ فِي سَنَةِ سِتِّينَ وَهُوَ كَذَلِكَ فَإِنَّ يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ اسْتُخْلِفَ فِيهَا وَبَقِيَ إِلَى سَنَةِ أَرْبَعٍ وَسِتِّينَ“ ترجمہ: اس حدیث میں اشارہ ہے کہ ان چھوٹوں میں سے سب سے پہلا ساٹھ ہجری ہوگا، اور ایسا ہی ہوا کہ یزید بن معاویہ اس میں حکمران بنا، اور چونسٹھ ہجری تک باقی رہا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری، قولہ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ، ج 13، ص 10، دار المعرفۃ، بیروت)

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وَأُولَاهُمْ يَزِيدٌ عَلَيْهِ مَا يَسْتَحِقُّ وَكَانَ غَالِبًا يَنْزِعُ الشُّيُوخَ مِنْ إِمَارَةِ الْبُلْدَانِ الْكِبَارِ وَيُولِيهَا الْأَصَاغِرَ مِنْ أَقَارِبِهِ“ ترجمہ: ان لڑکوں میں سے سب سے پہلا یزید ہے، اس پر وہی ہو جس کا وہ مستحق ہے، غالب طور پر وہ بزرگ اور سمجھدار لوگوں کو بڑے بڑے شہروں کی حکومت سے ہٹا کر ان کی جگہ اپنے اقارب میں نو عمر کو مقرر کر دیتا تھا۔

(عمدة القاری شرح صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ، ج 24، ص 180، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(6) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَكُونُ خَلْفٌ مِنْ بَعْدِ السِّتِّينَ سَنَةً ۖ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ، وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غِيًّا ۖ)) ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: وہ ناخلف ساٹھ ہجری کے بعد



ہوں گے، وہ نمازیں ضائع کریں گے، شہوات کی پیروی کریں گے، عنقریب جہنم کی وادی غی میں ڈالے جائیں گے۔

(البدایۃ والنہایۃ، اخبارہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما وقع سالخ، ج 6، ص 256، ذار احیاء التراث العربی، بیروت)

## یزید کے بارے اہلسنت کا عقیدہ

**سوال:** یزید کے بارے میں اہل سنت کا کیا عقیدہ ہے؟

**جواب:** امام اہل سنت مجددین و ملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ یزید کے بارے میں عقیدہ اہل سنت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یزید پلید علیہ مابینہ من العزیز العجیز (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر وہی ہو جس کا وہ مستحق ہے) قطعاً یقیناً باجماع اہلسنت فاسق و فاجر و جری علی الکبائر تھا اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطلاق و اتفاق ہے، صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آبیہ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں: ﴿فَهِلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تَفْسُدُوا فِي الْاَرْضِ وَ تَقْطَعُوا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاصْمُھُمْ وَ اَعْمٰیْ اَبْصَارَهُمْ﴾ ترجمہ: کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسیبی رشتہ کاٹ دو، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی تو انھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ (پ 26، سورہ محمد، آیت 22)

شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا، حریم طہین و خود کعبہ معظمہ و روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے اذن و نماز رہی، مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ تابعین بے گناہ شہید کئے، کعبہ معظمہ پر پتھر

پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ طیبہ کی پاکدامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیرا ساذبح کیا، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے، سرانور کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ حرم محترم محذرات مشکوئے رسالت قید کئے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے، اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا، ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کافق و فجور نہ جانے، قرآن عظیم میں صراحتہ اس پر ﴿لَعَنَهُمُ اللَّهُ﴾ فرمایا۔ (ب 26، سورہ محمد، آیت 22)

لہذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت فرمایا کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں، اور بحال احتمال نسبت کبیر بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لبقولہ تعالیٰ: ﴿اللَّهُ تَعَالَىٰ كُفْرًا مِّنْ أَفْوَاهٍ﴾ (اس فرمان کی وجہ سے) ﴿فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غِيَاً مِّنْ تَابٍ﴾ ترجمہ: تو عنقریب دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے مگر جو تائب ہو گئے۔ (ب 16، سورہ سریم، آیت 59)

اور توبہ تادم غرغره (نزع کی حالت طاری ہونے سے پہلے تک) مقبول ہے اور اس سے عدم پر جزم (یقین) نہیں اور یہی احوط و اسلم (زیادہ محتاط اور زیادہ سلامتی والا) ہے، مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بد مذہبی صاف ہے، بلکہ انصاف یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شتمہ ہو۔“

حضرت امام احمد بن حنبل کے بیٹے حضرت صالح فرماتے ہیں: ”قلت لأبي إن قوما ينسبوننا إلى تولي يزيد فقال يا بني وهل يتولى يزيد أحد يؤمن بالله ولم لا يلعن من لعنه الله في كتابه فقلت وأين لعن الله يزيد في كتابه فقال في قوله تعالى ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ﴾“

ترجمہ: میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل سے عرض کیا کہ قوم آپ کو یزید کی دوستی کی طرف منسوب کرتے ہیں تو جواباً ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! کیا کوئی اللہ پر ایمان رکھنے والا ایسا بھی ہوگا جو یزید سے دوستی رکھے اور میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے، میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کہاں کی ہے؟ تو فرمایا: قرآن پاک کی اس آیت میں: کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی تو انھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

(الصواعق المحرقة، الخاتمة في بيان اعتقاد أهل سنة، ج 2، ص 635، مؤسسة الرسالة، لبنان)

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وَبَعْدَ اتِّفَاقِهِمْ عَلَى فَسْقِهِ اخْتَلَفُوا فِي جَوَازِ لَعْنِهِ بِخُصُوصِ اسْمِهِ فَأَجَازَهُ قَوْمٌ مِنْهُمْ ابْنُ الْجَوْزِيِّ وَنَقْلَهُ عَنْ أَحْمَدَ وَغَيْرِهِ“ ترجمہ: یزید کے فسق و فجور پر اتفاق ہے، اختلاف اس میں ہے کہ اس پر لعنت کرنا بالخصوص نام لے کر جائز ہے یا نہیں، ایک قوم نے اس پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیا ہے، ان میں سے علامہ ابن جوزی ہیں اور انہوں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے علاوہ سے اسے نقل کیا ہے۔

(الصواعق المحرقة، الخاتمة في بيان اعتقاد أهل سنة، ج 2، ص 634، مؤسسة الرسالة، لبنان)

نوفل بن ابی الفرات کہتے ہیں: ”كنت عند عمر بن عبد العزيز فذكر

رجل یزید فقال قال أمير المؤمنين يزيد بن معاوية فقال تقول أمير المؤمنين فأمر به فضرب عشرين سوطاً“ ترجمہ: میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس موجود تھا، ایک آدمی نے یزید کا تذکرہ کیا تو یوں کہا: امیر المؤمنین یزید بن معاویہ، تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسے فرمایا: تو یزید کو امیر المؤمنین کہتا ہے، تو آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا کہ اس میں (20) کوڑے مارے جائیں۔

(الصواعق المحرقة، الخاتمة فی بیان اعتقاد اہل سنت، ج 2، ص 633، 634، مؤسسة الرسالة، لبنان)  
علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”والبحق ان رضاء یزید بقتل الحسين واستبشاره بذلك واهانة اهل بيت النبي صلى الله تعالى عليه ولم مما تواتر معناه وان كان تفاصيلها احاد فنحن لا نتوقف فی شأنه بل فی ایمانه لعنة الله عليه وعلى انصاره واعوانه“ ترجمہ: اور حق یہ ہے کہ یزید کا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر راضی ہونا اور اہل بیت نبوت کی اہانت کرنا ان امور میں سے ہے جو تواتر معنوی کے ساتھ ثابت ہیں، اگرچہ ان کی تفصیل احاد ہیں، تو اب ہم توقف نہیں کرتے اس کے بارے میں بلکہ اس کے ایمان بارے میں، اللہ کی لعنت ہو اس پر، اس کے مددگاروں اور دوستوں پر۔

(شرح عقائد، ص 196، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

نبراس میں ہے: ”وبعضهم اطلق اللعن عليه منهم ابن الجوزی المحدث وصنف كتاباً سماه الرد على المتعصب العنيد المانع عن ذم اليزيد ومنهم الامام احمد بن حنبل ومنهم القاضي ابو يعلى“ ترجمہ: اور بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے، ان میں سے محدث ابن جوزی ہیں، جنہوں نے اس مسئلہ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام انہوں نے رکھا ہے: الرد على المتعصب العنيد المانع عن ذم اليزيد۔ اور ان میں سے امام احمد بن حنبل اور



قاضی ابویعلیٰ ہیں۔

(نبراس علی شرح العقائد، ص 553)

شارح صحیح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وقد أطلق

بعضهم فيما نقله المولى سعد الدين اللعن على يزيد لما أنه كفر حين أمر

بقتل الحسين، واتفقوا على جواز اللعن على من قتله أو أمر به أو أجازة

ورضى به، والسحق أن رضا يزيد بقتل الحسين واستبشاره بذلك وإهانته

أهل بيت النبي - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مما تواتر معناه وإن كان تفاصيلها آحادًا

فنحن لا نتوقف في شأنه بل في إيمانه لعنة الله عليه وعلى أنصاره وأعوانه

اھ“ ترجمہ: بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے، علامہ سعد الدین تفتازانی کا

یزید پر لعنت کرنا منقول ہے کیونکہ جب اس نے امام حسین کے قتل کا حکم دیا تھا وہ کافر

ہو گیا تھا، اور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ جس نے امام کو قتل کیا اور جس نے قتل کا حکم دیا

اور جس نے اجازت دی اور جو ان کے قتل پر راضی ہوا ان پر لعنت کرنا جائز ہے، اور حق

یہ ہے کہ یزید کا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر راضی ہونا اور اہل بیت

نبوت کی اہانت کرنا ان امور میں سے ہے جو تواتر معنوی کے ساتھ ثابت ہیں، اگرچہ

ان کی تفصیل احاد ہیں، تو اب ہم توقف نہیں کرتے اس کے بارے میں بلکہ اس کے

ایمان بارے میں، اللہ کی لعنت ہو اس پر، اس کے مددگاروں اور دوستوں پر۔

(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری باب ما قيل في قتال الروم، ج 5، ص 104، 105، المطبعة

الكبرى الاميرية، مصر)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لعن الله قاتله وابن زياد

منعه ويزيد أيضا. وكان قتله بكر بلاء، وفي قتله قصة فيها طول لا يحتمل

القلب ذكرها، فإنا لله وإنا إليه راجعون“ ترجمہ: امام حسین کے قاتل پر، ابن

زیاد پر اور یزید پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، امام حسین کربلا میں شہید ہوئے، آپ کی

شہادت کا قصہ طویل ہے، دل اس کے ذکر کا متحمل نہیں ہو سکتا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(تاریخ الخلفاء، یزید بن معاویہ، ج 1، ص 157، مکتبہ نزار مصطفی الباز)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: ”وَقَدْ رَوَى أَنَّ يَزِيدَ كَانَ قَدْ اَشْتَهَرَ

بِالْمَعَازِفِ وَشُرْبِ النِّخْرِ وَالْغِنَا وَالصَّيْدِ وَاتِّخَاذِ الْغُلَمَانِ وَالْقِيَانِ وَالْكَالِبِ وَالنَّطَّاحِ بَيْنَ الْكِبَاشِ وَالْدَّبَابِ وَالْقُرُودِ، وَمَا مِنْ يَوْمٍ إِلَّا يُصْبِحُ فِيهِ مَخْمُورًا، وَكَانَ يَشُدُّ الْقِرْدَ عَلَى فَرَسٍ مُسَرَّجَةٍ بِحَبَالٍ وَيُسَوِّقُ بِهِ، وَيُلْبِسُ الْقِرْدَ قَلَانِسَ الذَّهَبِ، وَكَذَلِكَ الْغُلَمَانُ، وَكَانَ يُسَاقُ بَيْنَ الْخَيْلِ، وَكَانَ إِذَا مَاتَ الْقِرْدُ حَزَنَ عَلَيْهِ. وَقِيلَ: إِنَّ سَبَبَ مَوْتِهِ أَنَّهُ حَبَلَ قِرْدَةً وَجَعَلَ يُنْقِزُهَا فَعَضَّتْهُ. وَذَكَرُوا عَنْهُ غَيْرَ ذَلِكَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِصِحَّةِ ذَلِكَ“ ترجمہ: تحقیق روایت کیا گیا کہ یزید آلات موسیقی، شراب پینے، گانے باجے سننے، شکار کھیلنے، بے ریش لڑکوں کو رکھنے، چھینے بجانے، کتوں کے رکھنے، سینگوں والے دنبوں، ریکھوں اور بندروں کو آپس میں لڑوانے میں مشہور تھا۔ اور کوئی دن ایسا نہ ہوتا جس دن وہ شراب سے مخمور نہ ہوتا، اور بندروں کو زین شدہ گھوڑوں پر باندھ کر دوڑاتا تھا، بندروں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں رکھتا تھا، ایسے ہی بے ریش لڑکوں کے سروں پر بھی، گھوڑوں کی دوڑھ کرواتا، جب کوئی بندر مر جاتا تو اسے اس کے مرنے کا بہت دکھ ہوتا۔ کہا گیا کہ اس کی موت کا سبب یہ تھا کہ اس نے ایک بندر اٹھایا ہوا تھا، اس کو اچھالتا تھا کہ اس نے اسے کاٹ دیا، مورخین نے اس کے علاوہ اور بھی بیان کیے ہیں، واللہ اعلم بصحة ذلك۔

(الہدایۃ والنہایۃ، ترجمہ یزید بن معاویہ، ج 8، ص 258، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

محدث و فقیہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”وَأَمَّا لَعْنُهُمْ فَلَا

يَحْزُرُ أَصْلًا بِخِلَافِ يَزِيدَ وَابْنِ زِيَادٍ وَأَمْثَالِهِمَا فَإِنَّ بَعْضَ الْعُلَمَاءِ جَوَزُوا

لعنہما بل الإمام أحمد بن حنبل قال يكفر يزيد لكن جمهور أهل السنة لا يجوزون لعنه حيث لم يثبت كفره عندهم۔ ترجمہ: حضرت امیر معاویہ پر لعنت بالکل جائز نہیں، بخلاف یزید، ابن زیاد اور ان جیسوں کے، کیونکہ بعض علماء نے ان پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے بلکہ امام احمد بن حنبل کفر یزید کے قائل ہیں، لیکن جمهور اہل سنت نے لعنت کو جائز نہیں کہا کیونکہ ان کے نزدیک اس کا کفر ثابت نہیں۔

(شرح الشفاء، فصل من سب آل بیتہ، ج 2، ص 552، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”یزید بے دولت اذا صاحب نیست در بد بختی او کرا سخن است کارے کہ آن بد بخت کردہ ہیج کافر فرنگ نہ کند بعضی از علماء اہل سنت کہ در لعن او توقف کردہ اند نہ آنکہ ازوے راضی اند بلکہ رعایت احتمال رجوع و توبہ کردہ اند“ ترجمہ: یزید بے دولت صحابہ میں سے نہیں، اس کی بد بختی میں کس کو کلام ہے، جو کام اس بد بخت نے کیے کوئی کافر فرنگی بھی نہ کرے گا، بعض علماء اہل سنت جو اس کے لعن میں توقف کرتے ہیں وہ اس سبب سے نہیں کہ وہ اس سے راضی ہیں بلکہ اس رعایت سے کہ رجوع و توبہ کا احتمال ہو سکتا ہے۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں: ”یزید بے دولت از ذمہ فاسقہ است“ ترجمہ: یزید بے دولت ذمہ فاسقین میں سے ہے۔

(مکتوبات شریف، ج 1، ص 251)

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”فما تمنع الحسين من بيعته لانه كان فاسقاً مدمناً للحم“ ترجمہ: امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بیعت کا انکار کیا کیونکہ وہ فاسق اور شرابی تھا۔

(سر التہادین، ص 12)

امام اہل سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”یزید کو اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہیں کریں گے اور خود نہ کہیں گے۔“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ج 1، ص 114)

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”والحق أن رضا یزید بقتل الحسين واستبشاره بذلك وإهانتة أهل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مما تواتر معناه“ ترجمہ: حق یہ ہے کہ یزید کی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت میں رضا مندی تھی اور وہ اس پر خوش بھی تھا۔ اس کا اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہانت کرنا تو اثر معنوی سے ثابت ہے۔

(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب ما قبل فی قتال الروم، ج 5، ص 104، المطبعة الکبریٰ الأمیریة، مصر)

## واقعہ حرہ

### سوال: واقعہ حرہ کیا ہے؟

**جواب:** یہ بھی یزید کے سیاہ کارناموں میں سے ایک ہے، واقعہ یوں ہے کہ مدینہ منورہ سے ایک وفد یزید کے پاس گیا، اس نے ان کی خاطر مدارت کی، انعامات دیئے، مگر جب اس وفد نے جب یزید پلید کے ناپاک افعال (شراب خوری، گانے باجے وغیرہ) دیکھے تو واپس آ کر انہوں نے اس کی بیعت توڑ دیئے، دیگر بھی اہل مدینہ نے ایسا کیا۔ علامہ سمهودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”فلما رجع الوفد أظهروا شتم یزید، وقالوا: قد منا من عند رجل ليس له دين، يشرب الخمر، ويعزف بالطناير، ويلعب بالكلاب؛ وإنا نشهدكم أنا قد خلعناه“ ترجمہ: جب وفد لوٹا تو اس نے انہوں نے یزید کی برائیاں ظاہر کیں اور کہا کہ ہم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہیں جس کا کوئی دین نہیں، شراب پیتا ہے، طنبورے بجاتا ہے، کتوں



کے ساتھ کھیلتا ہے، ہم تمہارے سامنے گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے اس کی بیعت توڑ دی۔  
(وفاء الوفاء مسیب نعمة یزید بن معاویہ، ج 1، ص 103، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وإسرافه في المعاصي خلعه أهل المدينة فقد أخرج الواقدي من طرق أن عبد الله بن حنظلة الغسيل قال والله ما خرجنا على يزيد حتى خفنا أن نرعى بالحجارة من السماء أن كان رجلاً ينكح أمهات الأولاد والبنات والأخوات ويشرب الخمر ويدع الصلاة“ ترجمہ: اس کے معاصی کی وجہ سے اہل مدینہ نے اس کی نسبت توڑ دی، واقدی نے کئی طرق کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ نے فرمایا: خدا کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے جب ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کی وجہ سے ہم پر آسمان سے پتھر نہ برس پڑیں کیونکہ یہ شخص (یزید) ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح جائز قرار دیتا تھا، شراب پیتا تھا اور نمازیں چھوڑتا تھا۔

(الصواعق المحرقة، الخاتمة في بيان اعتقاد أهل سنة، ج 2، ص 634، مؤسسة الرسالة، لبنان)  
اس بیعت توڑنے پر اس خبیث نے کیا کیا سنئے، امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اس خبیث نے مسلم بن عقبہ مری کو (ایک بڑے لشکر کے ساتھ) مدینہ سکینہ پر بھیج کر سترہ (17) مہاجرین و انصار و تابعین کبار کو شہید کرایا اور اہل مدینہ لوٹ اور انواع مصائب میں مبتلا رہے اور فوج اشقیاء نے مسجد اقدس میں گھوڑے باندھے اور کسی کو وہاں نماز نہ پڑھنے دی، اہل حرم سے یزید کی غلامی پر بہ جبر بیعت لی کہ چاہے نیچے چاہے آزاد کرے، جو کہتا میں خدا اور رسول کے حکم پر بیعت کرتا ہوں اسے شہید کرتے، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر کی بے

حرمتی کر چکے، خانہ خدا پر چلے، واہ میں مسلم بن عقبہ مر گیا، حصین بن نمیر نے مع فوج کثیر مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ کو جلا دیا اور وہاں رہنے والوں پر طرح طرح کا ظلم و ستم کیا۔“

(احسن الوعاء، ص 52)

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وَوَقَعَ مِنْ ذَلِكَ الْجَيْشُ مِنَ الْقَتْلِ وَالْفَسَادِ الْعَظِيمِ وَالسَّبْيِ وَإِيَاخَةَ الْمَدِينَةِ مَا هُوَ مَشْهُورٌ حَتَّى فُضَّ نَحْوُ ثَلَاثِمِائَةِ بَكَرٍ وَقَتْلُ مِنَ الصَّحَابَةِ نَحْوُ ذَلِكَ وَمِنْ قِرَاءِ الْقُرْآنِ نَحْوُ سَبْعِ مِائَةِ نَفْسٍ وَأُبِيحَتِ الْمَدِينَةُ أَيَّامًا وَبَطَلَتِ الْجَمَاعَةُ مِنَ الْمَسْجِدِ النَّبَوِيِّ أَيَّامًا وَأُخِيفَتِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ أَيَّامًا فَلَمْ يُمَكَّنْ أَحَدًا دُخُولَ مَسْجِدِهَا حَتَّى دَخَلَتْهُ الْكِلَابُ وَالذَّنَابُ وَبَالَتْ عَلَى مَنْبَرِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصْدِيقًا لِمَا أَخْبَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَرْضَ أَمِيرُ ذَلِكَ الْجَيْشِ إِلَّا بِأَنْ يَبَايَعُوهُ لِيَزِيدَ عَلَى أَنْهُمْ خَوْفٌ لَهُ إِنْ شَاءَ بَاعَ وَإِنْ شَاءَ أَعْتَقَ فَذَكَرَ لَهُ بَعْضُهُمُ الْبَيْعَةَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ وَسَنَةِ رَسُولِهِ فَضْرَبَ عُنْقَهُ وَذَلِكَ فِي وَقْعَةِ الْحَرَّةِ السَّابِقَةِ ثُمَّ سَارَ جَيْشُهُ هَذَا إِلَى قِتَالِ ابْنِ الزَّبِيرِ فَرَمَوْا الْكَعْبَةَ بِالْمَنْجْنِيقِ وَأَحْرَقُوهَا بِالنَّارِ فَأَيُّ شَيْءٍ أَعْظَمَ مِنْ هَذِهِ الْقَبَائِحِ الَّتِي وَقَعَتْ فِي زَمَنِهِ نَاشِئَةٌ عَنْهُ وَهِيَ مُصَدِّقُ الْحَدِيثِ السَّابِقِ لَا يَزَالُ أَمْرُ أُمَّتِي قَائِمًا بِالْقِسْطِ حَتَّى يَثْلُمَهُ زَجَلٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةٍ يُقَالُ لَهُ يَزِيدٌ“ ترجمہ: (یزید نے جو لشکر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا) اس لشکر سے قتل و غارت، عظیم فتنہ و فساد، قیدی بنانا اور مدینہ منورہ کی حرمت پا مال کرنے کو مباح کرنا واقع ہوا ہے جیسا کہ مشہور ہے، یہاں تک کہ تین سو پانچ سو کنواری لڑکیاں حاملہ ہو گئیں، اتنے ہی صحابہ کرام علیہم السلام شہید کر دیئے گئے، سات سو کے قریب قاری قرآن شہید کر دیئے گئے، کئی دن تک مدینہ کو مباح کر دیا گیا، مسجد

نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی دن تک نماز کی جماعت نہ ہوئی،

اہل مدینہ کو کئی دن تک خوف میں مبتلا رکھا گیا، کسی کے لیے ممکن نہ تھا کہ مسجد نبوی میں داخل ہو، یہاں تک کہ مسجد شریف میں کتے اور بھیڑیے داخل ہوئے اور (معاذ اللہ) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک منبر پر پیشاب کیا، اس میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق ہے کہ آپ نے اس کی پہلے سے خبر دے دی تھی، لشکر کا امیر اہل مدینہ سے صرف اس بات پر راضی ہوتا کہ وہ یزید کی اس طرح بیعت کریں کہ اگر وہ چاہے تو انہیں بیچ دے چاہے تو آزاد کر دے، بعض لوگوں نے یہ کہا کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول پر بیعت کرتے ہیں تو اس نے ان کی گردنوں کو اڑا دیا، یہ حرہ سابقہ کے واقعہ میں ہے، پھر یہ لشکر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قتال کے لیے (نکد مکرمہ کی طرف) روانہ ہوا، انہوں نے (العیاذ باللہ) منجنيق سے کعبہ معظمہ پر پتھر برسائے، اور اسے آگ سے جلایا، اس (یزید) کے زمانے میں اس کی طرف سے واقع ہونے والی ان قباحتوں سے بڑھ کر کون سے قباحت ہوگی، یہ اس حدیث کا مصداق ہے جس میں فرمایا: میری امت (کی حکومت) کا معاملہ عدل کے ساتھ قائم رہے گا، یہاں تک کہ جو پہلا شخص اسے تباہ و برباد کرے گا وہ بنی امیہ سے ہوگا اور اسے یزید کہا جائے گا۔

(الصواعق المحرقة، الخاتمة فی بیان اعتقاد اہل سنہ، ج 2، ص 636، 637، مؤسسة الرسالة، لبنان)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وَلَمَّا فَعَلَ يَزِيدُ بِأَهْلِ الْمَدِينَةِ مَا

فَعَلَ مَعَ شَرِبِهِ الْخَمْرَ وَإِتْيَانِهِ الْمُتَنَكِّرَاتِ اشْتَدَّ عَلَيْهِ النَّاسُ وَخَرَجَ عَلَيْهِ غَيْرَ وَاحِدٍ وَلَمْ يَبَارِكِ اللَّهُ فِي عَمْرِهِ“ ترجمہ: جب یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ شراب بھی پیتا تھا اور دیگر گناہ بھی کرتا تھا تو

لوگ اس کے شدید خلاف ہو گئے، اور متعدد لوگ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر میں برکت نہ دی۔

(الصواعق المحرقة، الخاتمة فی بیان اعتقاد اہل سنت، ج 2، ص 634، مؤسسة الرسالة، لبنان)

اس خبیث نے اہل مدینہ کے ساتھ ایسا سلوک کیا، حالانکہ احادیث میں اہل مدینہ کے ساتھ برا سلوک کرنے کی سخت وعیدیں موجود ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((مَنْ أَرَادَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ بِسُوءٍ، أَذَابَهُ اللَّهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ)) ترجمہ: جو اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ایسے پگھلا دے گا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔

(صحیح مسلم، باب من اراد اہل المدینة بسوء، ج 2، ص 1008، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اسی صحیح مسلم میں ہے، رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((وَلَا يُرِيدُ أَحَدُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ بِسُوءٍ إِلَّا أَذَابَهُ اللَّهُ فِي النَّارِ ذُوبَ الرَّصَاصِ، أَوْ ذُوبَ الْمِلْحِ فِي الْمَاءِ)) ترجمہ: جو شخص بھی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں سیسے کی طرح پگھلا دے گا یا پانی میں نمک کی طرح پگھلا دے گا۔

(صحیح مسلم، باب فضل المدینة ودعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 2، ص 992، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

صحیح ابن حبان میں ہے، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ أَخَافَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَخَافَهُ اللَّهُ)) ترجمہ: جو اہل مدینہ کو ڈرائے گا اللہ تعالیٰ اسے خوف زدہ کرے گا۔

(صحیح ابن حبان، ذکر الیمان بان اللہ جل وعلا یخوف من۔ الخ، ج 9، ص 55، مؤسسة الرسالة، بیروت)



**سوال:** یزید کی نسبت لفظ یزید پلید کا لکھنا یا کہنا از روئے شریف جائز ہے

یا نہیں؟ یزید کی نسبت رحمۃ اللہ علیہ کہنا درست ہے یا نہیں؟

**جواب:** یزید بیشک پلید تھا، اسے پلید کہنا اور لکھنا جائز ہے، اور اسے رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ نہ کہے گا مگر نا صبی کہ اہل بیت رسالت کا دشمن ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 14، ص 603، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** یزید بخشا جائے گا یا نہیں؟

**جواب:** یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین قول ہیں، امام

احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی، اور امام غزالی وغیرہ مسلمان، تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہوگی، اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ نہ ہم مسلمان کہیں گے نہ کافر۔ لہذا ہم بھی سکوت کریں گے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 14، ص 682، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** کیا یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کو کندھے پر اٹھا کر گزرے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخی، ہشتی کے کندھے پر سوار ہے۔

**جواب:** یہ روایت درست نہیں کیونکہ یزید حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے وصال فرمانے کے تقریباً پندرہ سولہ سال بعد پیدا ہوا۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”یزید بن معاویہ ابو خالد الاموی ولد سنة خمس او ست وعشرین“ ترجمہ: یزید 25 یا 26 ہجری کو پیدا ہوا۔

(تاریخ الخلفاء، ص 164، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

فقہ ملت مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”عوام میں جو مشہور

ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کو

کندھے پر لئے جا رہے ہیں تو حضور نے فرمایا جنتی جہنمی کو لئے جا رہے ہیں۔ یہ صحیح نہیں اس لئے کہ یزید حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال فرمانے کے تقریباً 15 سال بعد 25ھ میں پیدا ہوا۔“ (خطبات محرم، ص 305، شبیر برادز، لاہور)

### مسلمان کو یزید کھنا کیسا؟

**سوال:** ایک شخص نے کسی مسلمان کو یزید کہا، کیا حکم ہے؟

**جواب:** اگر بلا وجہ شرعی کہا سخت گنہ گار ہوا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا ((من اذی مسلماً فقد اذنی ومن اذنی فقد اذی اللہ)) جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دیا اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ (فتاویٰ رضویہ، ج 14، ص 604، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** ہمراہیان یزید کو لعین مردود کا فر کھنا کیسا ہے؟

**جواب:** ہمراہیان یزید یعنی جوان مظالم ملعونہ میں اس کے مدد و معاون

تھے ضرور خبیث و مردود تھے، اور کافر و ملعون کہنے میں اختلاف ہے، ہمارے امام کا مذہب سکوت ہے، اور جو کہے وہ بھی مورد الزام نہیں کہ یہ بھی امام احمد وغیرہ بعض ائمہ اہلسنت کا مذہب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 508، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

### کیا یزید جنتی ہے؟

**سوال:** بعض لوگ کہتے ہیں کہ یزید جنتی ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ

سب سے پہلے جو قسطنطنیہ پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے اور سب سے پہلے حملہ کرنے والا یزید ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

**جواب:** یزید پلید جس نے مسجد نبوی اور بیت اللہ شریف کی سخت بے حرمتی

کی جس نے ہزاروں صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا بے گناہ قتل عام کیا، مدینہ

طیبہ کی پاک دامن عورتوں کو تین شبانہ روز اپنے لشکر پر حلال کیا اور فرزند رسول جگر گوشہ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر پیاسا ذبح کیا ایسے بد بخت مرد و کو جو لوگ بخشا بخشایا ہوا پیدائشی جنتی کہتے ہیں اور ثبوت میں بخاری شریف کی حدیث بیان کرتے ہیں وہ اہل بیت رسالت کے دشمن اور خارجی اور یزیدی ہیں، ان باطل پرستوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جب یزید کی بخشش اس کا جنتی ہونا ثابت ہے تو امام حسین کا ایسے شخص کی بیعت نہ کرنا اور اس کے خلاف علم جنگ بلند کرنا بغاوت ہے اور اس فتنہ و فساد کی ذمہ داری انہیں پر ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

یہ لوگ جس حدیث کو یزید پلید کے جنتی ہونے کے متعلق پیش کرتے ہیں اس کے اصل الفاظ یہ ہیں ((قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لہم)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب ما قبل فی قتال الروم، جلد 4، صفحہ 42، دار طوق النجاة)

اللہ کے محبوب و انائے خفاء و غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بحق ہے لیکن قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا یزید ہے ان لوگوں کا یہ دعویٰ غلط ہے اس لئے کہ یزید نے قسطنطنیہ پر کب حملہ کیا اس کے بارے میں 4 اقوال ہیں: 49ھ، 50ھ، 52ھ، 55ھ جیسا کہ کمال ابن اثیر جلد سوم ص 131، بدایہ والنہایہ جلد 8 ص 23، عینی شرح بخاری جلد 14 اوزا ص 405 میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یزید 49ھ سے 55ھ تک قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک ہوا چاہے سپہ سالار وہ رہا ہو یا حضرت سفیان بن عوف سپہ سالار ہوں اور وہ معمولی سپاہی رہا ہو۔

مگر قسطنطنیہ پر اس سے پہلے حملہ ہو چکا تھا جس کے سپہ سالار حضرت عبد الرحمن بن خالد بن ولید تھے اور ان کے ساتھ حضرت ابویوب انصاری بھی تھے۔ رضی اللہ عنہم جیسا کہ ابوداؤد میں حدیث ہے ((عن اسلم بن ابی عمران قال غزونا من المدینة نريد القسطنطنية وعلى الجماعة عبد الرحمن بن خالد بن الوليد الخ)) ترجمہ: حضرت ابو عمران اسلم کہتے ہیں کہ ہم نے مدینہ سے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے غزوے میں شرکت کی اس وقت عبد الرحمن بن خالد بن ولید امیر تھے۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، جلد 2 صفحہ 215 دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور حضرت عبد الرحمن بن خالد کا انتقال 46ھ یا 47ھ میں ہوا جیسا کہ ہدایہ و نہایہ جلد 8 ص 31، کائل ابن اثیر جلد سوم ص 229 اور اسد الغابہ جلد سوم ص 440 میں ہے۔

ابوداؤد کی روایت اور عبد الرحمن بن خالد کی تاریخ وفات کو ملانے سے معلوم ہوا کہ قسطنطنیہ پر 46ھ یا 47ھ میں پہلا حملہ ہوا، اور تاریخ کی معتبر کتابیں شاہد ہیں کہ یزید قسطنطنیہ کی ایک جنگ کے علاوہ کسی جنگ میں شریک نہیں ہوا۔

معلوم ہوا کہ حضرت عبد الرحمن نے قسطنطنیہ پر جو پہلا حملہ کیا اس میں یزید شریک نہیں تھا اور حدیث ((اول جیش من امتی الخ)) میں یزید داخل ہی نہیں، جب وہ داخل ہی نہیں تو اس حدیث کی بشارت کا وہ مستحق کیسے ہوگا؟

چونکہ ابوداؤد صحاح ستہ میں سے ہے اس لئے عام کتب تاریخ کے مقابلے میں اس کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔

رہی یہ بات کہ حضرت ابویوب انصاری کا انتقال اس جنگ میں ہوا جس کا سپہ سالار یزید تھا تو اس میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ قسطنطنیہ کا پہلا حملہ جو حضرت عبد الرحمن کی سرکردگی میں ہوا آپ اس میں شریک رہے پھر بعد میں اس لشکر میں

شریک ہوئے جس کا سپہ سالار یزید تھا تو قسطنطنیہ میں آپ کا انتقال ہو گیا اس لئے کہ قسطنطنیہ پر متعدد بار اسلامی لشکر حملہ آور ہوا ہے۔

اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والے لشکر میں یزید بھی شامل تھا پھر بھی یہ بات ثابت نہیں ہوگی کہ اس کے سارے کرتوت معاف ہو گئے اور وہ جنتی ہے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ ((مؤمن مسلمین يلتقيان فيتصافحان الا غفر لهما قبل ان يتفرقا)) ترجمہ: جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ان کو بخش دیا جاتا ہے۔

(جامع الترمذی، باب ما جاء في المصافحة، ج 4، ص 75، مصطفى البابی، مصر)

اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ ((من فطر فيه صائما كان له مغفرة لذنوبه)) ترجمہ: جو کوئی اس مہینے میں روزہ دار کو روزہ افطار کرائے تو یہ اس کے گناہوں کے لئے مغفرت ہے۔

(مشکوٰۃ النصاب، ج 1، ص 612، المکتب الاسلامی، بیروت)

اور سرکار کی یہ حدیث بھی ہے کہ ((یغفر لامته في آخر ليلة من رمضان)) ترجمہ: روزہ وغیرہ کے سبب ماہ رمضان کی آخری رات میں اس امت کو بخش دیا جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، ج 1، ص 614، المکتب الاسلامی، بیروت)

لہذا اگر ان لوگوں کی بات مان لی جائے تو ان احادیث کریمہ کا مطلب یہ ہو گا کہ مسلمان سے مصافحہ کرنے والے، روزہ دار کو افطار کروانے والے، اور ماہ رمضان میں روزہ رکھنے والے سب بخشے بخشائے جنتی ہیں۔ اب اگر وہ حرمین طہین کی بے حرمتی کریں معاف، کعبہ کو معاذ اللہ کھود کر پھینک دیں معاف، مسجد نبوی میں غلاظت ڈالیں معاف، ہزاروں بے گناہوں کو قتل کریں معاف، یہاں تک کہ اگر سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں پر پاروں کو معاذ اللہ تین دن بھوکا پیاسا رکھ کر فوجی کھود دیں



وہ بھی معاف، اور جو چاہیں کریں سب معاف۔ نعوذ باللہ من ذلك

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد 2، صفحہ 711، شبیر برادرز، لاہور)

بلکہ حدیث قسطنطنیہ والی بشارت اور دیگر احادیث میں موجود بشارتوں کو پانے کے لیے اہل مغفرت میں سے ہونا شرط ہے۔ بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری میں علامہ عینی اس مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”فإن قلت: قال صلى الله عليه وسلم، في حق هذا الجيش: مغفور لهم۔ قلت: لا يلزم، من دخوله في ذلك العموم أن لا يخرج بدليل خاص، إذ لا يختلف أهل العلم أن قوله صلى الله عليه وسلم: مغفور لهم، مشروط بأن يكونوا من أهل المغفرة حتى لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذلك لم يدخل في ذلك العموم فدل على أن المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم“ یعنی اگر تو کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لشکر کے متعلق بخشش کی بشارت دی ہے تو میں نے کہا کہ اس عمومی بشارت سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسے دلیل خاص سے نہ نکالا جائے۔ اس لئے کہ اہل علم کا اس میں اختلاف نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کے مغفور ہونے کے متعلق فرمان اس پر مشروط ہے کہ وہ اہل مغفرت بھی ہوں۔ اگر کوئی اس غزوہ کے بعد ارتداد کر لے تو وہ وہ ہرگز اس عمومی بشارت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ یہ اس پر دلیل ہے کہ مغفور وہی ہے جس میں مغفور ہونے کی شرط پائی جائے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب ما قيل في قتال الروم، ج 14، ص 199، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

**سوال:** جو شخص امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید کے بارے میں یوں

کہے کہ ”ہمیں ان کے معاملہ میں کیا دخل؟ ہمارے وہ بھی شہزادے، وہ بھی شہزادے“ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

**جواب:** حضرات حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یقیناً اعلیٰ درجہ شہدائے کرام سے

ہیں، ان میں کسی کی شہادت کا منکر گمراہ، بد دین، خاسر ہے۔ یزید پلید فاسق فاجر مرتکب کبائر تھا، معاذ اللہ اس سے اور ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا نسبت...؟! آج کل جو بعض گمراہ کہتے ہیں کہ: ہمیں ان کے معاملہ میں کیا دخل؟ ہمارے وہ بھی شہزادے، وہ بھی شہزادے۔ ایسا بکنے والا مردود، خارجی، ناصبی مستحق جہنم ہے۔ ہاں! یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علمائے اہل سنت کے تین قول ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک سُنُّوْت، یعنی ہم اسے فاسق فاجر کہنے کے سوا، نہ کافر کہیں، نہ مسلمان۔

(بہار شریعت، حصہ 1، ص 261، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

## فصل سوم: معاملہ قرطاس

**سوال:** حدیث قرطاس کون سی ہے اور اس کا معاملہ کیا ہے؟

**جواب:** حدیث قرطاس یہ ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

روایت ہے، فرماتے ہیں (( لَمَّا خَضِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ

فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمَّ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا

لَا تَضِلُّونَ بَعْدَهُ فَقَالَ عُمَرُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ

الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوا

مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرَّبُوا يَكْتُبُ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا لَنْ

تَضِلُّوا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا اكْتَرَوْا اللَّغْوَ وَالْاِخْتِلَافَ

عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمُوا اقَالُوا

عَبِيدَ اللَّهِ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ الرِّزْيَةَ كُلَّ الرِّزْيَةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الْكِتَابَ مِنْ اخْتِلَافِهِمْ

وَلِغَطْمٍ)) ترجمہ: جب حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کا وقت آیا تو

اس وقت حجرہ مبارک میں کئی اشخاص موجود تھے جن میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی

تھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لاؤ میں تمہیں ایک ایسی بات لکھ دوں کہ تم

اس کے بعد گمراہ نہیں ہو گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم پر درد کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے۔ ہمیں اللہ کی کتاب کافی

ہے۔ پھر (اس مسئلہ میں) گھروالوں کا اختلاف ہوا۔ اور وہ آپس میں بحث کرنے

لگے۔ بعض کا یہ کہنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کاغذ اور قلم دوتا کہ وہ تمہیں ایسی

چیز لکھ دیں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو سکو۔ اور بعض کا وہی کہنا تھا جو حضرت عمر رضی اللہ

نعمانی رحمہ نے کہا (یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پروردگار کا غلبہ ہے لہذا لکھنے کی تکلیف نہ دی جائے) جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ان کا اختلاف بڑھ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھ جاؤ۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے بڑی پریشانی کی بات وہ بحث مباحثہ تھی جو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لکھوانے کے درمیان حائل ہو گئی تھی۔

(صحیح بخاری، ج 1، ص 21، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی ☆ صحیح مسلم، ج 2، ص 43، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اس حدیث پاک کو لے کر بعض بد مذہب یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کاغذ و قلم منگوا یا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خلافت بلا فصل کی وصیت لکھ کر دیں لیکن (نعوذ باللہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھنے نہیں دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ حالانکہ یہ تراہتان ہے۔ اس کا تفصیلی جواب درج ذیل ہے:

(1) بالفرض مان لیا جائے کہ یہ نافرمانی تھی تو پھر اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہی تخصیص کیوں ہے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا قلم و دوات کا تو وہاں پر اہل بیت بھی موجود تھے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں لائے تو اہل بیت میں سے کوئی لے آتا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ((اثنتونین)) میرے پاس لاؤ۔ یہ صیغہ جمع کا ہے تو قلم و دوات لانے کا حکم سب کو تھا۔ جن میں حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں جو وہاں موجود تھے۔ اگر قلم و دوات لا کر نہ دینا نافرمانی ہے جیسا کہ تم کہتے ہو پھر (نعوذ باللہ) حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما بھی نافرمان ہوئے اس کا جواب تم پر ہے۔ اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہی تخصیص نہیں تو تم نے کیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہی مخاطب متعین کر دیا؟

بلکہ مسند امام احمد بن حنبل میں موجود ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ((عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال امرنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اتیہ بطبق یکتب فیہ مالا تضل امتہ من بعدہ قال فخشیت ان تفوتنی نفسہ قال قلت انی احفظ واعی قال اوصی بالصلوة والزکوۃ وما ملکک ایمانکم)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ایک طبق لے کر آؤں جس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسی چیز لکھ کر دیں۔ جس کی وجہ سے آپ کی امت آپ کے بعد گمراہ نہ ہوگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں (میں طبق لینے جاؤں اور) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال نہ فرما جائیں تو میں نے عرض کی کہ میں اسے حفظ کر لوں گا اور محفوظ کر لوں گا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں نماز، زکوۃ، اور غلاموں اور باندیوں (کے ساتھ حسن سلوک) کی وصیت کرتا ہوں۔

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد 1، ص 90، مکتب اسلامی، بیروت)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معین طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا جب کہ گزشتہ حدیث میں تو ((اثتونی)) کا خطاب معین طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں تھا۔ بلکہ اس مجلس میں موجود تمام لوگوں کو تھا۔ اب اس کو نافرمانی پر محمول کرنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ یہاں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ طبق نہیں لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خطاب میں معین ہیں تو پھر بدرجہ اتم (نحوذ باللہ) نافرمان ہوئے۔

(2) حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے موافقین کا قلم اور روایت نہ لا کر دینا کسی عناد اور معصیت کی بنا پر نہیں تھا بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو درد کی وجہ سے شدید تکلیف ہو رہی ہے اور اس حالت میں لکھوانے سے آپ



صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہیں زیادہ تکلیف نہ ہو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا ((حسبنا کتاب اللہ)) کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شدت کی محبت کی بنا پر تھا۔ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لکھنے سے زیادہ تکلیف نہ ہو یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر کیا کہ جب کفار قریش نے ((محمد رسول اللہ)) لکھنے پر اعتراض کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم لفظ ((رسول اللہ)) کو مٹا دو۔ جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شدت محبت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی ((لا واللہ لا امحوک ابداً)) ترجمہ: نہیں اللہ کی قسم میں آپ کا اسم گرامی نہیں مٹاؤں گا۔

(صحیح بخاری، ج 1، ص 372، قدیمی کتب خانہ، کراچی، صحیح مسلم، ج 2، ص 114، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اب کوئی عقل کا اندھا اس بات کو لے کر کہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے تو اس کی عقل پر سوائے ماتم کے اور کچھ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جس نے بھی عقل سے حصہ پایا ہے وہ یہی کہے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو پورا نہ کیا محض آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور عشق محبت کی شدت کی وجہ سے نہ کہ نافرمانی کی وجہ سے۔

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ گمان تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں اس وقت تک ظاہری طور پر نہیں چھوڑ کر جائیں گے جب تک منافقین کو تہس نہس نہ کر لیں اور فاروس و روم پر اسلام کے جھنڈے نہ گاڑ دیں۔ تو آپ کا خیال یہ تھا کہ بعد میں جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تندرست ہو جائیں گے اس وقت لکھوالیں گے۔ اس توجیہ کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو امام محمد بن سعد واقدی نے اپنی کتاب ”طبقات کبریٰ“ میں نقل کیا ہے کہ ((عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ

نعمانی علیہ وسلم قال فی مرضه الذی مات فیہ ائتونی بدواة و صحيفة اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده ایدا قتل عمر بن الخطاب من لفلاة وفلاة مدائن روم؟ ان رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس بمیت حتیٰ (نفتتحتها) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں فرمایا۔ مجھے دوات اور کاغذ لا کر دو۔ میں تم کو ایسی چیز لکھ کر دوں گا جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا فلاں فلاں اور روم کے شہروں کا کیا ہو گا جب تک ہم ان شہروں کو فتح نہ کر لیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال نہیں فرمائیں گے۔

(الطبقات الکبریٰ، ج 2، ص 244، مطبوعہ بیروت)

اس حدیث شریف سے بالکل واضح ہو گیا کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہی خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابھی وصال نہیں فرمائیں گے تو ہمیں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں جب آپ صحت یاب ہو جائیں گے تو پھر لکھوا لیں گے۔ ابھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شدید علیل ہیں اس حالت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کچھ لکھوانے کی زحمت دینا سوائے تکلیف دینے کے کچھ نہیں۔

(4) جب حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قلم اور دوات لانے کا حکم دیا تو کوئی صحابی قلم اور دوات نہ لایا تو پھر صحابہ کرام کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لکھوانے کی زحمت نہیں دینی چاہیے۔ یہ ایک مشورہ تھا اور صحابہ کرام جو وہاں موجود تھے انھوں نے اس سے اتفاق کیا اور یہ نہیں کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قلم اور دوات لانے کا حکم دیا ہے اور آپ کہتے ہو کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے کیونکہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالیشان سن رکھا تھا کہ ((ان الله

تعالیٰ وضع الحق علی لسان عمر)) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق کو جاری کر دیا ہے۔

(سنن ابی داؤد ج 2، ص 62، حدیث 2962، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، لاہور ☆ جامع ترمذی، ج 2، ص 687، مکتبہ رحمانیہ، لاہور ☆ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، ص 356، حدیث 31959، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اس لیے صحابہ کرام خاموش رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا ترجمان تسلیم کر لیا۔

(5) کئی مقامات ایسے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلکہ کئی صحابہ کرام نے اپنی رائے پیش کی۔ اگر انکی رائے صحیح ہوتی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشورہ کے طور پر قبول فرما لیتے ورنہ رد فرما دیتے تھے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں موجود ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی تعلین مبارک دے کر یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جو شخص دل کے پختہ ارادے سے ((لا الہ الا اللہ)) کی گواہی دے تو اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور مشورہ دیا کہ ((فخلہم یعملون)) یعنی لوگوں کو عمل کرنے دیں یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ بشارت سن کر لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر عمل کرنا چھوڑ دیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس رائے کو قبول فرمایا۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر جو شرائط طے ہوئیں ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ اپنی ساری شرائط منوار ہے ہیں اور ہماری شرائط نہیں مان رہے ہیں، ہمیں بھی کچھ منوانی چاہئیں لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا اور مستقبل کے حالات کی طرف نظر کرتے ہوئے انہی شرائط پر صلح کر لی۔ اسی طرح

عبداللہ بن ابی ابن سلول کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت اصرار کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا جنازہ نہ پڑھائیں۔ لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی رائے کو قبول نہ کیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔

لہذا اگر قرطاس کے معاملہ میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے درست نہ ہوتی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی ضرورت ردید کرتے اور اتنے اہم اور ضروری امر کا لکھوانا نہ چھوڑتے۔

(6) حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام علیہم السلام کی رائے یہ تھی کہ ((انتہونی)) والا حکم وجوب کیلئے نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زیادہ بہتر کام کی طرف متوجہ فرمایا ہے لہذا صحابہ کرام نے اس حالت میں حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مشقت میں ڈالنے کو پسند نہ کیا کیونکہ ان کے ذہن قرآن مجید کی یہ آیات مقدسہ مستحضر تھیں۔ ﴿ما فرطنا فی الكتاب من شیء﴾ ترجمہ: ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی (یعنی ہر چیز بیان کر دی ہے)۔

(بارہ 7، سورۃ الانعام، آیت 38)

قرآن مجید میں دوسری جگہ یہ مذکور ہے کہ ﴿ثبانا لکل شیء﴾ ترجمہ: یہ (قرآن) ہر چیز کا روش بیان ہے۔

(بارہ 14، سورۃ النحل، آیت 89)

اس وجہ سے حضرات صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کوئی جرح نہیں کی۔ جب انہوں نے یہ کہا کہ ((حسبنا کتاب اللہ)) ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔

(7) قلم اور کاغذ نہ لا کر دینے پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی عتاب کیا

نہ کوئی تزدید کی۔ البتہ اس مسئلہ میں بحث کرنے والوں سے فرمایا میرے پاس سے اٹھ

جاؤ۔ کیونکہ اس بارگاہ میں بیٹھ کر بحث کرنا غیر مناسب ہے۔ جتنی بات نامناسب تھی (نبی علیہ السلام) کی بارگاہ میں بیٹھ کر آپس میں باتیں کرنا) اس کے کرنے پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ٹوک دیا۔ اگر قلم و کاغذ نہ لا کر دینا بھی درست نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور ٹوکتے لیکن آپ نے تو نہیں ٹوکا۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ کوئی غلط بات نہیں تھی۔

(8) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ ابھی چند ہی ماہ پہلے میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو اعلان کیا۔ ﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾ ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا۔

(پارہ 6، سورۃ المائدہ، آیت 3)

تو اب صحابہ کرام کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ آیا وہ اس دین کو کامل سمجھتے بھی ہیں کہ نہیں۔ تو قربان جاؤں حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر جنہوں نے صحابہ کرام کی ترجمانی کرتے ہوئے ﴿حسبنا کتاب اللہ﴾ کہا اور کامیاب ہوئے۔

(9) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس چیز کو لکھوانا چاہتے تھے اگر وہ مسلمانوں کے حق میں بہتر اور شریعت کی ضروری چیز تھی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے لکھوانے کو کبھی ترک نہ فرماتے۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تو کجا اگر ساری کائنات بھی مخالفت کرتی تو تب بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے لکھوانے کو کبھی ترک نہ فرماتے۔ کیونکہ اللہ عزوجل قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ ﴿بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته﴾ ترجمہ: جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا اس کو پہنچا دیجئے۔ اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے رسالت کا کام انجام نہ دیا۔

(پارہ نمبر 6، سورۃ المائدہ، آیت 67)



جس طرح نبی علیہ السلام نے دشمنوں کی سخت مخالفت اور ضرر رسانوں کے باوجود فریضہ تبلیغ ترک نہیں کیا تھا یہ تو پھر سارے غلام تھے دوبارہ ارشاد فرمادیتے تو صحابہ کرام کا غزو قلم حاضر خدمت کر دیتے۔

(10) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے امت پر شفقت کی خاطر یا کسی اور سبب سے کچھ لکھوانا چاہا تھا لیکن بعد میں وحی کے ذریعے یا پھر اجتہاد سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ منکشف ہوا کہ اس چیز کا نہ لکھوانا ہی زیادہ بہتر ہے تو اس وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں لکھوایا۔

(11) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس واقعہ کے بعد چار دن مزید اپنی ظاہری زندگی گزاری۔ (کیونکہ یہ واقعہ جمعرات کا ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال مبارک پیر کے دن ہوا)۔

(ارشاد الساری، ج 1، ص 309، حدیث 114، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبقات کبریٰ ج 2، ص 370، مکتبہ دار الاحیاء، بیروت)

لہذا جس چیز کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھوانا چاہتے تھے اگر وہ ضروری ہوتی تو ان چار دنوں میں سے کسی بھی دن لکھوا دیتے۔ کیونکہ ان دنوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور بھی کئی احکامات کا صادر ہونا ثابت ہے۔ اس لیے کہ ان دنوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ کچھ بہتر ہو گئی تھی۔ اگر کچھ لکھوانا ضروری ہوتا تو ان دنوں میں لکھوا دیتے۔

(12) بعض بد مذہبوں کی یہ بات کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھ کر دینا چاہتے تھے۔ ہم اس بات کو ایک مفروضہ کے سوا کچھ نہیں سمجھتے کیونکہ اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ

اولاً تو یہ کسی دلیل سے ثابت ہی نہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلافت

سے متعلق کچھ لکھوانا چاہتے تھے اور بالفرض خلافت کے متعلق لکھوانا چاہتے تھے تو یہ کیسے لازم آیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے تھے؟ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے ہوں۔ اور اگر لکھواتے تو ان ہی کی خلافت لکھواتے کیونکہ اس پر بہت سے قرائن موجود ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی آپ کے بعد خلیفہ بننا تھا۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ((قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه ادعى لي ابا بكر اباك واخاك حتى اكتب كتاباً فاني اخاف ان يمتن متمن ويقول انا اولي وينا بني الله والمؤمنون الا ابا بكر)) ترجمہ: میرے پاس بلاؤ تاکہ میں انھیں (امر خلافت) لکھ کر دوں کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا (خلافت کی) تمنا کرے گا اور کہے گا کہ میں زیادہ مستحق ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور مومنین ابو بکر کے علاوہ کسی کو نہیں مانیں گے۔

(صحیح بخاری، جلد 2، ص 846، حدیث 5666، قدیمی کتب خانہ، کراچی ☆ صحیح مسلم، جلد 2، ص 273، حدیث 6180، قدیمی کتب خانہ، کراچی ☆ طبقات کبریٰ، جلد 2، ص 362، دار الاحیاء، بیروت ☆ مسند امام احمد بن حنبل، جز 42، ص 50، حدیث 25113، بیروت ☆ السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد 8، ص 153، بیروت ☆ مسند ابی داؤد الطیالسی، ص 210، حدیث 1508، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ ☆ البدایہ والنہایہ، جلد 5، ص 273، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

یہ حدیث مبارک حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے پر بالکل واضح ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ((مرو ابا بکر ان یصلنی بالناس)) ترجمہ: ابو بکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز

پڑھائیں۔

(صحیح بخاری، جلد 1، ص 91 تا 93، حدیث 664، قدیمی کتب خانہ، کراچی ☆ صحیح مسلم، جلد 1، ص 178، حدیث 936، قدیمی کتب خانہ، کراچی ☆ جامع ترمذی، جلد 2، ص 686، حدیث 3645، مکتبہ رحمانیہ، لاہور ☆ اسنن ابن ماجہ، جلد 1، ص 159، مکتبہ رحمانیہ، لاہور ☆ اسنن نسائی، جلد 1، ص 126، مکتبہ رحمانیہ، لاہور ☆ مسند امام احمد، جز 43، ص 347، مؤسسة الرسالہ، بیروت ☆ اسنن کبریٰ، جلد 3، ص 175، حدیث 5307، دارالکتب، بیروت ☆ البدایہ والنہایہ، جلد 5، ص 252، دارالکتب العلمیہ، بیروت ☆ الطبقات کبریٰ، جلد 2، ص 397، دارالاحیاء، بیروت)

اب جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دین کے معاملہ میں اپنا خلیفہ بلا فصل بنایا تو وہی زیادہ حق دار ہے کہ دنیا کے معاملہ میں بھی خلیفہ بلا فصل ہو۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((اتت امرأۃ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فامر ان ترجع الیہ قالت ارئیت ان جئت ولم اجدک کأنہا تقول الموت قال ان لم تجدینی فأتی ابابکر)) ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (اگلے سال) پھر آنے کا فرمایا۔ تو اس عورت نے کہا کہ اگر میں آؤں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ پاؤں گویا کہ وہ وصال کا کہہ رہی تھی (کہ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال فرما جائیں) تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے نہ پائے تو پھر ابوبکر کے پاس آنا۔

(صحیح بخاری، جلد 1، ص 516، حدیث 3659، قدیمی کتب خانہ، کراچی ☆ صحیح مسلم، جلد 2، ص 279، حدیث 6179، مکتبہ رحمانیہ، لاہور ☆ الطبقات الکبریٰ، جلد 2، ص 363، دارالاحیاء، بیروت ☆ جامع ترمذی، جلد 2، ص 686، مکتبہ رحمانیہ، لاہور ☆ صحیح ابن حبان، جلد 8، ص 226، حدیث 6622، مکتبہ الاثریہ، سانگلہ ہل، پاکستان ☆ اسنن الکبریٰ للبیہقی، جلد 8، ص 153، دار المعرفہ، بیروت)

اس حدیث مبارک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ”اگر مجھے نہ

پائے تو ابو بکر کے پاس آنا“ یہ بالکل واضح دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بعد خلیفہ بلا فصل حضرت ابو بکر صدیق کو ہی سمجھتے تھے وگرنہ حضرت عمر، حضرت عثمان یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے بارے میں فرماتے۔ لیکن ان ہستیوں کے بارے میں نہیں فرمایا بلکہ حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں ہی فرمایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے 9 ہجری میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کیلئے اپنا خلیفہ بنایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت اور امامت میں پہلا فریضہ حج ادا کیا۔

(طبقات کبریٰ، جلد 2، ص 334، دارالاحیاء، بیروت)

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض وصال میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی مسلمانوں کے امام تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رفیق اعلیٰ سے اس حال میں ملے کہ مسلمانوں کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کے سپرد کر چکے تھے۔ یہی وجہ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتخاب کے وقت فرمایا کہ ”ہم اپنی دنیا کی امامت کیلئے اس شخص پر راضی ہو گئے جن کی ہمارے دین میں امامت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی ہو چکے تھے۔“

(سنن نسائی، ج 2، ص 42، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الاستیعاب علی هامش الاصابہ، جلد 2، ص 242، تجارتیہ الکبریٰ)

## فصل چہارم: باغ فدک

**سوال:** باغ فدک کا کیا معاملہ ہے؟ اس کی وجہ سے بعض بد مذہب سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہتے ہیں۔

**جواب:** باغ فدک مال فی میں سے تھا، مال فی کی تعریف کرتے ہوئے

عظیم محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاة میں لکھتے ہیں ”وَفِي الْمَفَاتِيحِ الْفِيءُ الْمَالُ الَّذِي يُؤْخَذُ مِنَ الْكُفَّارِ بِإِلَاقَتِهِ“ ترجمہ: مفاتیح میں ہے کہ فی وہ مال ہے جو کفار سے بغیر قتال کے حاصل ہو۔

(مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، ج 6، ص 2633، دار الفکر، بیروت)

## فدک کیا تھا

فدک ایسی زمین تھی جس میں کثیر باغات تھے جو کفار نے مغلوب ہو کر بغیر

لڑائی کے مسلمانوں کے حوالے کر دیا تھی اور جو ایسی زمین ہوا سے مال فی کہتے ہیں۔

## فدک کے مصارف کیا تھے

باغ فدک مال فی میں سے تھا، اور مال فی کے مصارف کو خدا تعالیٰ نے

قرآن مجید میں خود بیان فرمایا ہے ﴿مَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ

فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ

السَّبِيلِ﴾ ترجمہ: جو فی دلا یا اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی

ہے اور رشتہ داروں یتیموں مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے۔ (پ 28، سورۃ الحشر، آیت 7)

حکم خداوندی کے مطابق اس کی آمدنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اپنے اہل و عیال ازواج مطہرات وغیرہ پر صرف فرماتے تھے اور تمام بنی ہاشم کو بھی اس

کی آمدنی سے کچھ مرحمت فرماتے تھے مہمان اور بادشاہوں کے سفراء کی مہمان نوازی



بھی اس آمدنی سے ہوتی تھی اس سے غریبوں اور یتیموں کی امداد بھی فرماتے تھے جہاد کے سامان تلوار اونٹ اور گھوڑے وغیرہ اس سے خریدے جاتے تھے اور اصحاب صفہ کی حاجتیں بھی اس سے پوری ہوتی تھیں ظاہر ہے کہ فدک اور اس قسم کی دوسری زمینوں کی آمدنی مذکورہ بالا تمام مصارف کے مقابلہ میں بہت کم تھی اسی سبب سے بنی ہاشم کا جو وظیفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا وہ زیادہ نہیں تھا اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حد سے زیادہ پیاری تھی مگر آپ ان کی بھی پوری کفالت نہیں فرماتے تھے جس سے ثابت ہو کہ اس قسم کی زمینوں کی آمدنی مخصوص مدوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف فرماتے تھے اللہ تعالیٰ کا مال اس کی راہ میں خرچ فرماتے تھے آپ نے ان کو ذاتی ملکیت نہیں قرار دیا تھا پھر جب سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فدک کی آمدنی کو انہیں تمام مدوں میں خرچ کیا جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے فدک کی آمدنی خلفائے اربعہ کے زمانہ تک اسی طرح صرف ہوتی رہی یعنی حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب نے فدک کی آمدنی کو انہیں مدوں میں خرچ کیا جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرچ کیا کرتے تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد باغ فدک حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبضہ میں رہا پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اختیار میں رہا ان کے بعد علی بن حسین اور حسن بن حسن کے ہاتھ میں آیا ان کے بعد زید بن حسن بن علی برادر حسن بن حسن کے تصرف میں آیا پھر مروان اور مروانیوں نے اسے اپنی جاگیر بنالیا، یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا زمانہ آیا تو انہوں نے باغ فدک کو ویسا ہی کر دیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

زمانے میں تھا باغ فدک اس تاریخ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ معاملہ کچھ بھی نہ تھا مگر لوگوں نے بلا وجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الزام لگا کر ان کو مطعون کیا۔

### روافض کا اس بارے میں اضطراب

رافضی اس بارے میں کبھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باغ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا، کبھی کہتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت تھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال کے بعد حضرت فاطمہ کو بطور میراث اس میں سے حصہ ملنا چاہیے تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہیں دیا۔ اسی وجہ سے ان کی طرف سے درج ذیل اعتراضات سراٹھاتے رہتے ہیں:

(1) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باغ فدک حضرت فاطمہ کو ہبہ کر دیا تھا (یعنی تحفے کے طور پر دے دیا تھا)۔

(2) یہ باغ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت تھا، لہذا بعد میں بطور میراث حضرت فاطمہ کو ملنا چاہیے تھا۔

(3) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضب ناک کیا اس نے مجھے غضب ناک کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ کو باغ فدک میں سے حصہ نہ دے کر انہیں ناراض کیا تو وہ اس وعید کے تحت آتے ہیں۔

(4) اسی وجہ سے حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر سے ناراض بھی ہوں گئیں اور انہوں نے وصیت کی کہ حضرت ابوبکر میرے جنازے میں شرکت نہ کریں۔

ان اعتراضات کے جوابات بالترتیب دیئے جائیں گے:

## حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہبہ نہیں کیا تھا

**سوال:** کیا رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فدک کی زمین حضرت فاطمہ کو ہبہ کر دی تھی؟

**جواب:** اس کے درج ذیل جوابات ہیں:

(1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باغ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہیں دیا تھا، لہذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ باغ فدک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ الزاہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کو دے دیا تھا، یہ رافضیوں کا افتراء ہے جس کا جواب دینا ہم پر لازم نہیں یعنی اہل سنت کی معتبر کتابوں سے باغ فدک کا دینا ثابت نہیں بلکہ ہماری کتابوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت سیدہ کا باغ فدک نہ دینا ثابت ہے جیسا کہ سنن ابی داؤد جو کہ صحاح ستہ میں سے ہے اس میں روایت موجود ہے:

((عَنِ الْمَغِيرَةِ قَالَ جَمَعَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَنِي مَرْوَانَ حِينَ اسْتُخْلِفَ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهُ فِدْكٌ فَكَانَ يَنْفِقُ مِنْهَا وَيَعُودُ مِنْهَا عَلَى صَغِيرِ بَنِي هَاشِمٍ، وَيَزُوجُ مِنْهَا أَيْمَهُمْ، وَإِنَّ فَاطِمَةَ سَأَلَتْهُ أَنْ يَجْعَلَهَا لَهَا فَأَبَى، فَكَانَتْ كَذَلِكَ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، فَلَمَّا أَنْ وَلَّى أَبُو بَكْرٍ زَمْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَمِلَ فِيهَا بِمَا عَمِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَيَاتِهِ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، فَلَمَّا أَنْ وَلَّى عُمَرُ عَمِلَ فِيهَا بِمِثْلِ مَا عَمِلَ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، ثُمَّ أَقْطَعَهَا مَرْوَانَ ثُمَّ صَارَتْ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ عُمَرُ يَعْني ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: قَرَأْتُ أَمْرًا مَنَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ لَيْسَ لِي بِحَقٍّ، وَأَنَا أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ رَدَدْتُهَا عَلَى مَا كَانَتْ يَعْني عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا جب زمانہ آیا تو انہوں نے بنی مروان کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ فدک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھا جس کی آمدنی وہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے تھے اور بنی ہاشم کے بچوں کو پہنچاتے تھے اور اس سے مجرد مرد و عورت کا نکاح بھی کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ فدک ان ہی کیلئے مقرر ہے دیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار کر دیا تو ایسے ہی آپ کی زندگی بھر رہا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی پھر جب حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فدک میں ویسا ہی کیا جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا یہاں تک کہ وہ بھی رحلت فرما گئے پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ تو انہوں نے ویسا ہی کیا جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا یہاں تک کہ وہ بھی انتقال کر گئے پھر مروان نے (اپنے دور میں) فدک کو اپنی جاگیر میں لے لیا یہاں تک کہ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی جاگیر بنا، پس میں نے دیکھا کہ جو جس چیز کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ کو نہیں دیا اس پر میرا حق کیسے ہو سکتا ہے لہذا میں آپ لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے فدک کو اسی دستور پر واپس کر دیا جس دستور پر وہ پہلے تھا یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں جیسے اس کے مصارف تھے ویسا کر دیا۔

ابن حبیب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 3، ص 143، المكتبة العصرية، بیروت۔

اس حدیث شریف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت سیدہ کو باغ فدک نہ دینا واضح طور پر ثابت ہے بلکہ شرح ابن حدید جو رافضیوں کی معتبر مذہبی کتاب نہج البلاغۃ کی شرح ہے اس میں ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں ((قال لها ابو

بكر لما طلبت فذلك بائى و امى انت صادقة الامة عندى ان كان رسول الله صلى الله عليه وسلم عهد اليك عهدا و وعدك وعدا صدقتك و سلمت اليك فقالت لم يعهد الا فى ذلك )) ترجمہ: جب فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فدک طلب کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ میرے نزدیک صادقہ اور امینہ ہیں اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کیلئے وصیت کی ہو یا وعدہ کیا ہو تو میں اسے تسلیم کرتا ہوں اور فدک آپ کے حوالے کر دیتا ہوں تو سیدہ نے فرمایا کہ فدک کے معاملہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے لیے کوئی وصیت نہیں فرمائی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت سیدہ کو باغ فدک دینے کا جو افسانہ بنایا گیا ہے وہ صحیح نہیں اس لیے کہ حضرت سیدہ خود بھی فرما رہی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فدک کیلئے میرے بارے میں کوئی وصیت نہیں کی ہے اور نہ ہی وعدہ فرمایا ہے لہذا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باغ فدک حضرت سیدہ کو نہیں دیا اور دینے کا وعدہ بھی نہیں کیا اور نہ ہی وصیت فرمائی تو پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غصب کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(2) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا میراث کا مطالبہ کرنا سنی اور شیعہ دونوں کی کتب سے ثابت ہے، یہ میراث کا مطالبہ کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی حیات ظاہری میں ہیہ نہیں کیا تھا کیونکہ اگر حیات ظاہری میں ان کو ہیہ ہو چکا ہوتا تب تو وہ مالک ہوتیں، میراث کا مطالبہ کیوں ہوتا۔ شیعوں کی مشہور کتاب تاریخ یعقوبی میں ہے: ”رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ حضرت ابو بکر کے پاس گئیں اور اپنے والد کی میراث میں



سے اپنا حصہ مانگا۔“

(تاریخ یعقوبی، ج 2، ص 1، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی و فرهنگی، ایران)

خمینی نے لکھا: ”در تواریخ معتبرہ و کتابهای صحیح سنیاں نقل شدہ کہ فاطمہ دختر پیغمبر آمد پیش ابوبکر و مطالبہ ارث پدرش کرد“ ترجمہ: معتبر تواریخ اور سنیوں کی صحیح کتب حدیث میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت فاطمہ دختر پیغمبر ابوبکر کے پاس آئیں اور اپنے والد کی میراث کا مطالبہ کیا۔ (کشف الاسرار، ص 115، مطبوعہ انتشارات آزادی، ایران)

(3) اور اگر بالفرض باطل یہ مان بھی لیا جائے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزاہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فدک ہبہ کر دیا تھا تو یہ مسئلہ رافضی سنی دونوں کے یہاں متفقہ طور پر مسلم ہے کہ ہبہ کی ہوئی چیز پر تا وقتیکہ موصوبہ یعنی جس کو ہبہ کیا گیا ہے اس کا قبضہ و تصرف نہ ہو جائے وہ چیز موصوبہ لہ کی ملک نہیں ہو سکتی اور قبضہ سے پہلے اگر ہبہ کرنے والا انتقال کر جائے تو ہبہ باطل ہو جاتا ہے۔ اور فدک بالا اتفاق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں کبھی حضرت سیدہ کے قبضہ میں نہیں آیا بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیار میں رہا اور وہیں اس میں مالکانہ تصرف فرماتے رہے۔ جب قبضہ کے بغیر ہبہ مکمل نہیں ہوتا اور جس کو ہبہ کیا جائے اس کی ملکیت میں نہیں جاتا تو بالفرض باطل اگر ہبہ کرنا ثابت بھی ہو جائے تب بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ملکیت ثابت نہیں ہو سکتی کہ بالا اتفاق قبضہ نہیں ہوا۔

### میراث میں سے حصہ

سوال: اس اعتراض کا کیا جواب ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی

ظاہری حیات میں حضرت سیدہ کو فدک نہیں دیا تھا ہم نے یہ تسلیم کر لیا لیکن جب حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں تو فدک حضرت سیدہ کو وراثت میں ضرور ملنا چاہیے تھا کہ ہر شخص اپنے باپ کی جائیداد کا وارث ہو اور حضرت سیدہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وارث نہ ہوں یہ کہاں کا انصاف ہے؟

**جواب:** اس کے متعدد جوابات ہیں:

(1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہا درجہ کے فیاض تھے جو کچھ آتا تھا سب غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم فرما دیتے تھے، اپنے پاس باقی نہیں رکھتے تھے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بار نماز عصر پڑھ کر فوراً اٹھے اور نہایت تیزی کے ساتھ گھر تشریف لے گئے پھر علی الفور واپس آگئے لوگوں کو تعجب ہوا تو فرمایا مجھے خیال آیا کہ سونے کی ایک چیز گھر میں پڑی رہ گئی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ رات ہو جائے اور وہ گھر میں پڑی رہ جائے اس لئے میں اسے خیرات کرنے کیلئے کہ آیا ہوں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ((أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: صَلَّى بِنَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ، فَأَسْرَعَهُ، ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ فَلَمْ يَلْبِثْ أَنْ خَرَجَ، فَقُلْتُ أَوْ قِيلَ لَهُ فَقَالَ: كُنْتُ خَلَفْتُ فِي الْبَيْتِ تَبْرًا مِنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّتَهُ فَقَسَمْتُ)) ترجمہ: حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر پڑھائی، نہایت جلدی سے گھر تشریف لے گئے، پھر فوراً ہی باہر تشریف لے آئے، اس بارے میں میں نے پوچھا یا پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: میں گھر میں صدقہ کا سونا چھوڑ آیا تھا، میں ناپسند کیا کہ اس کی موجودگی میں رات ہو جائے، لہذا میں نے اسے تقسیم کر دیا۔

(صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، باب من أحب تعجيل الصدقة، ج 2، ص 113، دار طوق النجاة)

اور حدیث میں ہے آخری بیماری میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت میں

چھ سات اشرفیاں تھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم فرمایا کہ اسے خیرات کر دیں مگر وہ مشغولیت کی وجہ سے خیرات نہ کر سکیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان اشرفیوں کو منگوا کر خیرات کر دیا اور فرمایا ((مَا ظَنُّ نَبِيِّ اللَّهِ لَوْ لَقِيَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهَذِهِ عِنْدَهُ)) یعنی اللہ کا نبی خدا تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ اشرفیاں اس کے قبضہ میں ہوں تو یہ مقام نبوت کے منافی ہے۔

(مسند احمد، مسند الصدیقہ عائشہ، جزء 41، ص 254، مؤسسة الرسالہ، بیروت)

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ انہوں نے اپنی ذاتی ملکیت میں کوئی چیز چھوڑی ہی نہیں تو ایسی صورت میں وراثت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اس لیے کہ وراثت اس چیز میں جاری ہوتی ہے جو مورث کی ملکیت ہو اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کوئی مال چھوڑا ہی نہیں اور ازواج مطہرات جو اپنے حجروں کی مالک ہوئیں تو بطور میراث ان کو نہیں ملے تھے بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات میں ایک حجرہ بنوا کر ان کو ہبہ کر دیا تھا اور اسی زمانہ میں لوگوں نے اپنے اپنے حجروں پر قبضہ بھی کر لیا تھا اور ہبہ جب قبضہ کے ساتھ ہو تو ملکیت ثابت ہو جاتی ہے جیسے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاطمہ الزہراء کیلئے بھی گھر بنوا کر ان کے قبضہ میں کر دیا تھا جو ان کی ملکیت تھا۔ وفاء الوفاء میں ہے ”وهذا يقتضي أن الحجر الشريفه كانت على ملك نسائه صلی اللہ علیہ وسلم“ ترجمہ: یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مبارک حجرے ازواج مطہرات کی ملک تھے۔

(وفاء الوفاء، ج 2، ص 56، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(2) اور پھر فدک مال فی سے تھا اسی لئے محدثین کرام فدک کی حدیث کو

باب الفی میں لاتے ہیں اور فی کسی کی ملکیت نہیں ہوتا، شیعہ کتب میں بھی لکھا ہے کہ فدک کی زمین مال فی میں سے تھی۔ جیسا کہ مضارف فی والی آیت پاک (جو نیچے

آ رہی ہے) کے تحت شیعوں کی کتاب مجمع البیان میں مال فی میں سے فدک کی زمین کو شمار کیا ہے۔ (مجمع البیان، ج 9، ص 260، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ، تہران)

اور مال فی کے مصارف کو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود بیان فرمایا ہے ﴿مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ ترجمہ: جو فی دلا یا اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں یتیموں مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے۔ (پ 28، سورة الحشر، آیت 7)

علامہ علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاة شرح مشکوٰۃ میں مغرب کے حوالے سے لکھا ہے ”حُكْمُهُ أَنْ يَكُونَ لِكَافَةِ الْمُسْلِمِينَ“ ترجمہ: فی کا حکم یہ کہ وہ عام مسلمانوں کیلئے ہے۔

(مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، ج 6، ص 2633، دار الفکر، بیروت) اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ، تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ”حکم فنی آنست کہ مرعامنہ مسلمانان دامنہ باشند۔۔۔ و اختیار آن بدست آنحضرت است“ ترجمہ: فنی کا حکم یہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کیلئے ہے، اور اس کی تولیت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ہے۔

(اشعة اللمعات، کتاب الجہاد، باب الفیء، ج 3، ص 446، مطبع نیچ کمار، لکھنؤ) معلوم ہوا مال فی وقف ہوتا ہے کسی کی ملکیت نہیں ہوتا اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فدک کی آمدنی کو قرآن کی تصریح کے مطابق اپنی ذات پر ازواج مطہرات اور بنی ہاشم اور غریبوں مسکینوں اور مسافروں پر خرچ فرمادیتے تھے جو اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ فدک کسی کی ملکیت نہیں تھا بلکہ وقف تھا اور مال وقف میں میراث جاری ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(3) انبیاء کرام کسی کو مال کا وارث نہیں بناتے: اگر فردک کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت مان بھی لیا جائے پھر بھی اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی بلکہ وہ صدقہ ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ((اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ)) ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری، باب حکم الفی، ج 4، ص 313، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 3، ص 1381، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال فرما جانے کے بعد ازواج مطہرات نے چاہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مال سے اپنا حصہ تقسیم کروائیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ((اَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مَا تَرَکْنَا فَہُوَ صَدَقَةٌ)) ترجمہ: کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہم کسی کو اپنے مال کا وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب حکم الفی، ج 3، ص 1377، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

جب حضرت عائشہ نے ازواج مطہرات کو یہ حدیث شریف سنائی تو انہوں نے میراث طلب کرنے کا ارادہ ختم کر دیا۔

اور حضرت عمر بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جویریہ زوجہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھائی تھے انہوں نے فرمایا ((مَا تَرَکَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عِنْدَ مَوْتِہٖ



دِرْهَمًا وَلَا دِينَارًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا إِلَّا بِغَلَّتَهُ الْبَيْضَاءُ، وَسِلَاحُهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصال کے وقت درہم و دینار اور غلام باندی کچھ نہیں چھوڑا مگر ایک سفید خچر اپنا ہتھیار اور کچھ زمین جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ کر دیا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا، ج 4، ص 2، دارطوق النجاة)

اور بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَقْتَسِمُ وَدَثَّتِي دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا مَا تَرَكَتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي، وَمَنْوُونةٍ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے وارث ایک دینار بھی تقسیم نہیں کریں گے میں جو کچھ چھوڑ جاؤں میری ازواج کے مصارف اور عاملوں کا خرچ نکالنے کے بعد جو بچے وہ صدقہ ہے۔

(صحیح بخاری، باب نفقة القيم للوقف، ج 4، ص 12، دارطوق النجاة، صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسير، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یقسم الخ، ج 3، ص 1382، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

اور بخاری و مسلم میں حضرت مالک بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجمع صحابہ جن میں حضرت عباس، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب کو قسم دے کر فرمایا کہ کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے تو سب نے اقرار کیا کہ ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے۔ حدیث شریف کے اصل الفاظ یہ ہیں ((أَنْشَدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، أَتَعْلَمُونَ أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورُثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ وَعَلِيٍّ، فَقَالَ: أَنْشِدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُهُ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، أَتَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورُثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً قَالَا: نَعَمْ)) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کو خدائے تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو چھوڑیں وہ صدقہ ہے تو ان لوگوں نے کہا کہ بے شک رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے پھر وہ حضرت علی و بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں آپ کو خدائے تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے انہوں نے کہا کہ ہاں حضور نے ایسا فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، ج 4، ص 79، دار طوق النجاة، صحیح مسلم، باب حکم الفی، ج 3، ص 1377، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(4) ان مذکورہ احادیث کریمہ کے صحیح ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ خلافت آیا اور حضور کا ترکہ خیبر اور فدک وغیرہ ان کے قبضہ میں ہوا اور پھر ان کے بعد حسنین کریمین وغیرہ کے اختیار میں رہا مگر ان میں سے کسی نے ازواج مطہرات، حضرت عباس اور انکی اولاد کو باغ فدک وغیرہ سے حصہ نہ دیا لہذا ماننا پڑے گا کہ نبی کے ترکہ کی وراثت جاری نہیں ہوتی ورنہ یہ تمام بزرگوار جو رافضیوں کے نزدیک معصوم اور اہل سنت کے نزدیک محفوظ ہیں حضرت عباس اور دیگر ازواج کی حق تلفی نہ جائز رکھتے۔

ان تمام شواہد سے خوب واضح ہو گیا کہ انبیائے کرام کے ترکہ میں وراثت

جاری نہیں ہوتی اسی لئے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ کو باغ فدک نہیں دیا نہ کہ بغض و عداوت کے سبب جیسا کہ رافضیوں کا الزام ہے۔

(5) اگر (معاذ اللہ) حضرت ابوبکر صدیق کو حضرت سیدہ سے دشمنی بھی تھی تو ازواج مطہرات کو حضور کے ترکہ سے حصہ پہنچتا تو ان سے اور ان کے متعلقین سے کیا عداوت تھی کہ ان سب کو محروم المیراث کر دیا جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ ان کی صاحبزادی بھی ازواج مطہرات میں سے تھیں بلکہ حضرت عباس حضور کے چچا اور حضرت ابوبکر کے ابتدائے خلافت میں ان کے مشیر تھے جن کو تقریباً نصف ترکہ ملتا وہ کس دشمنی کے سبب وراثت سے محروم ہوئے؟ لہذا اماننا پڑے گا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد رسول ((لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةً)) کے سبب حضرت سیدہ کو باغ نہ دیا کہ حدیث پر عمل لازمی تھا۔ اس لئے کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت سیدہ کو خوش کرنے کے لئے انہیں حدیث کو پس پشت ڈال دینا چاہیے تھا اور ارشاد رسول پر عمل نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق نے حدیث رسول پر عمل کیا تو ان پر الزام کیسا۔

(6) یہ روایت کہ حضرات انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے رافضیوں کی معتبر کتابوں سے ثابت ہے جیسا کہ اصول کافی باب العلم والتعلم میں ہے کہ ((عن القداح عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان العلماء ورثة الانبیاء وان الانبیاء لم یورثو دینارا ولا درهما ولكن اور ثو العلم فمن اخذہ منه اخذ بحظ وافر)) ترجمہ: قداح بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ حضرت امام جعفر علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ علمائے دین انبیاء کے وارث ہیں اس لیے کہ انبیاء کرام کسی شخص کو درہم و دینار کا

وارث نہیں بناتے تو جس شخص نے علم دین حاصل کر لیا اس نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔

(الاصول من الکافی، ج 1، ص 34، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ، تہران)

اور اسی کتاب اصول کافی کے باب صفۃ العلم میں ہے ((عن الابی

البختری عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان العلماء ورثة الانبیاء وذلک ان ا

لانبیاء لم یورثو درہما ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیثہم فمن

اخذہ بشیء منه فقد اخذ حظا وافرا)) ترجمہ: ابوالبختری کا بیان ہے کہ حضرت ابو

عبداللہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ علمائے کرام انبیائے عظام کے

وارث ہیں اور یہ اس لئے کہ حضرات انبیائے کرام نے کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں

بنایا انہوں نے تو صرف اپنی باتوں کا وارث بنایا تو جس شخص نے ان کی باتوں کو حاصل

کر لیا اس نے بہت کچھ حاصل کیا۔

(الاصول من الکافی، ج 1، ص 32، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ، تہران)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو را فضیوں کے نزدیک معصوم ہیں

اور اہل سنت کے نزدیک محفوظ ہیں ان کی روایتوں جیسے بھی ثابت ہو گیا کہ حضرات

انبیائے کرام علیہم السلام کی میراث صرف علم شریعت ہی ہے وہ درہم و دینار اور

مال اسباب کا کسی کو وارث نہیں بناتے اور جب یہ بات را فضیوں کی روایات سے بھی

ثابت ہے تو پھر سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میراث تقسیم نہ کرنے کے سبب

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فدک کے غصب کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور

یہیں سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ ﴿وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوُودَ﴾ وغیرہ قرآن و

حدیث میں جہاں بھی انبیائے کرام کی وراثت کا ذکر ہے اس سے علم شریعت و نبوت

مخرا د ہے نہ کہ درہم و دینار۔

(پ 19، سورۃ النمل، آیت 16)

## اشکال اور اس کا جواب

اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ترکہ میں میراث نہ جانی ہوتی تو حضرت ابوبکر حضرت علی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلوار زرہ اور دلدل وغیرہ کیوں دیتے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلوار وغیرہ کا دینا ہی اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ترکہ میں میراث نہیں اس لیے کہ حضرت علی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وارث نہ تھے اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ترکہ کے وارث ہوتے تو صرف فاطمہ زہرا، ازواج مطہرات اور حضرت عباس ہوتے نہ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مگر چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مال وفات کے بعد عامہ مسلمین کے وقف کا حکم رکھتا ہے اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان چیزوں کیلئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زیادہ لائق سمجھا تو ان کیلئے مخصوص کر دیا اور بعض چیزیں حضرت زبیر بن العوام اور حضرت محمد بن مسلمہ انصاری کو بھی دیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ترکہ میں میراث نہیں۔

## حضرت ابوبکر صدیق نے نہیں ستایا

**سوال:** اس اعتراض کا کیا جواب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضب ناک کیا اس نے مجھے غضب ناک کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ کو باغ فدک میں سے حصہ نہ دے کر انہیں ناراض کیا تو وہ اس وعید کے تحت آتے ہیں۔

**جواب:** حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو



نہیں ستایا، بے شک جس نے فاطمہ کو ستایا اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ستایا اور جس نے فاطمہ کو ایذا دی اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دی، اس مضمون کی حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي، فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي)) ترجمہ: سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے تو جو شخص اس کو غضب میں لایا مجھ کو غضب میں لایا۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ذب الرجل عن ابنته، ج 7، ص 37، دار طوق النجاة)

یہ حدیث شریف حق ہے جس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا لیکن یہ سمجھنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ کو ستایا یہ غلط ہے کیونکہ (1) جب حضرت سیدہ نے حضرت ابوبکر سے فدک کا مطالبہ کیا تو انہوں نے وہ حدیث شریف سنائی کہ جس کی تصدیق بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ یہاں تک کہ حضرت علی بھی کرتے ہیں تو حضرت سیدہ خاموش ہو گئیں کیا حدیث سنانا اور اس پر عمل کرنا سیدہ فاطمہ کو ستانا ہے؟ کون مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ حدیث پر عمل کر کے مجھ کو ستایا گیا اور جب عام مسلمانوں کو حدیث رسول پر عمل کرنے سے تکلیف نہیں پہنچ سکتی تو حضرت فاطمہ زہرا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لخت جگر اور نور نظر ہیں ان کو حدیث پر عمل کرنے سے کیوں کر تکلیف پہنچ سکتی ہے؟

(2) اور اگر بالفرض باطل یہ بات مان لی جائے کہ حضرت سیدہ کو حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کرنے کے سبب (معاذ اللہ) تکلیف پہنچی جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے تو خود حضرت سیدہ پر الزام آتا ہے کہ ان کو حدیث رسول سے تکلیف پہنچی اور یہ بات سیدہ کی ذات سے ناممکن ہے۔

(3) ہاں بخاری شریف کی بعض روایتوں میں حضرت سیدہ اور حضرت ابوبکر

کے سوال و جواب کو نقل کرنے کے بعد حدیث کے راوی نے اپنے خیال کو اس طرح ظاہر کیا ((فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ، فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتَّى تُوَفِّيَتْ، وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ)) ترجمہ: حضرت فاطمہ ناراض ہو گئیں اور انہوں نے حضرت ابو بکر کو چھوڑے رکھا یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی اور حضرت فاطمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ با حیات رہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، ج 4، ص 79، دار طوق النجاة، شامہ)

یہاں یہ بات خاص قابل توجہ ہیں کہ یہ الفاظ حضرت سیدہ کی زبان سے نہیں نکلے ہیں بلکہ یہ حدیث کے راوی کا اپنا ذاتی خیال ہے جس کو انہوں نے اپنے لفظوں میں بیان کیا ہے یعنی حضرت ابو بکر کی شکایت کسی روایت میں حضرت سیدہ کی زبان سے ثابت نہیں ہے نہ کوئی حدیث کا راوی یہ کہتا ہے کہ ہم نے ابو بکر کی شکایت جناب سیدہ سے سنی ہے اور چونکہ ناراضگی دل کا فعل ہے اس لیے جب تک اس کو زبان سے ظاہر نہ کیا جائے دوسرے شخص کو اس کی خبر نہیں ہو سکتی البتہ آثار و قرآن سے دوسرے لوگ قیاس کر سکتے ہیں مگر ایسے قیاس میں غلطی ہو جانے کا بہت امکان ہے جیسا کہ ایک بار بہت سے صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خلوت نشینی سے یہ نتیجہ نکالا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے مگر جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تحقیق کی تو معلوم ہوا تو طلاق نہیں دی ہے۔

اسی طرح فدک کے معاملہ میں بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سیدہ کی خاموشی اور ترک کلام سے راوی نے یہ سمجھ لیا کہ حضرت سیدہ ناراض ہیں حالانکہ یہ بات نہیں کہ

ناراضگی ہی ترک کلام کا سبب ہو بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے والد گرامی کی حدیث سن کر وہ مطمئن ہو گئیں اس لیے پھر کبھی انہوں نے حضرت ابو بکر سے قدک کے معاملہ میں گفتگو نہیں کی۔

(4) اور حضرت سیدہ کے ناراض نہ ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ وہ برابر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے گھر کے سارے اخراجات لیتی تھیں اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس حضرت سیدہ کی تیمارداری کرتی تھیں اگر واقعی حضرت سیدہ ناراض ہوتیں تو ان کی اور ان کی بیوی کی خدمات وہ ہرگز قبول نہ فرماتیں۔

(5) اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ((من اغضبها اغضنی)) یعنی جو شخص اپنے قول یا اپنے فعل سے قصداً فاطمہ کو غضب میں لائے اس کیلئے وعید ہے، اس لیے کہ اغصاب کے معنی یہی ہیں اور پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غضب میں لانے اور ایذا پہنچانے کا قصد ہرگز نہیں کیا بلکہ وہ بار بار مقام عذر میں فرماتے رہے ((یا ابنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان قرابة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احب الی من ان اصل قرابتی)) ترجمہ: قسم ہے خدا کی اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی مجھے اپنی قرابت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت سے صلہ رحمی زیادہ محبوب ہے۔ (صحیح ابن حبان، ذکر خبر قد یومم الخ، ج 14، ص 573، مؤسسة الرسالہ، بیروت)

اور اگر حضرت سیدہ کا غضب میں ہونا بمقتضائے بشریت مان بھی لیا جائے تو یہ ان کا اپنا فعل ہے حضرت ابو بکر پر کوئی الزام نہیں، اس لیے کہ اغصاب یعنی قصداً غضب میں لانے پر وعید ہے نہ کہ غضب پر ہاں اگر اس لفظ کے ساتھ وعید ہوتی ((من غضبت علیہ غضبت علیہ)) یعنی جس پر فاطمہ غصہ ہوں گی اس پر میں غصہ ہوں گا

اس صورت میں البتہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام عائد ہوتا مگر اس طرح کے الزام سے پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نہیں بچ سکتے اس لیے کہ حضرت سیدہ بارہا ان پر غصہ ہوئی ہیں جیسا کہ رافضیوں کی معتبر کتاب جلاء العیون صفحہ 186 پر ہے کہ ایک بار سیدہ زہرا مولیٰ علی سے ناراض ہوئیں تو حسن و حسین اور ام کلثوم کو لے کر اپنے میکہ چلی گئیں بلکہ بعض مرتبہ اس طرح غصہ ہوتیں کہ حضرت علی کو سخت ست بھی کہہ دیا کرتی تھیں جیسا کہ رافضی مذہب کی مشہور کتاب حق الیقین کے صفحہ 233 پر ہے کہ حضرت سیدہ نے ایک بار حضرت علی سے ناراض ہو کر یہ جملہ کہہ دیا ”مانند جنین در رحم پرده نشین شدہ و مثل خائباں در خانہ گریختہ“ ترجمہ: حمل کے بچے کہ طرح ماں کے پیٹ میں چھپ گئے اور نامرادوں کی طرح گھر میں بیٹھ گئے۔

خلاصہ یہ کہ رافضی اور سنی دونوں کی معتبر کتابوں میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جس سے حضرت سیدہ کا حضرت علی سے ناراض ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن اس کا جواب یہی دیا جائے گا کہ ان کی ناراضگی حضرت علی سے وقتی اور عارضی ہوا کرتی تھی پھر اس کے بعد آپ راضی بھی ہو جاتی تھیں تو ہم کہتے ہیں اول تو حضرت ابو بکر پر حضرت سیدہ کی زبان سے ناراض ہونا ہی ثابت نہیں اور اگر حدیث شریف کے روای کے خیال کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ ناراضگی بھی عارضی اور وقتی تھی جیسا کہ رافضی اور سنی دونوں کی روایتوں سے ثابت ہے کہ مطالبہ فدک کے بعد حضرت سیدہ نے حضرت ابو بکر سے بولنا چھوڑ دیا تو آپ نے حضرت علی کو اپنا سفارشی بنایا یہاں تک کہ حضرت زہرا آپ سے راضی ہو گئیں جیسا کہ سنیوں کی کتاب مدارج النبوة کتاب الوفا بیہقی اور شروح مشکوٰۃ میں یہ روایت موجود ہے بلکہ محدث کبیر حضرت شیخ عبدالحق

محدث دہلوی بخاری نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطالبہ فدک کے بعد حضرت سیدہ کے گھر گئے اور دھوپ میں ان کے دروازہ پر کھڑے ہوئے یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہو گئیں۔

(اشعة اللمعات، کتاب الجہاد، باب الفیء، فصل 3، ج 3، ص 454، مطبع تیج کمار، لکھنؤ)

اور رافضیوں کی کتاب حجاج الباکین میں ہے ((ان ابا بکر لما رای ان فاطمة ان قبضت عنه و هجرته و لم تتکلم بعد ذالك فی امر فدک و کبر ذالك عنده و اراد استرضائها فاتاها فقال لها صدقت یا ابنتی رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ما ادعیت و لکنی رائیت رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقسمها فیعطی الفقراء و المساکین و ابن السبیل بعد ان یعطی منها و الصانعين بها فقال افعل فیها کما کان ابی رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل فیها فقال ذالك الله ان افعل فیها ما کان یفعل ابوک فقالت والله لتفعلن فقال والله لافعلن فقالت اللهم اشهد فرضیت بذالك اخذت العهد علیه و کان ابوبکر یعطیهم منها قوتهم و یقسم الباقی فیعطی الفقراء و المساکین و ابن السبیل)) ترجمہ: بے شک جب حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ فاطمہ مجھ سے تنگ دل ہو گئیں اور چھوڑ دیا اور فدک کے بارے میں بات کرنا ترک کر دیا تو یہ ان پر بہت گراں ہوا انہوں نے حضرت سیدہ کو راضی کرنا چاہا تو ان کے پاس گئے اور کہا کہ اے رسول کی صاحبزادی آپ نے جو کچھ دعویٰ کیا تھا سچا تھا لیکن میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فدک کی آمدنی کو فقیروں مسکینوں اور مسافروں کو بانٹ دیتے تھے اسی میں سے آپ کو اور فدک میں کام کرنے والوں کو دیتے تھے تو حضرت سیدہ نے کہا کہ کرو جیسا کہ میرے باپ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا



کرتے تھے تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ قسم ہے خدا کی میں آپ کے واسطے وہ کام کروں گا جو آپ کے والد گرامی کرتے تھے تو حضرت سیدہ نے کہا قسم خدا کی اب ضرور ایسا ہی کریں گے پھر حضرت ابو بکرؓ نے کہا خدا کی قسم میں ضرور کروں گا تو حضرت سیدہ نے کہا اے خدا تو گواہ ہے پھر حضرت سیدہ راضی ہو گئیں اور حضرت ابو بکرؓ سے عہد لیا اور وہ فدک کی آمدنی سے پہلے حضرت سیدہ وغیرہا کو دیتے تھے پھر باقی فقیروں مسکینوں اور مسافروں کو بانٹ دیتے تھے۔

### جنازے میں شرکت

**سوال:** اس اعتراض کا کیا جواب ہے کہ رافضی کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصیت کی تھی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے جنازے میں شرکت نہ کریں۔

**جواب:** رافضی لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصیت کی تھی کہ ابو بکر میرے جنازہ میں شریک نہ ہوں اسی لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ کوراء میں دفن کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ سیدہ ان سے راضی نہیں ہوئیں تھیں اور ان لوگوں کے مابین صلح صفائی نہیں ہوئی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ

(1) اہل سنت کی معتبر کتابوں سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ حضرت فاطمہ زہراؓ نے یہ وصیت کی تھی کہ حضرت ابو بکر میرے جنازہ میں شریک نہ ہوں، یہ رافضیوں کا افتراء و بہتان ہے اس لئے کہ وہ ایسی وصیت کیسے کر سکتی ہیں جبکہ نماز جنازہ پڑھانے کا حق بحیثیت امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیقؓ ہی کو تھا اسی لیے امام حسینؓ نے مدینہ کے حاکم مروان بن حکم کو حضرت امام حسنؓ کا جنازہ پڑھانے سے نہیں روکا اور فرمایا کہ

اگر شریعت کا حکم ایسا نہ ہوتا تو میں جنازے کی نماز تمہیں نہ پڑھانے دیتا۔

(اشعة اللمعات، کتاب الجہاد، باب الفیء، فصل 3، ج 3، ص 454، مطبع تیج کمار، لکھنؤ)

اور جب نمازے جناز پڑھانے کا حق خلیفۃ المسلمین ہی کو تھا تو حضرت سیدہ کسی کی حق تلفی کی وصیت ہرگز نہیں کر سکتیں معلوم ہوا کہ اس قسم کی وصیت کہ نسبت حضرت سیدہ کی جانب غلط ہے۔

(2) البتہ انہوں نے مرض الموت میں یہ وصیت کی تھی مجھے بے پردہ مردوں کے سامنے نہ نکالیں اس لئے کہ اس زمانہ میں یہ رسم تھی کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی بے پردہ نکالتے تھے تو حضرت ابو بکر کی بیوی اسماء بنت عمیس نے حضرت سیدہ کے جنازے کیلئے لکڑیوں کا ایک گہوارہ بنایا جسے دیکھ وہ بہت خوش ہوئیں لہذا ان کی وصیت انتہائی شرم و حیا کے سبب سنے تھی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کیلئے خاص نہ تھی بلکہ عام تھی اسی لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ کو رات ہی میں دفن کر دیا۔ سنن کبریٰ اور حلیۃ الاولیاء میں ہے: (أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: يَا أَسْمَاءُ إِنِّي قَدْ اسْتَقْبَحْتُ مَا يُصْنَعُ بِالنِّسَاءِ، إِنَّهُ يُطْرَحُ عَلَى الْمَرَأَةِ الثُّوبُ، فَقَالَتْ أَسْمَاءُ يَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَمَحُّ أَلَا أَرَيْكَ شَيْئًا رَأَيْتَهُ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ فَدَعَتْ بِجَرَانِدٍ رَطْبَةٍ فَحَتَّتْهَا، ثُمَّ طَرَحَتْ عَلَيْهَا ثَوْبًا، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: مَا أَحْسَنَ هَذَا وَأَجْمَلَهُ يُعْرِفُ بِهِ الرَّجُلُ مِنَ الْمَرَأَةِ) ترجمہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے اسماء! میں اس بات کو پسند کرتی ہوں جو عورتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ ان کی میت پر کپڑا ڈال دیا جاتا ہے، حضرت اسماء نے عرض کی: اے بنت رسول اللہ کیا میں آپ کو اس طرح کر کے نہ دکھاؤں جس طرح حبشہ میں عورت کی میت کے ساتھ کیا جاتا ہے، پھر اسماء نے تازہ

شاخوں کو منگایا اور ان سے ایک ڈولی تیار کی پھر اس پر کپڑا ڈال دیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کو دیکھ کر فرمایا: یہ بہت ہی اچھا ہے کہ اس سے مرد اور عورت کے جنازے میں پہچان ہو جاتی ہے۔

(سنن کبریٰ للبیہقی، باب ما ورد فی النعش للنساء، ج 4، ص 56، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ☆  
(حلیۃ الاولیاء لابن نعیم، فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہا وسلم، ج 2، ص 43، دارالکتب العربی، بیروت)

(3) اور سیدہ کے جنازہ میں حضرت ابو بکر کا شریک نہ ہونا بخاری یا صحاح کی کسی روایت سے ثابت نہیں بلکہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ ان کی نماز جنازہ حضرت ابو بکر صدیق ہی نے پڑھائی جیسا کہ طبقات ابن سعد میں امام شعبی اور امام نخعی سے دور روایتیں مروی ہیں۔ ((عن الشعبی قال صلی علیہا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عن ابراہیم صلی ابو بکر الصدیق علی فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کبر علیہا اربعاً)) ترجمہ: حضرت امام شعبی اور ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کی نماز جنازہ حضرت ابو بکر نے پڑھائی اور نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

(کنز العمال، کتاب الموت من قسم الافعال، باب صلوۃ الجنائز، جزء 15، ص 1100، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

(4) اور اگر جنازہ میں شریک نہ ہونا مان بھی لیا جائے تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت علی نے حضرت ابو بکر کو بلائے کیلئے کسی کو نہ بھیجا ہو تو حضرت ابو بکر نے سمجھا ہو کہ اس میں کوئی مصلحت ہے اس لیے شریک نہ ہوئے ہوں اور علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو بکر انتظار میں رہے ہوں کہ ان کو بلایا جائے گا اور حضرت علی نے یہ خیال کیا کہ وہ خود آئیں گے اور رات کا وقت تھا اس

لیے ان کی شرکت کے بغیر تجہیز و تکفین کر دی گئی۔ کذا ذکرہ السمہودی فی تاریخ المدینہ۔

(اشعة اللمعات، کتاب الجہاد، باب الفی، فصل 3، ج 3، ص 454، مطبع تیح کمار، لکھنؤ)

(5) اور اگر رافضی کسی بات کو نہ مانیں اور جنازہ میں شرکت نہ کرنے کی وجہ

حضرت سیدہ کی وصیت ہی کو ٹھہرائیں تو پھر ان کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا کہ سیدہ کی نماز جنازہ صرف سات آدمیوں نے پڑھی جیسا کہ رافضیوں کی معتبر کتاب جلاء العیون میں کلینی سے روایت ہے کہ ”أزمیر المومنین صلوات اللہ علیہ روایت کردہ است کہ ہفت کس بزرگ جنازہ فاطمہ نماز کر دند ابو ذر و عمار و حذیفہ و عبد اللہ بن مسعود و مقداد و من امام ایشان بود۔“ ترجمہ: امیر المومنین حضرت علی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ صرف سات آدمیوں نے فاطمہ کی نماز جنازہ پڑھی ابو ذر سلمان عمار حذیفہ عبد اللہ بن مسعود مقداد اور میں ان کا امام تھا۔

اس روایت سے ثابت ہو کہ صرف سات آدمیوں نے حضرت سیدہ کی نماز جنازہ پڑھی اور مندرجہ ذیل حضرات ان کے جنازہ میں شریک نہ ہوئے: حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عقیل بن طالب، حضرت جعفر بن طالب، حضرت قیس بن سعد، حضرت ایوب انصاری، حضرت ابوسعید خدری، حضرت سہل بن حنیف، حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت براء بن عازب اور حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہم (جمعیں)۔ یہ تیرہ حضرات جن کو رافضی بھی مانتے ہیں اور یہ لوگ نماز جنازہ میں شریک نہ ہوئے ان کے بارے میں وہ کیا کہیں گے؟ کیا حضرت سیدہ ان سے بھی ناراض تھیں کیا انہوں نے یہ بھی وصیت کر دی تھی کہ

میرے جنازہ میں امام حسین اور امام حسین بھی شریک نہ ہوں، جو ان کے لاڈلے اور چہیتے بیٹے تھے لہذا ماننا پڑے گا کہ نماز جنازہ میں شریک ہونے نہ ہونے کو ناراضگی کی بنیاد بنانا ہی غلط ہے ورنہ حضرات حسنین کے بارے میں بھی کہنا پڑے گا کہ ان حضرات سے سیدہ ناراض تھیں اور جنازہ میں شریک نہ ہونے کیلئے وصیت کر گئی تھیں تو ثابت ہو کہ حضرت ابو بکر نے حضرت سیدہ کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی تو اس کے آپ سے حضرت سیدہ سے ناراضگی کی دلیل ٹھہرانا غلط ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت التجا کے ساتھ اپنی پوری جائیداد حضرت سیدہ کو پیش کی جیسا کہ رافضیوں کی معتبر کتاب حق الیقین میں ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فدک کا مطالبہ کیا تو انہوں نے حدیث رسول (( لا ثورث ما ترکناہ صدقۃ )) کے سنانے کے بعد بہت معذرت کی اور کہا کہ اموال و احوال خود از تو مضائقہ نمی آں چہ خواہی بگیری تو سیدہ امت پدر خود بی و شجرہ طیبہ از برائے فرزندان خود انکار فضل تو کسی نمی تواند گردد و تو حکم تو نافذ بیت در اموال من امداد اموال مسلمانان مخالف گفتیہ پدر تو نمی تواند کرد ”ترجمہ: میرے جملہ اموال و احوال میں آپ کو اختیار ہے آپ بلا روک ٹوک لے سکتی ہیں اور آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے سرور ہیں اور آپ کے فرزندانوں کیلئے شجرہ مبارکہ میں آپ کی فضیلت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور آپ کا حکم میرے تمام مالوں میں نافذ ہے لیکن مسلمانوں کے مالوں میں آپ کے والد ماجد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کی مخالفت میں نہیں کر سکتا۔



(حق الیقین ملا مجلسی، ص 231)

راقصیوں کی اس مذہبی کتاب سے واضح ہو گیا کہ حضرت سیدہ حضرت ابو بکر کے نزدیک بہت محترم تھیں وہ حضرت سیدہ کی بہت عزت کیا کرتے تھے ہرگز ہرگز ان کے دل میں حضرت سیدہ کی طرف سے کوئی بغض و عناد نہ تھا صرف حدیث رسول کے سبب فدک ان کے حوالہ نہ کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر طرح کے الزام سے پاک ہے اور ان پر باغ فدک کے غصب اور حضرت سیدہ کی دشمنی کا الزام لگانا سراسر غلط ہے اس مفصل جواب کا مقصد بحث و مناظرہ نہیں بلکہ اپنے مسلک کی وضاحت اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی واجب الاحترام ہستی پر جو طعن کیا جاتا ہے اس سے مدافعت مقصود ہے خدا تعالیٰ سب کو ہٹ دھرمی سے بچائے اور حق بات قبول کرنے کی سب کو توفیق رفیق بخشے، آمین۔

## فصل پنجم: شعب ابی طالب کے شرکاء

**سوال:** زید کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب شعب ابی طالب میں محصور تھے، اس وقت ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس بایکاٹ کی مصیبتیں جھیلنے کے لئے ان کے ساتھ نہیں تھے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

**جواب:** زید کا یہ قول باطل اور اس کی کتب سیر و تاریخ سے جہالت پر وال

ہے۔

(1) جہاں تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق ہے تو (ا) ابو طالب کا وہ قصیدہ جس کو مورخین نے نقل کیا وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس بایکاٹ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے۔

چنانچہ السیرۃ النبویۃ لابن ہشام میں ابو طالب کا قصیدے میں یہ شعر بھی موجود ہے:

ہم رجعو اسنہل بن بیضاء راضیاً و سر ابوبکر بہا و محمد  
ترجمہ: وہی لوگ ہیں جنہوں نے سہل بن بیضاء کو راضی کر کے لوٹایا اور  
حضرت ابو بکر اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سرور کیا۔

(السیرۃ النبویۃ، ج 2، ص 23، دار الفکر، بیروت)

یہ شعر بل الہدی الرشاد ج 2 ص 546 میں بھی موجود ہے۔

(ب) جس سال یہ واقعہ پیش آیا اسی سال ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ حالات جو مورخین نے نقل کئے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کفار کے ظلم و ستم کا نشانہ بن رہے تھے، ایسا نہ تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راحت

وآرام کی زندگی گزار رہے ہوں اور مدد پر قادر ہونے کے باوجود مدد نہ کی۔ السیرۃ النبویۃ لابن ہشام میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ((حِينَ ضَاقَتْ عَلَيْهِ مَكَّةُ وَأَصَابَهُ فِيهَا الْأَذَى، وَرَأَى مِنْ تَظَاهُرِ قُرَيْشٍ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ مَا رَأَى، اسْتَأْذَنَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْهَجْرَةِ فَأْذَنَ لَهُ، فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا، حَتَّى إِذَا سَارَ مِنْ مَكَّةَ يَوْمًا أَوْ يَوْمَيْنِ، لَقِيَهِ ابْنُ الدُّغْنَةِ، أَخُو بَنِي الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ مَنَاةَ بْنِ كِنَانَةَ، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ سَيِّدُ الْأَحَابِيشِ۔ قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: وَالْأَحَابِيشُ: بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ مَنَاةَ بْنِ كِنَانَةَ، وَالْهُونُ ابْنُ خُزَيْمَةَ بْنِ مُدْرِكَةَ، وَبَنُو الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ۔ قَالَ ابْنُ هِشَامٍ: تَحَالَفُوا جَمِيعًا، فَسَمَوْا الْأَحَابِيشَ (لِأَنَّهُمْ تَحَالَفُوا بِوَادٍ يُقَالُ لَهُ الْأَحْبَشُ بِأَسْفَلِ مَكَّةَ) لِلْحِلْفِ. وَيُقَالُ: ابْنُ الدُّغْنَةِ. قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُرْوَةَ (بْنِ الزُّبَيْرِ)، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: فَقَالَ ابْنُ الدُّغْنَةِ: أَيُّنَ يَا أَبَا بَكْرٍ؟ قَالَ: أَخْرَجَنِي قَوْمِي وَأَذَوْنِي، وَضَيَّقُوا عَلَيَّ، قَالَ: وَلِمَ؟ فَوَاللَّهِ إِنَّكَ لَتَزِينُ الْعَشِيرَةَ وَتُعِينُ عَلَى النَّوَائِبِ، وَتَفْعَلُ الْمَعْرُوفَ وَتُكْسِبُ الْمَعْدُومَ، أَرْجِعْ فَأَنْتَ فِي جَوَارِي. فَرَجَعَ مَعَهُ حَتَّى إِذَا دَخَلَ مَكَّةَ قَامَ ابْنُ الدُّغْنَةِ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، إِنِّي قَدْ أَجَرْتُ ابْنَ أَبِي قُحَافَةَ، فَلَا يُعْرَضَنَّ لَهُ أَحَدٌ إِلَّا بِخَيْرٍ. قَالَتْ: فَكَفُّوا عَنْهُ. قَالَتْ: وَكَانَ لِأَبِي بَكْرٍ مَسْجِدٌ عِنْدَ بَابِ دَارِهِ فِي بَنِي جُمَحٍ، فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ، وَكَانَ رَجُلًا رَقِيقًا، إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ اسْتَبَكَّى. قَالَتْ: فَيَقِفُ عَلَيْهِ الصَّبِيَّانُ وَالْعَبِيدُ وَالنِّسَاءُ، يَعْجَبُونَ لِمَا يَرَوْنَ مِنْ هَيْئَتِهِ. قَالَتْ: فَمَشَى رَجُلًا مِنْ قُرَيْشٍ إِلَى ابْنِ الدُّغْنَةِ فَقَالُوا (لَهُ): يَا بَنَ الدُّغْنَةِ، إِنَّكَ لَمْ تُجِرْ هَذَا الرَّجُلَ لِيُؤْذِنَا! إِنَّهُ

رَجُلٌ إِذَا صَلَّى وَقَرَأَ مَا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ يَرْقُ وَيُبْكِي، وَكَانَتْ لَهُ هَيْئَةٌ وَنَحْوُ،  
فَنَحْنُ نَتَخَوَّفُ عَلَى صِبْيَانِنَا وَنِسَائِنَا وَضَعْفَتِنَا أَنْ يَفْتِنَهُمْ، فَأَتِيهِ فَمَرَّةً أَنْ  
يَدْخُلَ بَيْتَهُ فَلْيُصْنَعْ فِيهِ مَا شَاءَ. قَالَتْ: فَمَشَى ابْنُ الدُّغْنَةِ إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ يَا أَبَا  
بَكْرٍ، إِنِّي لَمْ أُجْرِكَ لِتُوْذِي قَوْمَكَ إِنَّهُمْ قَدْ كَرِهُوا مَكَانَكَ الَّذِي أَنْتَ فِيهِ  
وَتَأْذُوا بِذَلِكَ مِنْكَ فَادْخُلْ بَيْتَكَ فَاصْنَعْ فِيهِ مَا أَحْبَبْتَ، قَالَ: أَوَارِدُ عَلَيْكَ  
جَوَارِكَ وَأَرْضِي بِجَوَارِ اللَّهِ؟ قَالَ: فَارْدُدْ عَلَيَّ جَوَارِي، قَالَ: قَدْ رَدَدْتُهُ عَلَيْكَ.  
قَالَتْ: فَقَامَ ابْنُ الدُّغْنَةِ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، إِنَّ ابْنَ أَبِي قُحَافَةَ قَدْ رَدَّ عَلَيَّ  
جَوَارِي فَشَأْنُكُمْ بِصَاحِبِكُمْ)) ترجمہ: جب آپ پر مکہ تنگ ہو گیا اور ان کو مکہ میں  
اذیت پہنچی اور آپ نے قریش کے رسول اللہ اور آپ کے اصحاب پر قریش کے غلبہ کو  
دیکھا جو دیکھا، تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کی  
تو آپ نے اجازت دے دی، تو ابوبکر بھی آپ کے ساتھ ہجرت کرتے ہوئے نکلے  
حتیٰ کہ جب مکہ سے ایک یا دو دن کی مسافت پر چلے گئے تو آپ کو ابن الدغنه ملا جو بنو  
حارث بن بکر بن عبد مناة بن کنانہ میں سے تھا، اور وہ اس دن احابیش کا سردار  
تھا، ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھے زہری نے عروہ سے انہوں نے عائشہ سے روایت  
کیا کہ وہ فرماتی ہیں کہ ابن الدغنه نے کہا کہ کہاں جا رہے ہو اے ابوبکر، فرمایا کہ مجھے  
میری قوم نے نکال دیا اور مجھے اذیت دی اور مجھ پر زمین تنگ کر دی، اس نے کہا کہ  
ارے نہیں آپ تو خاندان والوں کو زینت دیتے ہیں اور مضیبت زدہ کی مدد کرتے ہیں  
اور معدوم کا کسب کرتے ہیں آپ لوٹ آئیں۔ اے قریش میں نے ابن ابوقحافہ کو امان  
میں لیا تو کوئی انہیں نہ ملے مگر خیر کے ساتھ آپ فرماتی ہیں کہ قریش آپ سے باز  
آگئے، فرماتی ہیں کہ بنو جحج کے قبیلے میں اس کے گھر کے پاس ابوبکر کی ایک مسجد

تھی، آپ نرم دل آدمی تھے جب قرآن پڑھتے تو روتے، تو بچے، عورتیں اور غلام کھڑے ہو جاتے اور آپ کی حالت پر تعجب کرتے، فرماتی ہیں کہ قریش کے لوگ ابن دغنه کے پاس آئے اور کہا کہ تم نے اس شخص کو اس لئے پناہ میں نہیں لیا تھا کہ یہ ہمیں اذیت پہنچائے، یہ شخص جب نماز پڑھتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتا ہے تو اس پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور یہ روتا ہے تو اس کی یہ حالت ہے اور ہم اپنے بچوں، عورتوں اور کمزوروں کا خوف کرتے ہیں، تم اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ گھر میں داخل ہو کر جو چاہے کرو۔ تو ابن دغنه چلا اور آپ کو کہا کہ میں نے آپ کو اس لئے پناہ نہیں دی تھی کہ آپ میری قوم کو ایذا پہنچائیں یہ آپ کی اس جگہ کو ناپسند کرتے ہیں جس پر آپ ہیں اور انہیں اس سے اذیت ہوتی ہے آپ اپنے گھر جائیں اور جو چاہیں کریں، آپ نے فرمایا کہ یا میں تمہاری پناہ لوٹا دوں اور اللہ کی پناہ پر راضی ہو جاؤں، اس نے کہا کہ مجھ پر میری پناہ لوٹا دو، تو فرمایا کہ میں اسے آپ پر لوٹاتا ہوں تو ابن ابی دغنه کھڑا ہوا اور کہا کہ اے گروہ قریش ابن ابی قحافہ نے میری پناہ مجھ پر پناہ لوٹا دی تو تمہارا معاملہ تمہارے ساتھی کے ساتھ ہے۔

(السيرة النبوية، سبب جوار ابن دغنه لابی بکر، ج 1، ص 372 تا 374، مصطفی البابی، مصر)

(2) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس بایکٹ کے نشانہ بننے پر بھی

کئی قرائن دلالت کرتے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

(1) مورخین نے لکھا کہ اس بایکٹ کا ایک سبب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

اسلام لانا تھا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو بایکٹ کا سبب تھا اس کو کفار چھوڑ دیں۔ السيرة

النبوية لابن هشام میں ہے ((قال ابن اسحاق: فلما رأيت قریش ان اصحاب

رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد نزلوا بلداً اصابوا به امنا وقراراً وان النجاشی

قد منع من لجأ اليه منهم، وان عمر قد اسلم فكان هو وجمزة بن عبد



المطلب مع رسول الله صلى الله عليه وسلم واصحابه وجعل الاسلام يفشو في القبائل، اجتمعوا وائتمروا ان يكتبوا كتاباً يتعاقدون فيه على بنى هاشم وبنى المطلب: على ان لا ينكحوا اليهم ولا ينكحوهم، ولا يبيعوهم شيئاً ولا يبتاعوا منهم)) ترجمہ: ابن اسحاق کہتے ہیں: جب قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا کہ وہ ایسے شہروں میں رہنے لگے ہیں کہ جہاں انہیں امن و قرار حاصل ہے اور نجاشی اپنے یہاں پناہ گزینوں کی حفاظت کرتا ہے اور حضرت عمر اسلام لے آئے ہیں اور یہ اوز حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہیں اور اسلام قبائل میں پھیلنے لگا ہے تو وہ جمع ہوئے اور ایک دستاویز لکھنے کا حکم دیا اور اس میں یہ عہد کیا کہ نہ تو ان سے شادی کریں گے نہ کرائیں گے اور نہ انہیں کوئی شے بیچیں گے نہ ان سے خریدیں گے۔

(السيرة النبوية، ج 2، ص 3، مطبوعه دار الفكر، بيروت)

تاریخ طبری میں ہے ”عمر بن خطاب اسلام لے آئے یہ ایک نہایت زبردست طاقتور اور جری آدمی تھے، ان سے پہلے حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسلام لاچکے تھے، ان دونوں کے مسلمان ہو جانے سے اب اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے میں زیادہ قوت محسوس کی اور اسلام قبائل میں پھیلنے لگا، نجاشی نے بھی اپنے یہاں کے پناہ گزینوں کی حفاظت و حمایت کی، اس سے قریش بہت طیش میں آئے انہوں نے آپس میں مشاورت کر کے یہ عہد کیا اور اس کے لئے باقاعدہ عہد نامہ لکھا۔“

(تاریخ طبری مترجم، ج 2، ص 80، مطبوعه نفیس اکیڈمی)

(م) سیرت نگاروں نے واقعہ شعب ابی طالب میں عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر نہ کیا تو یہ کس نے لکھا ہے کہ وہ اس بایکٹ میں کفار کے معتبوب نہیں

تھے، لہذا سیرت نگاروں کا واقعہ شعب ابی طالب میں عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر نہ کرنا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ وہاں نہیں تھے کہ عدم ذکر عدم نہیں۔

(ج) یہ بایکاٹ صرف بنی ہاشم کے ساتھ نہ تھا بلکہ تمام مسلمانوں اور بنی ہاشم چاہے وہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں کے ساتھ تھا۔ جو شخص عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استثناء کا قائل ہے اس پر لازم ہے کہ وہ دلیل دے کہ یہ بایکاٹ ان کے ساتھ نہ تھا اور یہ راحت و آرام میں دن گزارتے رہے، اور مدد پر قادر ہونے کے باوجود مدد نہ کی۔ علامہ عبدالرحمن بن عبداللہ السہیلی المتوفی 581ھ فرماتے ہیں ((وَذَكَرَ مَا

أَصَابَ الْمُؤْمِنِينَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشَّعْبِ مِنْ ضَيْقِ الْحِصَارِ لَا يُبَايَعُونَ وَلَا يُنَاكَحُونَ وَفِي الصُّبْحِ أَنَّهُمْ جَهَدُوا حَتَّى كَانُوا يَأْكُلُونَ الْخَبْطَ وَوَرَقَ السَّيْرِ حَتَّى إِنْ أَحَدُهُمْ لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ وَكَانَ فِيهِمْ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ - رَوَى أَنَّهُ قَالَ لَقَدْ جُعْتُ، حَتَّى إِنِّي وَطِئْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ عَلَى شَيْءٍ رَطْبٍ فَوَضَعْتَهُ فِي فَمِي وَبَلَعْتَهُ، وَمَا أَدْرَى مَا هُوَ إِلَى الْآنَ وَفِي رَوَايَةِ يُونُسَ أَنَّ سَعْدًا قَالَ خَرَجْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ لِأَبُولَ فَسَمِعْتُ قَعْقَعَةً تَحْتَ الْبُولِ فَإِذَا قِطْعَةٌ مِنْ جِلْدٍ بَعِيرٍ يَابِسَةٍ فَأَخَذْتُهَا وَغَسَلْتُهَا، ثُمَّ أَحْرَقْتُهَا ثُمَّ رَضَضْتُهَا، وَسَفَفْتُهَا بِالْمَاءِ فَقَوِيَتْ بِهَا ثَلَاثًا وَكَانُوا إِذَا قَدِمَتْ الْعِيرُ مَكَّةَ يَأْتِي أَحَدُهُمُ السُّوقَ لِيَشْتَرِيَ شَيْئًا مِنَ الطَّعَامِ لِغِيَالِهِ فَيَقُومُ أَبُو لَهَبٍ عَدُوُّ اللَّهِ فَيَقُولُ يَا مَعْشَرَ التَّجَارِ غَالُوا عَلَى أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ حَتَّى لَا يَدْرِكُوا مَعَكُمْ شَيْئًا، فَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا لِي وَوَفَاءُ ذِمَّتِي، فَأَنَا ضَامِنٌ أَنْ لَا خَسَارَ عَلَيْكُمْ فَيَزِيدُونَ عَلَيْهِمْ فِي السَّلْعَةِ قِيمَتَهَا أَضْعَافًا، حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى أَطْفَالِهِ وَهُمْ يَتَضَاغُونَ مِنَ الْجُوعِ وَلَيْسَ فِي يَدِيهِ شَيْءٌ يَطْعِمُهُمْ بِهِ وَيَعْدُو التَّجَارُ عَلَى

أَبْنَى لَهَبٍ، فَيَرْبِحُهُمْ فِيمَا اشْتَرَوْا مِنَ الطَّعَامِ وَاللِّبَاسِ حَتَّى جَهْدَ الْمُؤْمِنُونَ  
وَمَنْ مَعَهُمْ جَوْعًا وَعُرْيًا)) ترجمہ: ان مصیبتوں کا ذکر کیا مومنین کو جو نبی اکرم صلی اللہ  
عہدہ وسلم کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور ہونے کے وقت پہنچی تھیں کہ نہ تو ان سے  
بیع کی جاتی تھی اور نہ ہی نکاح، صحیح بخاری میں ہے کہ انہوں نے اتنی تکلیف اٹھائی  
کہ پتے کھا کر گزارا کرتے تھے یہاں تک کہ ان میں سے کوئی بکری کی میٹنگی کی طرح  
میٹنگی کرتا تھا، ان میں سعد بن ابی وقاص بھی تھے، ان سے مروی ہے کہ ایک دفعہ  
انہیں مجھے بھوک لگی یہاں تک کہ ایک رات میرا ایک ترچیز پر گزر ہوا تو میں نے اسے  
منہ میں رکھا اور نگل لیا میں ابھی تک نہیں جان سکا کہ وہ کیا چیز تھی، یونس کی روایت میں  
ہے کہ سعد کہتے ہیں کہ ایک رات میں پیشاب کرنے کے لئے نکلا، میں نے پیشاب  
کے وقت کسی چیز کی آہٹ سنی میں نے دیکھا تو وہ اونٹ کی کھال کا ایک خشک ٹکڑا تھا  
میں نے اسے پکڑا اور دھویا پھر اسے جلایا اور کوٹ کر پانی میں ملایا تو میں نے اس سے  
تین دن تک تقویت حاصل کی اور جب قافلے مکہ میں آتے تو ان میں سے کوئی بازار  
آتا تا کہ اپنے گھر والوں کے لئے کھانا خریدے تو اللہ کا دشمن ابولہب کھڑا ہو جاتا اور  
کہتا کہ اے گروہ تاجرین محمد کے ساتھیوں پر اشیاء مہنگی کر دوتا کہ یہ تم سے کچھ نہ لے  
سکیں اور تم میرا مال اور میرا وعدہ پورا کرنے کی عادت جانتے ہو تو میں تمہارا ضامن  
ہوں کہ تمہیں کوئی گھانا نہیں ہوگا تو دکانداران پر سامان کی قیمتیں دگنی کر دیتے حتیٰ کہ وہ  
اپنے بچوں کی طرف لوٹ جاتے اور ان کے بچے بھوک سے بلبلارہے ہوتے اور ان  
کے ہاتھ میں ایسی کوئی شے نہ ہوتی جو وہ انہیں کھلا سکتے اور تاجر ابولہب کے پاس صبح  
کرتے اور وہ ان کو نفع دیتا ان چیزوں میں جو وہ ان سے خریدتا حتیٰ کہ مسلمان اور ان  
کے ساتھ بھوک اور افلاس کی وجہ سے کمزور ہو گئے۔

(روض الانف، حدیث نقض صحیفہ، ج 3، ص 354، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(3) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کفار کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف میں دوسرے مسلمانوں کے شریک تھے اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے غریب الوطنی کی زندگی گزارنے کے لئے حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کے وقت اپنی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تشریف لے گئے تھے۔

چنانچہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ دوسری مرتبہ ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمان مع اپنی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ بھی تھے انہیں بہت افسوس تھا کہ وہ دوسری مرتبہ بھی ہجرت کر کے جا رہے ہیں لیکن انہیں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت کا شرف حاصل نہیں، آپ نے ازراہ تأسف اس امر کا ذکر بارگاہ رسالت میں کیا۔ جس کا ذکر طبقات ابن سعد میں اس طرح ہے ”حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ فہجرتنا الاولى وهذه الآخرة الى النجاشی ولست معنا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری پہلی اور یہ دوسری ہجرت نجاشی کی طرف ہے اور حضور ہمارے ساتھ نہیں ہیں“ (فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتم مهاجرون الى الله والى لكم هاتان الهجرتان جميعاً) ترجمہ: تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری یہ دونوں ہجرتیں اللہ تعالیٰ کی طرف اور میری طرف ہیں۔ یہ سن کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: فحسبنا یا رسول اللہ۔ اگر ایسا ہے تو پھر ہم راضی ہیں، ہمیں اتنا ہی کافی ہے۔

(طبقات ابن سعد، ج 1، ص 207)

السيرة النبوية لابن هشام میں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ((منهم من بنی عبد شمس بن عبد مناف بن قصی

عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیة بن عبد شمس معہ امراتہ رقیة بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و ابو حذیفة بن عتبة بن ربیعہ بن عبد شمس معہ امراتہ سہلہ بنت سہیل)) ترجمہ: حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں بنی عبد شمس بن عبد مناف بن قصی میں سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور آپ کے ساتھ آپ کی بیوی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور ابو حذیفة بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس تھے اور ان کے ساتھ ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل تھیں۔

(السيرة النبوية لابن هشام، ج 2، ص 14، دار الفكر، بيروت)



## فصل ششم: حرمت متعہ

### متعہ کی تعریف

متعہ اس عقد کو کہتے ہیں جس میں مقررہ معاوضہ سے معینہ مدت کے لیے کسی عورت کو قضاء شہوت کے لیے حاصل کیا جاتا ہے، اس عقد کے لیے نہ گواہوں کی ضرورت ہے نہ ممتوعہ عورتوں کے لیے تعداد کی کوئی قید ہے، جہاں فریقین راضی ہوں مدت اور اجرت طے ہوئی، وہیں جنسی تسکین کا عمل شروع ہو گیا۔ چنانچہ مشہور شیعہ مفسر ابوعلی فضل بن الحسن الطبرسی من القرن السادس لکھتا ہیں ”(نکاح المتعہ) وہ نکاح ہے جو مہر معین سے مدت معین کے لئے کیا جاتا ہے۔“

(مجمع البیان، ج 3، ص 52، انتشارات خسرو، ایران)

### تحریم متعہ

متعہ زمانہ جاہلیت کی قبیح رسموں میں سے ایک رسم تھی، اسلام نے جس طرح تدریجی عمل کے ذریعہ دوسری برائیوں کو رفتہ رفتہ ختم کیا جیسا کہ شراب وغیرہ، اسی طرح متعہ کو حرام قرار دے دیا، قرآن و سنت میں اس کی حرمت کے دلائل واضح طور پر موجود ہیں۔

### آیات کریمہ

(1) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَإِنْ كُنْتُمْ أَحِبَّاءَ لِهَذِهِ الْأَعْيَانِ فَلَا تُجْرِمُوا﴾

مِنْ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴿ترجمہ: نکاح کرو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے، اگر تمہیں خوف ہو کہ ان کے درمیان عدل نہ کرو سکو گے تو صرف ایک سے نکاح کرو یا اپنی کنیزوں پر اکتفا کرو۔﴾

(پ 4، سورۃ النساء، آیت 3)

اس آیت کریمہ میں قضاء شہوت کی جائز صورتیں بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ چار عورتوں تک نکاح کر سکتے ہو اور دوسرا اگر اس کی طاقت نہ ہو تو صرف ایک سے نکاح کر دیا کنزوں سے یہ نفع حاصل کر سکتے ہو۔ اگر اس کے علاوہ بھی قضاء شہوت کی جائز صورت ہوتی تو وہ ضرور بیان کی جاتی۔ اس مقام پر متعہ کا ذکر نہ کرنا اس بات کا مقتضی ہے کہ متعہ جائز نہیں۔

نیز اس میں تمام حلال عورتوں سے صرف چار تک نکاح کرنے کو حلال ٹھہرایا گیا ہے حالانکہ متعہ میں عورتوں کی تعداد معین نہیں، حتیٰ کہ شیعوں کے نزدیک بیک وقت ہزاروں سے کر سکتے ہیں (جیسا کہ آگے آرہا ہے)، لہذا مجموعہ عورتیں ﴿مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ میں داخل نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی متعہ کو نکاح شرعی قرار دیا جاسکتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ (الہی ان قال) ذَلِكْ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿ترجمہ: تم میں سے جو شخص آزاد عورتوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو تو مسلمان کنیزوں سے نکاح کر لے اور یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے نفس پر زنا کا خوف رکھتا ہے اور صبر کرنا تمہارے لیے بہتر ہے۔

(پ 5، سورۃ النساء، آیت 25)

آزاد عورتوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھنے والے افراد کے لیے دو طریقے تجویز کیے گئے ایک یہ کہ کنیزوں سے نکاح کریں اور دوسرا یہ کہ صبر کریں اور ضبط نفس کریں۔ اگر متعہ بھی جائز اور مشروع ہوتا تو انہیں متعہ کی بھی تلقین کی جاتی، مگر ایسا نہیں

کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ متعہ کے جواز کی کوئی صورت نہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَيْسَتَعْظِيفِ الدِّينَ لَا يَجِدُونَ

نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ ترجمہ: اور جو لوگ نکاح کی طاقت نہیں رکھتے ان کو عفت برتنی چاہیے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی فضل سے غنی کر دے۔

(پ 18، سورۃ نور، آیت 33)

اس آیت کریمہ میں واضح الفاظ میں بیان کر دیا گیا کہ اگر نکاح کی طاقت

نہیں تو ضبط نفس کریں، صبر سے کام لیں، اگر متعہ جائز ہوتا تو ضرور اس مقام میں وہ صورت بھی بیان کی جاتی، اس سے معلوم ہوا کہ متعہ کے جواز کی کوئی صورت نہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَفْوَاجِهِمْ حَافِظُونَ ۚ إِلَّا

عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۚ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾ ترجمہ: (فلاح پانے والے مومنین وہ

ہیں) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں کے اور اپنی کنیروں کے، پس ان میں ان پر کوئی ملامت نہیں، جو کوئی ان کے علاوہ چاہے تو وہی لوگ حد

سے بڑھنے والے ہیں۔ (پ 18 سورۃ المؤمنون، آیت 5 تا 7)

اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے والے مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے یہ

وصف بھی بیان فرمایا کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ان کو

استعمال کریں گے تو صرف بیویوں اور کنیروں میں، جو اس کے علاوہ قضاء شہوت

چاہے تو وہ حد سے بڑھنے والا ہے، معلوم ہوا کہ شریعت نے جن عورتوں سے قضاء

شہوت کی اجازت دی ہے ان میں ممتوعہ عورت شامل نہیں، لہذا اس سے ممتوعہ (جس

سے متعہ کیا جائے اس) عورت کی حرمت واضح ہو گئی۔

(5) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ

ذَلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ ﴿٢٤﴾ ترجمہ: اس کے علاوہ عورتوں تمہارے لیے حلال ہے کہ تم اموال کے ساتھ ان کی خواستگاری کرو، قید میں لاتے نہ کہ پانی گراتے۔

(پ 5، سورۃ النساء، آیت 24)

اس آیت میں محرمات کے علاوہ عورتوں سے اپنے اموال کے ذریعہ خواستگاری کی اجازت دی گئی، مگر اس طرح کی قید میں لاتے ہوئے، نہ کہ فقط پانی گراتے ہوئے۔ اور قید میں لانا نکاح ہی میں نہیں ہوتا ہے، متعہ میں تو عورت ہر ہفتے دوسرے کے پہلو میں ہوتی ہے اور اس میں مقصود صرف پانی گرا کر قضاء شہوت کرنا ہوتا ہے۔

## احادیث و آثار

(1) صحیح بخاری میں ہے: ((عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ أَكْلِ لَحْمِ الْحُمْرِ الْإِنْسِيَّةِ)) ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا۔

(صحیح بخاری، باب غزوہ خیبر، ج 5، ص 135، مطبوعہ دار طوق النجاة، سنن ابن ماجہ، باب النہی عن نکاح المتعہ، ج 1، ص 630، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت، جامع ترمذی، باب ما جاء فی تحریم نکاح المتعہ، ج 2، ص 421، دار الغرب الاسلامی، بیروت، سنن نسائی، تحریم متعہ، ج 6، ص 126، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، مصنف ابن ابی شیبہ، فی نکاح المتعہ وحرمتہا، ج 3، ص 551، مکتبہ الرشید، الریاض، مصنف عبد الرزاق، باب المتعہ، ج 7، ص 500، المکتب الاسلامی، بیروت)

اس حدیث پاک کے تحت جامع ترمذی میں ہے: ”حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَنَحْنُ وَغَيْرِهِمْ وَإِنَّمَا رُوِيَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ شَيْءٌ مِنَ الرُّخْصَةِ فِي الْمُتْعَةِ، ثُمَّ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهِ حَيْثُ أَخْبَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَنَحْنُ تَرْجَمَهُ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی (مذکورہ) حدیث حسن صحیح ہے، اہل علم حضرات صحابہ کرام میں سے ہوں یا ان کے بعد والوں میں سے ان کا عمل اسی پر ہے، صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس میں متعہ کے بارے میں کچھ رخصت مروی ہے، پھر انہوں نے بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کی طرف رجوع کر لیا۔

(جامع ترمذی، باب ما جاء في تحريم نكاح المتعة، ج 2، ص 421، دار الغرب الاسلامی، بیروت)  
 (2) سنن نسائی میں ہے: ((نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَنَحْنُ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنِ مُتْعَةِ النِّسَاءِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والے دن متعہ نساء سے منع فرمادیا۔ (سنن نسائی، تحريم متعة، ج 6، ص 126، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)  
 (3) اولاً غزوہ خیبر کے دن متعہ کو حرام قرار دیا گیا، پھر فتح مکہ کے موقع پر تین دن کے لیے پھر مباح ہوا، اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لیے متعہ کو حرام فرمادیا۔ صحیح مسلم میں حدیث پاک ہے: ((رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَنَحْنُ عَامَ أُوطَاسٍ فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثَةً ثُمَّ نَهَى عَنْهَا)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر تین دن متعہ میں رخصت عطا فرمائی، پھر اس منع فرمادیا۔

(صحیح مسلم، بیان نكاح المتعة، ج 2، ص 1023، دار احیاء التراث العربی، بیروت) ☆ مصنف ابن ابی شیبہ، فی نكاح المتعة وحرمتها، ج 3، ص 551، مکتبۃ الرشید، الرياض)

(4) ایک اور حدیث پاک میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَذِنْتُ لَكُمْ فِي الْإِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ،



وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ ذَلِكَ إِلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ترجمہ: اے لوگو! میں نے تمہیں پہلے عورتوں کے ساتھ متعہ کی اجازت دی تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک کے لیے حرام فرمادیا ہے۔

(صحیح مسلم، بیان نکاح المتعہ، ج 2، ص 1025، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(5) سنن ابن ماجہ میں ہے: ((عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا وَلِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ خُطْبَ النَّاسِ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَنْ لَا يَدْخُلَ فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثَةٌ ثُمَّ حَرَّمَهَا، وَاللَّهِ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا يَتَمَتَّعُ وَهُوَ مُحْصَنٌ إِلَّا رَجِمَتْهُ بِالْحِجَابَةِ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنِي بِأَرْبَعَةٍ يَشْهَدُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ أَحْلَاهَا بَعْدَ إِذْ حَرَّمَهَا)) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ المسلمین بنے تو انہوں نے خطبہ دیا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (فتح مکہ والے دن) ہمیں متعہ کی تین دن اجازت دی تھی پھر اسے حرام فرمادیا، اللہ کی قسم جس کو میں نے متعہ کرتے پایا اور وہ شخص محسن بھی ہوا تو میں اسے پتھروں سے رجم کروں گا، سوائے اس کے کہ وہ چار گواہ اس بات پر لائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام کرنے کے بعد حلال فرمایا ہو۔

(سنن ابن ماجہ، باب النہی عن نکاح المتعہ، ج 1، ص 631، دار احیاء الكتب العربیہ، بیروت)

(6) حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ وَهُوَ يَقُولُ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي كُنْتُ أَذِنْتُ لَكُمْ فِي الْأَسْتِمْتَاعِ، وَلَا وَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهَا إِلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخْلِ سَبِيلَهُ، وَلَا تَأْخُذُوا مِنِّي أَتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا)) ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکن اور باب کعبہ کے درمیان کھڑے ہوئے یہ فرماتے سنا: اے لوگو! میں نے تمہیں متعہ کی اجازت دی تھی، خبردار سن لو: اللہ

تعالیٰ نے اسے قیامت تک حرام فرمادیا ہے، تو جس کے پاس ان (ممنوعہ عورتوں) میں سے کوئی ہو تو اس کو چھوڑ دے، اور جو تم نے انہیں دیا ہے اسے واپس مت لو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، فی نکاح المتعہ و حرمتہا، ج 3، ص 551، مکتبۃ الرشید، الریاض)

(7) سنن ابی داؤد میں ہے: ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَّعَ مُتْعَةَ

النِّسَاءِ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے متعہ حرام فرمادیا۔

(سنن ابی داؤد، باب فی نکاح المتعہ، ج 2، ص 226، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

(8) مصنف عبد الرزاق میں ہے: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَّعَ

مُتْعَةَ النِّسَاءِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے متعہ کو حرام فرمادیا۔

(مصنف عبد الرزاق، باب المتعہ، ج 7، ص 502، المکتبۃ الاسلامیہ، بیروت)

(9) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((لَوْ أُتِيتُ

بِرَجُلٍ تَمَتَّعَ بِامْرَأَةٍ لَرَجِمْتُهُ إِنْ كَانَ أَحْصَنَ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَحْصَنَ ضَرَبْتُهُ)) ترجمہ: میرے پاس کسی عورت سے متعہ کرنے والا مرد لایا گیا تو میں اسے رجم کروں گا اگر وہ محسن ہے اور اگر وہ محسن نہیں ہے تو میں اسے کوڑے ماروں گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، فی نکاح المتعہ و حرمتہا، ج 3، ص 552، مکتبۃ الرشید، الریاض)

(10) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے

ہیں: ((نَسَخَ رَمَضَانَ كُلَّ صَوْمٍ، وَنَسَخَ الزَّكَاةَ كُلَّ صَدَقَةٍ، وَنَسَخَ الْمُتْعَةَ الطَّلَاقُ وَالْعِدَّةُ وَالْمِيرَاثُ)) ترجمہ: رمضان نے تمام روزے منسوخ کر دیئے، زکوٰۃ نے ہر صدقہ منسوخ کر دیا، اور طلاق، عدت اور میراث نے متعہ کو منسوخ کر دیا۔

(مصنف عبد الرزاق، باب المتعہ، ج 7، ص 505، المکتبۃ الاسلامیہ، بیروت)

(11) جامع ترمذی میں ہے: ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّمَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ

فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ حَتَّى إِذَا نَزَلَتِ الْآيَةُ: ﴿إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَكُلُّ فَرْجٍ سِوَى هَذَيْنِ فَهُوَ

حَرَامٌ)) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: متعہ صرف اسلام کے شروع میں جائز تھا یہاں تک کہ یہ آیت پاک نازل ہوگئی (اور متعہ منسوخ ہو گیا)، آیت: صرف بیویوں اور کنیزوں سے قضاء شہوت کی اجازت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: لہذا ان کے دو کے علاوہ فرج حرام ہے۔

(جامع ترمذی، باب ما جاء فی تحريم نکاح المتعہ، ج 2، ص 421، دار الغرب الاسلامی، بیروت)  
(12) مصنف عبد الرزاق میں ہے: ((سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الْمُتْعَةِ؟ فَقَالَ: هُوَ السُّفَاحُ)) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعہ کے بارے میں سوال ہوا تو ارشاد فرمایا: وہ تو زنا ہے۔

(مصنف عبد الرزاق، باب المتعہ، ج 7، ص 504، المكتبة الاسلامی، بیروت ☆ مصنف ابن ابی شیبہ، فی نکاح المتعہ وحرمتہا، ج 3، ص 551، مكتبة الرشيد، الرياض)  
(13) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: ((نَسَخَهَا الطَّلَاقُ وَالْعِدَّةُ وَالْمِيرَاثُ)) ترجمہ: متعہ کو طلاق، عدت اور میراث نے منسوخ کر دیا۔ (مصنف عبد الرزاق، باب المتعہ، ج 7، ص 505، المكتبة الاسلامی، بیروت)  
(14) حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((إِنَّ الْمُتْعَةَ هِيَ الزَّانَا)) ترجمہ: متعہ زنا ہی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، فی نکاح المتعہ وحرمتہا، ج 3، ص 552، مكتبة الرشيد، الرياض)  
(15) حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ((رَحِمَ اللَّهُ عُمَرَ، لَوْلَا أَنَّهُ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ صَارَ الزَّانَا جِهَارًا)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے اگر وہ متعہ سے ممانعت نہ فرماتے تو سرعام زنا رائج ہوتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، فی نکاح المتعہ وحرمتہا، ج 3، ص 551، مكتبة الرشيد، الرياض)

(16) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((مَا كَانَتْ الْمُتْعَةُ إِلَّا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى حَرَّمَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: متعہ کی حلت صرف تین دن تھی، یہاں تک کہ اللہ عز و جل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دے دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، فی نکاح المتعة وحرمتہا، ج 3، ص 552، مکتبۃ الرشید، الرياض، مصنف عبد الرزاق، باب المتعة، ج 7، ص 505، المکتب الاسلامی، بیروت)

(17) قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ((إِنِّي لَأَرَى تَحْرِيمَهَا فِي الْقُرْآنِ قَالَ: فَقُلْتُ: أَيْنَ؟ قَالَ: فَقَرَأَ عَلَيَّ هَذِهِ الْآيَةَ: (وَالَّذِينَ هُمْ لِأُزْوَاجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ)) ترجمہ: میں متعہ کی تحریم قرآن مجید سے دیکھا سکتا ہوں، راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: کہاں؟ تو انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: فلاح پانے والے مومنین اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں اور اپنی کنیروں کے۔

(مصنف عبد الرزاق، باب المتعة، ج 7، ص 502، المکتب الاسلامی، بیروت)

(18) حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ متعہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ((نَسَخَهَا الْمِيرَاثُ)) ترجمہ: متعہ کو میراث نے منسوخ کر دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، فی نکاح المتعة وحرمتہا، ج 3، ص 551، مکتبۃ الرشید، الرياض، مصنف عبد الرزاق، باب المتعة، ج 7، ص 505، المکتب الاسلامی، بیروت)

(19) شیعوں کی معتبر کتاب ”الاستبصار“ میں ہے: ”عن زيد بن علي عن ابياءه عليه السلام قال: حرم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لحوم الخمر الاهلية ونكاح المتعة“ ترجمہ: زید بن علی اپنے ابا سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کے گوشت اور نکاح متعہ کو حرام فرما دیا۔

(الاستبصار، ج 2، ص 77، دارالکتب الاسلامیہ، تہران)

**اشکال:** جن آیات میں نکاح کا ذکر ہے وہاں اس میں متعہ بھی شامل

ہے۔

**جواب:** یہ صرف وہم ہی ہے ورنہ نکاح اور متعہ دو الگ حقیقتوں کے نام ہیں، نکاح کی تعداد قرآن مجید نے چار بتائی ہے جبکہ متعہ کی تعداد مقرر نہیں ہزاروں عورتوں سے بھی ہو سکتا ہے، نکاح میں میراث جاری ہوتی ہے یہ بات قرآن مجید میں ہے جبکہ متعہ میں میراث جاری نہیں ہوتی، نکاح میں بیوی کا نفقہ، سکنی (رہائش) شوہر پر لازم ہوتا ہے جبکہ متعہ میں نہ نفقہ ہے نہ سکنی۔ اس کے علاوہ نکاح کے دیگر احکام جیسا کہ نسب کا ثابت ہونا، ایلاء، طہار اور طلاق یہ متعہ میں نہیں پائے جاتے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ نکاح اور متعہ کی حقیقت مختلف ہے، نکاح کے تفصیلی احکام قرآن مجید نے بیان فرمائے ہیں، جبکہ وہ احکام متعہ میں نہیں پائے جاتے تو متعہ کو نکاح میں شامل کرنا ایک باطل دعویٰ ہے۔ شیعہ مذہب کی مشہور کتاب ”الاستبصار“ میں ہے، زرارہ کا بیان ہے کہ ابو عبد اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا متعہ صرف چار عورتوں کے ساتھ کیا جاسکتا ہے؟ انہوں نے کہا: متعہ اجرت کے عوض ہوتا ہے خواہ ہزار عورتوں سے کر لو۔

(الاستبصار ج 3، ص 147، دار الکتب الاسلامیہ، تہران)

اسی میں ہے: ”عمر بن حظلہ بیان کرتے ہیں کہ متعہ میں فریقین کے درمیان میراث نہیں ہوتی۔“

(الاستبصار ج 3، ص 153، دار الکتب الاسلامیہ، تہران)

شیعوں کی معتبر کتاب ”الفروع میں الکافی“ میں ہے: ”ابو عمیر کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن سالم سے متعہ کا طریقہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تم یوں کہو اے اللہ کی بندی میں اتنے پیسوں کے عوض اتنے دنوں کے لیے تم سے متعہ کرتا ہوں، جب ایام گزر جائیں گے تو اس کو طلاق ہو جائے گی اور اس کی کوئی عدت نہیں۔“

(الفروع من الکافی ج 5، ص 455، 456، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ، تہران)



خمینی نے لکھا: ”متعہ والی عورت اگرچہ حاملہ ہو جائے خرچ کا حق نہیں رکھتی۔ متعہ والی عورت (چار راتوں میں سے ایک رات) ایک بستر پر سونے اور شوہر سے ارث پانے اور شوہر بھی اس کا وارث بننے کا حق نہیں رکھتا۔“

(توضیح المسائل، ص 368, 369، مطبوعہ سازمان تبلیغات)

## فصل ہفتم: متفرقات

**سوال:** محرم میں جو غازی میاں کا بیاہر جاتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

**جواب:** غازی میاں کا بیاہ کوئی چیز نہیں محض جاہلانہ رسم ہے، نہ ان کے نشان کی کوئی اصل۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 492، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** حضرت قاسم کی شادی کا میدان کر بلا میں ہونا جس بنا پر مہندی نکالی جاتی ہے اہلسنت کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟ در صورت عدم ثبوت اس واقعہ میں حضرت امام حسین کی صاحبزادی کی نسبت حضرت قاسم کی طرف کرنا خاندان نبوت کے ساتھ بے ادبی ہے یا نہیں؟

**جواب:** نہ یہ شادی ثابت نہ یہ مہندی سوا اختراع اختراعی کے کوئی چیز۔ نہ یہ غلط بیانی حد خاص توہین تک بالغ۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 501، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پر امام اہل سنت سے سوال ہوا کہ ”حضرت قاسم بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نکاح جناب کبریٰ بنت حسین سے بروز عاشورہ بمقام کر بلا ہوا تھا یا نہیں اور روایات صحیح سے ثابت ہے یا نہیں؟ تو جواباً ارشاد فرمایا ”اس کا کوئی ثبوت نہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 509، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## امام حسین کے نام پر فقیر بنانا کیسا؟

**سوال:** امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر بچہ کو فقیر بنانا کیسا؟ اور یہ منت ماننا کیسا کہ اگر ہمارا بچہ زندہ رہا تو دس برس تک اس کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر فقیر بنائیں گے؟

**جواب:** فقیر بن کر بلا ضرورت و مجبوری بھیک مانگنا حرام، کما نطق

بہ احادیث مستفیضة (جیسا کہ بہت سی مشہور و معروف حدیثیں اس معنی پر ناطق) اور ایسوں کو دینا بھی حرام لانہ اعانة علی المعصية كما فی الدر المختار (اس لیے کہ گناہ کے کام پر دوسرے کی مدد کرنا ہے جیسا کہ در مختار میں مذکور ہے)۔  
اور وہ منت مانتی کہ دس برس تک ایسا کریں گے سب مہمل و ممنوع ہے۔  
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((لا تذر فی معصية)) ترجمہ: گناہ کے کام میں کوئی نذر نہیں۔

(سنن ابنی داؤد، ج 2، ص 111، آفتاب عالم پریس، لاہور) (فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 494، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## یوم عاشورہ کا روزہ

**سوال:** زید کہتا ہے کہ یوم عاشورہ کا روزہ رکھنا حرام ہے کیونکہ یزید کی ماں نے اس لیے رکھا تھا کہ میرا بیٹا کر بلا کی لڑائی جیت جائے، کیا ایسا ہی ہے؟  
**جواب:** عشرہ محرم کے روزے بہت ثواب نہایت افضل ہے۔ حدیثوں میں ان کی فضیلت ارشاد ہوتی ہے خصوصاً دسویں محرم کا روزہ کہ سال بھر کے روزوں کے برابر ثواب ہے اور ایک سال کے گناہوں کی مغافی ہے۔ زید جھوٹا ہے اور شرع شریف پر افتراء کرتا ہے کہ ان روزوں کو حرام بتاتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 499، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** محرم میں بعض مسلمان سبز کپڑے پہنتے ہیں اور سیاہ کپڑوں کا

کیا حکم ہے؟

**جواب:** محرم میں سبز اور سیاہ کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے خصوصاً سیاہ کہ شعار رافضیاں لیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 756، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** محرم کے پہلے دس دن میں مرد اپنی زوجہ کے ساتھ ہم بستری کر سکتا ہے؟ اگر ان دنوں میں عورت اپنے شوہر کو اپنے پاس نہ آنے دے کہ محرم کے دن ہیں۔ تو اس عورت کے لئے کیا حکم ہے؟

**جواب:** ہم بستری کر سکتا ہے بشرطیکہ ممانعت کی کوئی اور وجہ نہ ہو، عورت اس وجہ سے مرد کو ہم بستری سے نہیں روک سکتی۔ شوہر کو اس کی حاجت ہو، وہ اس کو بلائے مگر وہ بلا وجہ شرعی نہ آئے اور شوہر ناراض ہو کبر رات گزارے تو اس عورت پر فرشتے صبح تک لعنت کرتے ہیں چنانچہ امام ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں ایک حدیث پاک نقل فرماتے ہیں: ((اذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فأبت فبات غضبان عليها لعنتها الملائكة حتى تصبح)) ترجمہ: جب شوہر اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ انکار کرے، شوہر ساری رات ناراض رہے تو صبح تک عورت پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔

(المصنف ابن ابی شیبہ، کتاب النکاح، باب ما حق الزوج على امرأته، ج 2، ص 370، دار الفکر، بیروت)

ابوداؤد طیالسی کی حدیث پاک ہے ((عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْهُ فَقَالَتْ: مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى امْرَأَتِهِ؟ فَقَالَ: لَا تَمْنَعُهُ نَفْسَهَا وَإِنْ كَانَتْ عَلَى ظَهْر قَتَبٍ وَلَا تُعْطَى مِنْ بَيْتِهِ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِهِ، فَإِنْ فَعَلَتْ ذَلِكَ كَانَ لَهُ الْأَجْرُ وَعَلَيْهَا الْوِزْرُ، وَلَا تَصُومُ تَطَوُّعًا إِلَّا بِإِذْنِهِ، فَإِنْ فَعَلَتْ أَكْمَتَ، وَلَمْ تُؤْجَرْ، وَأَنْ لَا تَخْرِجَ مِنْ بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَإِنْ فَعَلَتْ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ مَلَائِكَةُ الْغَضَبِ وَمَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ حَتَّى تَتُوبَ أَوْ تَرَجَعَ قَبِيلُ: وَإِنْ كَانَ ظَالِمًا؟ قَالَ: وَإِنْ كَانَ ظَالِمًا)) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ایک عورت نے پوچھا شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

دمع نے فرمایا کہ شوہر کا حق عورت پر یہ ہے کہ اپنے نفس کو اس سے نہ روکے اگرچہ وہ کجاوے پر ہو۔ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں سے کوئی چیز کسی کو نہ دے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو شوہر کے لئے ثواب اور عورت کے لئے گناہ ہے۔ سوائے فرض کے کسی دن بغیر اس کی اجازت کے روزہ نہ رکھے۔ اگر ایسا کیا یعنی بغیر اجازت روزہ رکھ لیا تو گنہگار ہوئی اور کوئی ثواب نہیں۔ بغیر اجازت اس کے گھر سے نہ جائے۔ اگر ایسا کیا تو جب تک توبہ نہ کرے یا نہ لوٹے تو رحمت اور عذاب والے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ عرض کی گئی اگرچہ شوہر ظالم ہو؟ فرمایا اگرچہ ظالم ہو۔

(ابوداؤد طیالسی، عطاء بن ابی رباح عن ابن عمر، جلد 2، صفحہ 05، دار الحدیث، بیروت، لبنان)

### عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

**سوال:** ایک کتاب میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

بارے میں گستاخیاں لکھی ہیں، اس کا پڑھنا کیسا ہے؟

**جواب:** سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابہ کرام سے

ہیں اُن کی شان میں گستاخی نہ کرے گا مگر افضی، جس کتاب میں ایسی باتیں ہوں اس کا پڑھنا سُننا مسلمان سنیوں پر حرام ہے، ایسے مسئلہ میں کتابوں کے حوالے کی کیا حاجت، اہلسنت کے مسنون عقائد میں تصریح ہے ((الصحابة كلهم عدول لانذكرهم الا بخير)) صحابہ سب کے سب اہل خیر و عدالت ہیں، ہم ان کا ذکر نہ کریں گے مگر بھلائی سے۔

(منح الروض الاظہر شرح الفقہ الاکبر، افضل الناس بعده علیہ الصلوٰۃ والسلام، ص 71، مصطفیٰ البابی، مصر)

اگر کوئی شخص اہل سنت کی کتابوں کو نہ مانے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے ارشادات کو تو مانے گا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((اسلم الناس



وامن عمرو بن العاص)) ترجمہ: بہت لوگ وہ ہیں کہ اسلام لائے مگر عمرو بن العاص ان میں ہیں جو ایمان لائے۔

(جامع الترمذی، ج 5، ص 456، مناقب عمرو بن العاص، ج 5، ص 456، دار الفکر، بیروت)  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((ان عمرو بن العاص من صالحی قریش)) ترجمہ: عمرو بن العاص صالحین قریش سے ہیں۔

(سنن الترمذی، ابواب المناقب، مناقب عمرو بن العاص، ج 5، ص 456، دار الفکر، بیروت) مسند احمد بن حنبل، ج 1، ص 260، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((بعم اهل البيت عبد الله وابو عبد الله وام عبد الله)) ترجمہ: بہت اچھے گھروالے ہیں عبد اللہ بن عمرو بن العاص اور عبد اللہ کا باپ اور اس کی ماں۔

(مسند احمد بن حنبل، ج 1، ص 260، دار احیاء التراث العربی، بیروت) مسند ابی یعلیٰ، ج 1، ص 313، مؤسسة علوم القرآن، بیروت)

ایک بار اہل مدینہ طیبہ کو کچھ ایسا خوف پیدا ہوا کہ متفرق ہو گئے سالم مولیٰ ابی حذیفہ اور عمرو بن العاص دونوں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہما تلوار لے کر مسجد شریف میں حاضر رہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا اور اس میں ارشاد کیا ((الا كان مفزعكم الى الله والى رسوله الا فعل هذا ان الرجلان المؤمنان)) ترجمہ: کیوں نہ ہوا کہ تم خوف میں اللہ و رسول کی طرف التجا لاتے، تم نے ایسا کیوں نہ کیا جیسا ان دونوں ایمان والے مردوں نے کیا۔

(مسند احمد بن حنبل، بقیہ حدیث عمرو بن العاص، ج 4، ص 203، المکتب الاسلامی، بیروت)  
منکر اگر احادیث کو بھی نہ مانے تو قرآن عظیم کو تو مانے گا، اللہ عز و جل فرماتا

﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلْ أُولَٰئِكَ أَطْعَمَ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا وَكَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا

تعملون خیر ﴿ترجمہ: تم میں برابر نہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ و قتال کیا وہ درجے میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ و قتال کیا اور دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ کہ تم کرو گے۔

(پ 27، سورة الحديد، آیت 10)

اللہ عزوجل نے (اس آیت میں) صحابہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دو قسم فرمایا: ایک مومنین قبل فتح مکہ، دوسرے مومنین بعد فتح مکہ، فریق اول کو فریق دوم پر فضیلت بخشی اور دونوں فریق کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بھلائی کا وعدہ کیا، عمرو ابن العاص مومنین قبل فتح مکہ میں ہیں۔

اصابہ فی تمیز الصحابہ میں ہے ((عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بالتصغیر ابن سہم بن عمرو ابن ہصیص بن کعب بن لوی قرشی السہمی امیر مصری کنی ابا عبد اللہ و ابا محمد اسلم قبل الفتح فی صفر ۶ ثمان و قیل بین الحدیبۃ و خیبر)) ترجمہ: عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی قرشی سہمی امیر مصر جن کی کنیت ابو عبد اللہ اور ابو محمد ہے وہ فتح مکہ سے پہلے ماہ صفر ہجری میں اسلام لائے اور کہا گیا ہے کہ حدیبیہ اور خیبر کے درمیان اسلام لائے۔

(الاصابة فی تمیز الصحابة، ترجمہ عمرو بن العاص، ج 3، ص 2، دار صادر، بیروت)

اور بعد فتح تو راہِ خدا میں جوان کے جہاد ہیں آسمان و زمین اُن کے آواز سے گونج رہے ہیں اور اللہ عزوجل نے دونوں فریق سے بھلائی کا وعدہ فرمایا، اور مریض القلب معترضین جوان پر طعن کریں کہ فلاں نے یہ کام کیا فلاں نے یہ کام کیا اگر ایمان رکھتے ہوں تو ان کا منہ تمہارے آیت سے بند فرما دیا کہ ﴿واللہ بما تعملون خیر﴾ مجھے خوب معلوم ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو، مگر میں تو تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما

چکا۔

(پ 27، سورۃ الحديد، آیت 10)

اب یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھ دیکھئے، کہ اللہ عزوجل نے جس سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اس کے لیے کیا ہے فرماتا ہے ﴿ان الذين سبقتم لهم من الحسنی اولئک عنها مبعدون لا یسمعون حسیسها وهم فی ما اشتہت انفسهم یخلدون لا یحزنهم الفزع الا کبر وتلقهم الملائکة هذا یومکم الذی کنتم توعدون﴾ ترجمہ: بے شک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور اپنی من مانتی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے وہ قیامت سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی اور ملائکہ ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

(پ 17، سورۃ الانبیاء، آیت 101، 102)

ان ارشادات الہیہ کے بعد مسلمان کی شان نہیں کہ کسی صحابی پر طعن کرے، بفرض غلط بفرض باطل طعن کرنے والا جتنی بات بتاتا ہے اس سے ہزار حصے زائد سہی اس سے یہ کہیے ﴿انتم اعلم ام اللہ﴾ ترجمہ: کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ۔

(پ 1، سورۃ البقرۃ، آیت 140)

کیا اللہ کو ان باتوں کی خبر نہ تھی یا نہیمہ وہ ان سے فرما چکا کہ میں نے تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا تمہارے کام مجھ سے پوشیدہ نہیں، تو اب اعتراض نہ کرے گا مگر وہ جسے اللہ عزوجل پر اعتراض مقصود ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ملخصاً، ج 29، ص 98 تا 101، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** اگر کسی کو یہ وسوسہ آئے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اولیاء کے

بھی سردار ہیں، وہ مظلومیت کے ساتھ شہید کیوں ہو گئے، انہوں نے اپنے اختیار استعمال کر کے پورے یزیدی لشکر کو تہس نہس کیوں نہ کر دیا۔

**جواب:** امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس وسوسے کی کاٹ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ”ابن عساکر بطریق قاضی معافی بن زکریا حضرت عبادہ بن صامت، اور بیہقی و ابو نعیم بطریق حضرت ابوامامہ باہلی حضرت ہشام بن عاص سے راوی رضی اللہ تعالیٰ عنہما، جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں بادشاہ روم ہرقل کے پاس بھیجا اور ہم اس کے شہ نشین کے نزدیک پہنچے وہاں سواریاں بٹھائیں اور کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ جانتا ہے یہ کہتے ہی اس کا شہ نشین ایسا ہلنے لگا جیسے ہوا کے جھونکے میں کھجور، اس نے کہا بھیجا یہ تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ شہروں میں اپنے دین کا اعلان کرو، پھر ہمیں بلایا ہم گئے وہ سرخ کپڑے پہنے سرخ مسند پر بیٹھا تھا آس پاس ہر چیز سرخ تھی اس کے اراکین دربار اس کے ساتھ تھے ہم نے سلام نہ کیا اور ایک گوشے میں بیٹھ گئے وہ ہنس کر بولا تم آپس میں جیسا ایک دوسرے کو سلام کرتے ہو مجھے کیوں نہ کیا؟ ہم نے کہا ہم تجھے اس سلام کے قابل نہیں سمجھتے اور جس مجرے پر تو راضی ہوتا ہے وہ ہمیں روا نہیں کہ کسی کے لئے بجالائیں، پھر اس نے پوچھا سب سے بڑا کلمہ تمہارے یہاں کیا ہے؟ ہم نے کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، خدا گواہ ہے یہ کہتے ہی بادشاہ کے بدن پر لرزہ پڑ گیا پھر آنکھیں کھول کر غور سے ہمیں دیکھا اور کہا یہی وہ کلمہ ہے جو تم نے میرے شہ نشین کے نیچے اترتے وقت کہا تھا؟ ہم نے کہا ہاں، کہا جب اپنے گھروں میں اسے کہتے ہو تو کیا تمہاری چھتیں بھی اس طرح کانپنے لگتی ہیں؟ ہم نے کہا خدا کی قسم یہ تو ہم نے یہیں دیکھا اور اس میں خدا کی کوئی حکمت ہے، بولا سچی بات خوب ہوتی ہے سن لو خدا کی قسم مجھے آرزو تھی کہ کاش میرا آدھا ملک نکل جاتا اور تم یہ کلمہ جس چیز کے پاس کہتے وہ لرزے لگتی۔ ہم نے کہا یہ کیوں؟ کہا یوں ہوتا تو کام آسان تھا اور اس وقت لائق تھا کہ یہ زلزلہ شان نبوت سے

نہ ہو بلکہ کوئی انسانی شعبہ ہو۔

(دلائل النبوة، باب ما وجد صورة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم، ج 1، ص 386، 387، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

یعنی اللہ تعالیٰ ایسے معجزات ہر وقت ظاہر نہیں فرماتا بلکہ عالم اسباب میں شان نبوت کو بھی غالباً مجرائے عادت کے مطابق رکھتا ہے

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ بعض جہال ضعیف الایمان اس پر شک کرنے لگتے ہیں، اور اسی قبیل سے ہے جاہل وہابیوں کا اعتراض کہ اولیاء اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ قدرت رکھتے تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں ایسی مظلومی کے ساتھ شہید ہو جاتے، ایک اشارے میں یزید پلید کے لشکر کو کیوں نہ غارت فرما دیا۔ مگر یہ سفہاء نہیں جانتے کہ ان کی قدرت جو انہیں ان کے رب نے عطا فرمائی رضا و تسلیم و عبدیت کے ساتھ ہے نہ کہ معاذ اللہ جباری و سرکشی و خود سری کے ساتھ مقوقس بادشاہ مصر نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امتحان پوچھا کہ جب تم انہیں نبی کہتے ہو تو انہوں نے دعا کر کے اپنی قوم کو کیوں نہ ہلاک فرما دیا جب انہوں نے ان کا شہر مکہ چھڑایا تھا، حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا تو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول نہیں مانتا انہوں نے دعا کر کے اپنی قوم کو کیوں نہ ہلاک کر دیا جب انہوں نے انہیں پکڑا اور سولی دینے کا ارادہ کیا تھا؟ مقوقس بولا: انت حکیم جساء من عند حکیم، تم حکیم ہو کہ حکیم کامل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے آئے، رواہ البیہقی عن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس کو بیہقی نے حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا)۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 15، ص 695، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

**ابوطالب مسلمان یا؟**

**سوال:** ابوطالب نے ایمان قبول کر لیا تھا یا نہیں؟



**جواب:** قرآن و حدیث اور ائمہ دین کے اقوال سے یہ بات ثابت ہے

کہ ابوطالب نے مرتے وقت ایمان قبول نہیں کیا تھا۔ بخاری شریف میں ہے ((أن أبا طالب لما حضرته الوفاة دخل عليه النبي صلى الله عليه وسلم وعنده أبو جهل فقال أي عم قل لا إله إلا الله كلمة أحاج لك بها عند الله فقال أبو جهل وعبد الله بن أبي أمية يا أبا طالب ترغب عن ملة عبد المطلب فلم يزلنا يكلمانه حتى قال آخر شيء كلمهم به على ملة عبد المطلب فقال النبي صلى الله عليه وسلم لأستغفرون لك ما لم أنه عنه فنزلت ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾ (پارہ 11، سورہ توبہ، آیت 113)

ونزلت ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ (پارہ 20، سورہ قصص، آیت 56)

ترجمہ: جب ابوطالب کی موت کا وقت آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اس کے پاس ابو جہل بھی تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے چچا ”لا الہ الا اللہ“ کہو کہ یہ وہ کلمہ ہے کہ جس کے ذریعے میں اللہ کی بارگاہ میں تیرے لئے جھگڑوں گا تو ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا کہ اے ابوطالب کیا عبد المطلب کے دین سے اعراض کرو گے تو وہ دونوں اس سے یہ بات کہتے رہے یہاں تک کہ ابوطالب نے جو آخری کلمہ کہا وہ یہ تھا کہ میں عبد المطلب کے دین پر ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ضرور اس کے لئے استغفار کروں گا جب تک کہ مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے تو یہ آیت نازل ہوئی: نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ ان پر ظاہر ہو گیا کہ وہ دوزخی ہیں۔ اور یہ آیت نازل ہوئی: بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو

ہدایت کر دو۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب قصة ابی طالب، جلد 5، صفحہ 52، دار طوق النجاة)  
علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 855ھ اسکے تحت تحریر فرماتے  
ہیں ”وَهَذَا كُلُّهُ ظَاهِرٌ عَلَى أَنَّهُ مَاتَ عَلَى غَيْرِ الْإِسْلَامِ“ ترجمہ: اس سے مکمل طور  
سے ظاہر ہے کہ ابوطالب غیر اسلام پر مرا۔

(عمدة القاری، کتب المناقب، باب قصة ابی طالب، جلد 17، صفحہ 18، دار احیاء التراث، بیروت)  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ((کانت مشیتہ اللہ  
عزوجل فی اسلام عمی عباس ومشیتی فی اسلام عمی ابی طالب فغلبت  
مشیة اللہ مشیتی)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میرے چچا عباس کا مسلمان ہونا چاہا اور  
میری خواہش یہ تھی کہ میرا چچا ابوطالب مسلمان ہو، اللہ تعالیٰ ارادہ میری خواہش پر  
غالب آیا کہ ابوطالب کافر رہا اور عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔

(کنز العمال، ج 12، ص 152، مؤسسة الرسالة، بیروت)  
رد المحتار میں ہے ”وَالْمَصْرُ عَلَى عَدَمِ الْإِقْرَارِ مَعَ الْمَطَالِبَةِ بِهِ كَافِرٌ  
وَفَاقًا لَكُنْ ذَلِكَ مِنْ أَمَارَاتِ عَدَمِ التَّصَدِيقِ وَلِهَذَا أَطْبَقُوا عَلَى كُفْرِ أَبِي  
طَالِبٍ“ ترجمہ: جس سے اسلام کا مطالبہ کیا جائے اور وہ اسلام کا اقرار نہ کرنے پر  
مصر ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے کہ یہ دل میں تصدیق نہ ہونے کی علامت ہے اسی وجہ سے  
علماء نے ابوطالب کے کفر پر اجماع کیا ہے۔

(رد المحتار معہ درمختار، کتاب الجہاد، باب الفرقہ، جلد 4، صفحہ 222، دار الفکر، بیروت)  
امام اہل سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے  
ہیں ”آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ متوافرہ سے ابوطالب کا کفر پر مرنا اور دم واپسی  
ایمان لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحاب بنار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے

ثابت جس سے کسی سنی کو مجالِ دم زدن نہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 29، ص 661، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر مزید دلائل دیکھنے ہوں تو فتاویٰ رضویہ جلد 29 میں اعلیٰ حضرت امام

اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ اللہ سے کارِ رسالہ ”شرح المطالب فی مبحث ابی

طالب“ مطالعہ فرمائیں۔

## قرآن میں کمی بیشی ماننے والے کا حکم

سوال: جو شخص قرآن مجید میں کمی بیشی ہونا مانے اس کے بارے میں کیا حکم

ہے؟

جواب: جو شخص قرآن مجید میں کمی بیشی ہونا مانے کافر و مرتد ہے۔ بہار

شریعت میں ہے: ”قرآنِ عظیم کی حفاظت اللہ عزوجل نے اپنے ذمہ رکھی، فرماتا ہے

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن

اتارا اور بے شک ہم اُس کے ضرور نگہبان ہیں۔ (سورۃ الحجر، آیت 9)

لہذا اس میں کسی حرف یا نقطہ کی کمی بیشی محال ہے، اگرچہ تمام دنیا اس کے بدلنے پر

جمع ہو جائے تو جو یہ کہے کہ اس میں کے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں بلکہ ایک حرف

بھی کسی نے کم کر دیا، یا بڑھا دیا، یا بدل دیا، قطعاً کافر ہے، کہ اس نے اُس آیت کا

انکار کیا جو ہم نے ابھی لکھی۔“ (بہار شریعت، حصہ 1، ص 31، 32، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”قرآنِ عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کوئی کہتا ہے اُس

میں سے کچھ سورتیں امیر المومنین عثمان غنی ذوالنورین یا دیگر صحابہ اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ

عنہم نے گھٹا دیں، کوئی کہتا ہے اُس میں سے کچھ لفظ بدل دئے، کوئی کہتا ہے یہ نقص و

تبدیل اگرچہ یقیناً ثابت نہیں محتمل ضرور ہے اور جو شخص قرآن مجید میں زیادت یا نقص

یا تبدیل کسی طرح کے تصرف بشری کا دخل مانے یا اُسے محتمل جانے بالا جماع کا فرمودہ ہے کہ صراحة قرآن عظیم کی تکذیب کر رہا ہے۔ اللہ خود سورہ حجر میں فرماتا ہے ﴿وَإِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور بیشک بالیقین ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ (سورة الحجر، آیت 9)

بیضاوی شریف میں ہے: ”لحفظون ای من التحریف والزیادة والنقص“ تبدیل و تحریف اور کمی بیشی سے حفاظت کرنے والے ہیں۔

(انوار التنزیل المعروف بالبیضاوی، تحت آية انا نحن نزلنا الذکر الخ، ج 2، ص 300، مطبع مجتہانی، دہلی)

جلالین شریف میں ہے: ”لحفظون من التبديل والتحريف والزيادة والنقص“ یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے ہم خود اس کے نگہبان ہیں اس سے کہ کوئی اُسے بدل دے یا الٹ پلٹ کر دے یا کچھ بڑھا دے یا گھٹا دے۔

(تفسیر جلالین، تحت آية انا نحن نزلنا الذکر الخ، ص 211، اصح المطابع، دہلی، فتاویٰ رضویہ، 14، ص 259، 260، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

کشف الاسرار امام اجل شیخ عبدالعزیز بخاری شرح اصول امام ہمام فخر الاسلام بزدوی میں ہے: ”کان نسخ التلاوة والحکم جمیعا جائزافی حیاة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاما بعد وفاته فلا يجوز قال بعض الرافضة والملحدة ممن يتستر باظهار الاسلام وهو قاصد الى افساده، هذا جائز بعد وفاته ايضا وزعموا ان في القران كانت ایت فی امامة علی وفي فضائل اهل البيت فکتها الصحابة فلم تبق باندرا اس زمانہم، والدلیل علی بطلان هذا القول قوله تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون، کذا فی اصول الفقہ لشمس الائمة ملتقطا“ ترجمہ: قرآن عظیم سے کسی چیز کی

تلاوت و حکم دونوں کا منسوخ ہونا زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جائز تھا، بعد وفات اقدس ممکن نہیں، بعض وہ لوگ کہ رافضی اور نرے زندیق ہیں بظاہر مسلمان کا نام لے کر اپنا پردہ ڈھانکتے ہیں اور حقیقت انھیں اسلام کو تباہ کرنا مقصود ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ بعد وفات والا بھی ممکن ہے، وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں کچھ آیتیں امامت مولا علی اور فضائل اہلبیت میں تھیں کہ صحابہ نے چھپا ڈالیں جب وہ زمانہ مٹ گیا باقی نہ رہیں اور اس قول کے بطلان پر دلیل خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ ایسا ہی امام شمس اللامہ کی کتاب اصول الفقہ میں ہے۔

(کشف الاسرار عن اصول البزدوی، باب تفصیل المنسوخ، ج 3، ص 188، 189، دار الکتاب العربی، بیروت)

امام قاضی عیاض شفا شریف میں بہت سے یقینی اجماعی کفر بیان کر کے فرماتے ہیں: ”و كذلك ومن انكر القرآن او جبر فامنه اور غير شيئا منه اوزاد فيه“ یعنی اسی طرح وہ بھی قطعاً اجماعاً کافر ہے جو قرآن عظیم یا اس کے کسی حرف کا انکار کرے یا اس میں سے کچھ بدلے یا قرآن میں اس موجودہ میں کچھ زیادہ بتائے۔

(الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، فصل في بيان ما هو من مقالات، ج 2، ص 274، المطبعة الشريكة الصحافية)

فوائح الرحمت شرح مسلم الثبوت میں ہے: ”اعلم اني رأيت في مجمع

البيان تفسير الشيعة انه ذهب بعض اصحابهم الى ان القرآن العياذ بالله

كان زائدا على هذا المكتوب المقروء قد ذهب بتقصير من الصحابة

الجامعين العياذ بالله لم يختر صاحب ذلك التفسير هذا القول فمن قال



بہذا القول فهو كافر لا نكاره الضرورى“ یعنی میں نے طبرسی رافضی کی تفسیر مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا جن صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذ باللہ ان کے قصور سے جاتا رہا اس مفسر نے یہ قول اختیار نہ کیا، جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریات دین کا منکر ہے۔

(فواتح الرحموت بذیل المستصفیٰ، مسئلہ کل مجتہد فی المسئلة الاجتهاد الخ، ج 2، ص 388،  
رہنیشورات الشریف الرضی، قم ایران)

## باب دوم: معمولات و احکام

### فصل اول: کرنے کے کام

سوال: محرم کے دس دنوں میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: مسلمانوں کو ان ایام میں نیک کاموں کی کثرت کرنی چاہیے، مثلاً

روزوں کی کثرت کریں کہ حدیث پاک میں ہے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ كَانَ لَهُ كَفَّارَةٌ سَنَتَيْنِ وَمَنْ صَامَ يَوْمًا مِنَ الْمُحَرَّمِ فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ ثَلَاثُونَ يَوْمًا)) ترجمہ: جس نے یوم عرفہ کا روزہ رکھا یہ اس کے لیے دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ ہے اور جس نے محرم کے ایک دن کا روزہ رکھا اس کے لیے ایک دن کے بدلے میں تیس (30) دنوں کا ثواب ہے۔

(المعجم الصغير، ج 2، ص 164، المكتبة الاسلامی، بیروت)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَامَ يَوْمًا مِنَ الْمُحَرَّمِ فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ ثَلَاثُونَ حَسَنَةً)) ترجمہ: جس نے محرم کا ایک روزہ رکھا اس کے لیے ہر دن میں تیس (30) نیکیاں ہیں۔ (المعجم الكبير، ج 11، ص 72، المكتبة الفيصلیہ، بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ الْمَفْرُوضَةِ الصَّلَاةُ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، وَأَفْضَلُ الصَّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرُ اللَّهِ الَّذِي تَدْعُوهُ الْمُحَرَّمُ)) ترجمہ: فرض کے بعد صلوٰۃ اللیل (یعنی رات کی نمازِ نفل) افضل ہے اور رمضان کے بعد شہر اللہ کا روزہ افضل ہے۔ جسے تم محرم کہتے

(المعجم الاوسط، ج 6، ص 281، دار الحرمین، القاہرہ)

ہو۔

بالخصوص یوم عاشوراء (دس محرم الحرام) کا روزہ رکھنا چاہیے کہ اس دن کا

روزہ رکھنے سے گزشتہ ایک سال کے گناہوں کی معافی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((صِيَامُ يَوْمٍ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ)) ترجمہ: مجھے اللہ پر گمان ہے کہ عاشوراء کا روزہ ایک سال قبل کے گناہ مٹا دیتا ہے۔

(صحیح مسلم، ج 2، ص 818، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((من صام يوم عرفة غفر له سنة امامه وسنة خلفه ومن صام عاشوراء غفر له سنة)) ترجمہ: جس نے عرفہ کا روزہ رکھا اس کے پہلے اور آئندہ کے سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا اس کے ایک سال کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(الترغیب والترہیب بخوالہ معجم اوسط، الترغیب فی صوم يوم عرفة، ج 2، ص 112، مصطفى البابی، مصر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ((مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ، يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَهَذَا الشَّهْرُ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ)) ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی دن کے روزہ کو اور دن پر فضیلت دیکر جستجو فرماتے نہ دیکھا مگر یہ کہ عاشوراء کا دن اور یہ کہ رمضان کا مہینہ۔ (صحیح بخاری، باب صیام يوم عاشوراء، ج 3، ص 44، مطبوعہ دار طوق النجاة)

اور بہتر یہ ہے کہ نویں دسویں دونوں دنوں کا روزہ رکھے۔ لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((لَنْ يَقْبَلَ إِلَيَّ قَابِلٌ لَصَوْمٍ مِنَ التَّاسِعِ)) ترجمہ: اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں آئندہ سال میں زندہ رہا تو ضرور نو تارخ کا بھی روزہ رکھوں گا۔ (صحیح مسلم، ج 1، ص 359، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”ان ایام میں

صدقات و خیرات کی کثرت کریں، حضرت امام حسین شہید کربلا و دیگر شہدائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام پاک پر جس قدر ہو سکے تصدق و ایصالِ ثواب کریں بلکہ ان روزوں و غیرہ تمام حسنت (نیکیوں) کا ثواب اسی جناب کی نذر کریں۔

گرمیوں میں ان کے نام پر شربت پلائیں، سردیوں میں چائے پلائیں اور نیک نیت پاک مال سے شربت چائے کھانے کو جتنا چاہیں لذیذ و بیش قیمت کریں سب خیر ہے، کھچرا پلاؤ فرنی جو چاہیں۔

اور میسر ہو تو برادری میں بانٹیں محتاجوں کو کھلائیں اپنے گھر والوں کو کھلائیں، نیک نیت سے سب ثواب ہے۔ کما ثبت فی الاحادیث الصحاح حتی قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((ما اطعمت نفسك فهو لك صدقة)) ترجمہ: جیسا کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، یہاں تک کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کچھ تو اپنے آپ کو کھلائے وہ بھی تیرے لئے صدقہ ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل، ج 4، ص 131، دار الفکر، بیروت)

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((فی کل ذات کبد رطبة اجر)) ترجمہ: ہر گرم جگر میں ثواب ہے، یعنی زندہ کو کھانا کھلائے گا، پانی پلائے گا ثواب پائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، ص 270، باب فضل صدقہ الباء، ج 5، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ((فیما یاکل ابن آدم اجر)) ترجمہ: جو کچھ آدمی کھا جائے اس میں ثواب ہے اور جو درندہ کھا جائے اس میں ثواب ہے جو پرند کو پہنچے اس میں ثواب ہے۔

(مسند ابی یوسف، کتاب الاطعمہ، ج 4، ص 133، دار الفکر، بیروت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((ما اطعمت زوجک فهو لك

صدقة وما اطعمت ولدك فهو لك صدقة وما اطعمت خادمك فهو لك صدقة وما اطعمت نفسك فهو لك صدقة)) ترجمہ: جو کچھ تو اپنی عورت کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو اپنے بچوں کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو اپنے خادم کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو خود کھائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، حدیث المقدم بن معديكرب، ج 4، ص 131، دار الفکر، بیروت) (فتاویٰ رضویہ تلخیصاً وتسہیلاً و زیادہ، ج 24، ص 493، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”روٹیاں پکا کر تقسیم کرنا بھی خیر ہے مگر پھینکنا منع ہے اور ان کا پاؤں کے نیچے آنا یا ناپاک جگہ گرنا سخت شدید مواخذہ کا موجب، ایک تو روٹی کی بے حرمتی جس کی تعظیم کا حدیث میں حکم فرمایا، دوسرے نیاز کی چیز کی بے توقیری، نیاز کی چیز معظم ہوتی ہے کما ذلّ علیہ حدیث نفیس فی بھجة الاسرار (جیسا کہ اس پر ایک عمدہ حدیث دلالت کرتی ہے جو بھجة الاسرار میں مذکور ہے)۔

بے ادب وہابیوں کا کہنا کہ اس میں تو صدقہ کے سبب سے اور خباثت آگئی، ان کی قلبی خباثت ہے کہ محبوبان خدا کے نام سے انہیں عداوت ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ تلخیصاً وتسہیلاً و زیادہ، ج 24، ص 494، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بال بچوں کیلئے دسویں محرم کو خوب اچھے اچھے کھانے پکائے، کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ((من وسع علی عیالہ یوم عاشوراء لم یزل فی سعة سائر سنة)) جو شخص عاشوراء کے دن اپنے گھر والوں پر کھانے پینے میں کشادگی کرے گا سال بھر تک برابر کشادگی میں رہے گا۔

(منائیت بالسنۃ، مشہر المحرم، ص 240، دار الاشاعت، کراچی)



حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مبارک ذکر کی محافل کا اہتمام کریں جن میں ان کے فضائل و مناقب احادیث و روایات صحیحہ معتبرہ سے بیان کئے جائیں، شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان علیہ رحمۃ اللعناہ فرماتے ہیں ”بے شک بے شبہ حضرات امامین سیدین شہیدین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے پاک ذکر مبارک کی مجلس متبرکہ اہل سنت کا طریقہ رضیہ رسم محمودہ مرضیہ ہے محبوبان خدا و پیشوایان دین حبیب کبریا علیہ (الصلوٰۃ والسلام) کا ذکر مسلمانوں کے دین میں ذکر خدا ہی ہے کہ

مردان خدا خدا نہ باشند لیکن خدا جدا نہ باشند

ترجمہ: اللہ والے خدا نہیں ہوتے لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے۔

ظاہر ہے کہ ان مسلمانوں کا ان محبوبان الہی سے علاقہ ان کی ذوات کے لئے نہیں، اسی لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بزرگان خاص محبوبان بااختصاص ہیں ان کا ذکر وہ اسی لئے کرتے ہیں کہ وہ بازگاہ الہی کے خاص مقبول بندے ہیں ان کا ذکر باعث رحمت و برکت اور کار ثواب ہے ان کا ذکر خدا کی عبادت اور خدا پر ہے تو سب نجات از عذاب ہے۔ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں ”عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة“ ترجمہ: تذکرہ صالحین کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور خاص کر یہ ذکر شہادت تو ارشاد الہی ﴿وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ﴾ کے نیچے داخل، اس ذکر سے مسلمانوں کا مقصد اپنے ان اماموں کی دینی عظمت دکھانا، حق پر استقامت اور باطل سے نفرت کی ضرورت بتانا، فسق و فجور کی عداوت اور اپنے ان دینی پیشواؤں کی محبت کو جن سے ایمان کو قوت پہنچتی ہے اپنے دلوں کو تازہ کرنا اور دین و مذہب پر اپنی جان و مال و عزت و آبرو سب کو نثار و قربان کر دینے کا سبق اپنے ان اماموں کے اسوۂ حسنہ

سے حاصل کرنا، اوروں کو ان کی ہدایت کرنا، رغبت دلانا وغیرہ وغیرہ ہے۔

(فتاویٰ مصطفویہ، ص 441، برکاتی پبلشرز کراچی)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”ماہ محرم میں دس دنوں تک خصوصاً دسویں کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دیگر شہدائے کربلا کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں، کوئی شربت پر فاتحہ دلاتا ہے، کوئی شیر برنج (کھیر) پر، کوئی مٹھائی پر، کوئی روٹی گوشت پر، جس پر چاہو فاتحہ دلاؤ جائز ہے، ان کو جس طرح ایصالِ ثواب کرو مندوب (مستحب) ہے۔ بہت سے پانی اور شربت کی سبیل لگا دیتے ہیں، جاڑوں (سردیوں) میں چائے پلاتے ہیں، کوئی کھجرا پکواتا ہے، کوکار خیر کرو اور ثواب پہنچاؤ ہو سکتا ہے، ان سب کو ناجائز نہیں کہنا جاسکتا۔

(بہار شریعت، حصہ 16، ص 644، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”محرم کی نویں اور دسویں کو روزہ رکھے تو بہت ثواب پائے گا۔ بال بچوں کیلئے دسویں محرم کو خوب اچھے اچھے کھانے پکائے تو ان شاء اللہ عز و جل سال بھر تک گھر میں برکت رہے گی۔ بہتر ہے کہ حلیم (کھجڑا) پکا کر حضرت شہید کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ کرنے بہت مجرب (یعنی مؤثر و آزمودہ) ہے۔ اسی تاریخ یعنی 10 محرم الحرام کو غسل کرے تو تمام سال ان شاء اللہ عز و جل بیماریوں سے امن میں رہے گا کیونکہ اس دن آب زم زم تمام پانیوں میں پہنچتا ہے۔

(روح البیان، پ 2، ج 2، خود تحت 38، ج 4، ص 142، کانسی روڈ کوئٹہ)

اسی دسویں محرم کو جو سرمہ لگائے تو ان شاء اللہ سال بھر تک اس کی آنکھیں نہ

دکھیں۔ (درمختار کتاب الصوم) (رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم، مطلب فی

حدیث التوسعة..... ج 3، ص 457، دار المعرفۃ بیروت) ☆ (اسلامی زندگی بحوالہ تفسیر روح

(البيان، ص 131، مكتبة المدينه، كراچی)

## کچھڑا بنانا کہاں سے ثابت ہے؟

**سوال:** اگر کوئی پوچھے کہ کچھڑا وغیرہ پکا کر بائٹا کہاں سے ثابت ہے تو اس کا کیا جواب ہے؟

**جواب:** اس کا جواب امام اہلسنت رحمہ (رحمہ اللہ) کی زبانی سنئے، آپ فرماتے ہیں ”رہا یہ کہ کچھڑا کہاں سے ثابت ہوا، جہاں سے شادی کا پلاؤ دعوت کا زردہ ثابت ہوا۔ یہ تخصیصات عرفیہ ہیں نہ شرعیہ، ہاں جواب سے شرعاً ضروری جانے وہ باطل پر ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ تلخیصاً و تیسبیلأ و زیادۃ، ج 24، ص 494، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مطلب یہ ہے کہ اس کی اصل ایصالِ ثواب ہے اور ایصالِ ثواب قرآن و حدیث سے ثابت ہے، رہی کچھڑے کی تخصیص تو یہ اس وجہ سے ہے کہ اس پر عرف جاری ہو گیا ہے، نہ کہ اسے شرعاً ضروری سمجھ کر کیا جاتا ہے، کوئی اگر اس کے علاوہ چیز پکا کر لوگوں کو کھلا کر اس کا ثواب ایصال کرے تب بھی ٹھیک ہے، جو کچھڑے ہی کو شرعی طور پر ضروری جانے وہ غلطی پر ہے۔

## سوال: ایام محرم میں بہشتی بننا کیسا؟

**جواب:** محرم کے دنوں میں جو بعض لوگ بہشتی (یعنی پانی پلانے والا) بنتے ہیں، اگر یہ بہشتی (پانی پلانے والا) بننا بدعات سے خالی ہو اور محض نام و نقل نہ ہو بلکہ کام اور فعل ہو یعنی پانی بھر بھر کر مسلمانوں کو پلائیں وضو کرائیں تو ضرور اچھا کام اور باعث اجر ہے اور اس کا ثواب بھی نذر شہدائے کرام ہو سکتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ تلخیصاً و تیسبیلأ و زیادۃ، ج 24، ص 494، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## فصل دوم: نہ کرنے کے کام

**سوال:** محرم الحرام میں کن کاموں سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے؟

**جواب:** صدر الشریعہ بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ محرم

الحرام میں ہونے والے ممنوعہ کاموں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”تعزیه داری کہ واقعاتِ کربلا کے سلسلہ میں طرح طرح کے ڈھانچے بناتے اور ان کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ پاک کی شبیہ کہتے ہیں، کہیں تخت بنائے جاتے ہیں، کہیں ضرت (گنبد نما تعزیه) بنتی ہے، اور علم اور شدے نکالے جاتے ہیں، ڈھول تاشے اور قسم قسم کے باجے بجائے جاتے ہیں، تعزیوں کا بہت دھوم دھام سے گشت ہوتا ہے، آگے پیچھے ہونے میں جاہلیت کے سے جھگڑے ہوتے ہیں، کبھی درخت کی شاخیں کاٹی جاتیں ہیں، کہیں چبوترے کھودوائے جاتے ہیں، تعزیوں سے منتیں مانی جاتی ہیں، سونے چاندی کے علم چڑھائے جاتے ہیں، ہار پھول ناریل چڑھاتے ہیں، وہاں جوتے پہن کر جانے کو گناہ جانتے ہیں بلکہ اس شدت سے منع کرتے ہیں کہ گناہ پر بھی ایسی ممانعت نہیں کرتے، چھتری لگانے کو بہت برا جانتے ہیں۔

تعزیوں کے اندر دو مصنوعی قبریں بناتے ہیں، ایک پر سبز غلاف اور دوسری پر سرخ غلاف ڈالتے ہیں، سبز غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اور سرخ غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر یا شبیہ قبر بناتے ہیں اور وہاں تربت مالیدہ وغیرہ پر فاتحہ دلواتے ہیں، یہ تصور کر کے کہ حضرت امام عالی مقام کے روضہ اور مواجہہ قدس میں فاتحہ دلار ہے ہیں، پھر یہ تعزیے دسویں تاریخ کو مصنوعی کربلا میں لے جا کر دفن کرتے ہیں، گویا یہ جنازہ تھا جسے دفن کر آئے پھر تیجہ دسواں چالیسواں سب کچھ کیا جاتا ہے اور ہر ایک خرافات پر مشتمل ہوتا ہے۔ حضرت

قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہندی نکالتے ہیں گویا ان کی شادی ہو رہی ہے اور مہندی رچائی جائے گی اور اسی تعزیہ داری کے سلسلہ میں کوئی پیک (قاصد) بنتا ہے جس کے کمر سے گھنگرو بندھے ہوتے ہیں گویا یہ حضرت امام عالی مقام کا قاصد اور ہر کارہ ہے جو یہاں سے خط لے کر ابن زیاد یا یزید کے پاس جائے گا اور ہر کاروں کی طرح بھاگا پھرتا ہے۔

کسی بچہ کو فقیر بنایا جاتا ہے، اس کے گلے میں جھولی ڈالتے ہیں اور گھر گھر اس سے بھیک منگواتے ہیں، کوئی سقہ (پانی پلانے والا) بنایا جاتا ہے، چھوٹی سی مشک اس کے کندھے سے لٹکتی ہے گویا یہ دریائے فرات سے پانی بھر کر لائے گا، کس علم پر مشک لٹکتی ہے اور اس میں تیر لگا ہوتا ہے، گویا عباس علم دار ہیں کہ فرات سے پانی لارہے ہیں اور یزیدیوں نے مشک کو تیر سے چھید دیا ہے، اسی قسم کی بہت سی باتیں کی جاتی ہیں، یہ سب لغو و خرافات ہیں، ان سے ہرگز سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش نہیں ہوتے، یہ تم خود غور کرو کہ انہوں نے احیائے دین و سنت کے لیے یہ زبردست قربانیاں کیں اور تم نے معاذ اللہ اس کو بدعات کا ذریعہ بنا لیا۔

بعض جگہ اسی تعزیہ داری کے سلسلے میں براق بنایا جاتا ہے جو عجیب قسم کا مجسمہ ہوتا ہے کہ کچھ حصہ انسانی شکل کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ جانور کا سا، شاید یہ حضرت امام عالی مقام کی سواری کے لیے ایک جانور ہوگا، کہیں دلدل بنتا ہے، کہیں بڑی بڑی قبریں بنتی ہیں، بعض جگہ آدمی ریچھ، بندر، لنگور بنتے ہیں، اور کودتے پھرتے ہیں، جن کو اسلام تو اسلام انسانی تہذیب بھی جائز نہیں رکھتی، ایسی بری حرکت کو اسلام ہرگز جائز نہیں رکھتا، افسوس کہ محبت اہل بیت کرام کا دعویٰ اور ایسی بے جا حرکتیں، یہ واقعہ تمہارے لیے نصیحت تھا اور تم نے اس کو کھیل تماشا بنا لیا۔



اسی سلسلے میں نوحہ و ماتم بھی ہوتا ہے اور سینہ کو پی ہوتی ہے، اتنے زور زور سے سینہ کو ٹٹتے ہیں کہ ورم ہو جاتا ہے، سینہ سرخ ہو جاتا ہے بلکہ بعض جگہ زنجیروں اور چھریوں سے ماتم کرتے ہیں کہ سینے سے خون بہنے لگتا ہے۔ تعزیوں کے ساتھ مرثیہ پڑھا جاتا ہے اور تعزیہ جب گشت کو نکلتا ہے اس وقت بھی اس کے آگے مرثیہ پڑھا جاتا ہے، مرثیہ میں غلط واقعات نظم کیے جاتے ہیں، اہل بیت کرام کی بے حرمتی اور بے صبری اور جزع و فزع کا ذکر کیا جاتا ہے اور چونکہ اکثر مرثیہ رافضیوں ہی کے ہیں بعض میں تبرا (صحابہ کرام کو برا کہنا) بھی ہوتا ہے مگر اس رو میں سنی بھی اسے بے تکلف پڑھ جاتے ہیں اور انہیں اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ کیا پڑھ رہے ہیں یہ سب ناجائز اور گناہ کے کام ہیں۔

اظہار غم کے لیے سر کے بال بکھیرتے ہیں، کپڑے پھاڑتے اور سر پر خاک ڈالتے اور بھوسا اڑاتے ہیں، یہ بھی ناجائز اور جاہلیت کے کام ہیں ان سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ احادیث میں ان کی سخت ممانعت آئی ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے امور سے پرہیز کریں اور ایسے کام کریں جن سے اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی ہوں کہ یہی نجات کا راستہ ہے۔

(بہار شریعت، حصہ 16، ص 647، مکتبہ المدینہ، کراچی)

## فصل سوم: نوحہ و غم کرنا

**سوال:** اہل سنت و جماعت کو عشرہ محرم الحرام میں رنج و غم کرنا جائز ہے

یا نہیں؟

**جواب:** امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس سوال کے جواب

میں فرماتے ہیں ”اہل سنت و جماعت کا مدار ایمان حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وہد کی محبت ہے، جب تک اپنے ماں، باپ، اولاد، تمام جہان سے زیادہ حضور کی محبت

نہ رکھے مسلمان نہیں، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وہد فرماتے ہیں ((لَا يُؤْمِنُ

أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ)) ترجمہ: تم

میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اور اولاد اور سب

لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔ (صحيح بخاری، ج 1، ص 7، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اور محبت کو محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کی گلی کا کتا بھی۔

حضرت مولانا ندوی سر، مثنوی شریف میں حضرت مجنوں رحمۃ اللہ تعالیٰ کی حکایت تحریر

فرمائی کہ کسی نے ان کو دیکھا کمال محبت کے طور پر ایک کتے کے بوسے لے رہے ہیں،

اعتراض کیا کہ کتا نجس ہے چٹیں ہے چٹاں ہے۔ فرمایا نہیں جانتا:

کاین طلسم بستمہ مولیٰ ست این با سببان کو چہ لیلیٰ ست این

جیسے یہ اللہ کی بنائی ہوئی تصویر ہے، یہ (کتا) لیلیٰ کی گلی کا چوکیدار ہے۔

یہ کتا لیلیٰ کی گلی کا ہے عجب ان صادق کا جب دنیا کے محبوبوں کے ساتھ یہ حال

ہے جن میں ایک حسن فانی کا کمال سہی ہزاروں عیب و نقص بھی ہوتے ہیں، تو کیا کہنا

ہے ہمارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وہد کا جنہیں تمام اوصاف حمیدہ میں اعلیٰ کمال اور

جن کا ہر کمال ابدی اور لازوال اور جو ہر عیب و نقص سے منزہ و بے مثال، ان کا ہر علاقہ

والا (تعلق والا) سنی کے سرکا تاج ہے، صحابہ ہوں خواہ ازواج خواہ اہلبیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ پھر یہ کہنا ہے ان کا جو حضور کے جگر پارے اور عرش کی آنکھ کے تارے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((حسین منی وانا من حسین، احب الله من احب حسینه، حسین سبط من الاسباط)) ترجمہ: حسین میرا اور میں حسین کا، اللہ دوست رکھے اسے جو حسین کو دوست رکھے، حسین ایک نسل نبوت کی اصل ہے۔ (جامع الترمذی، ج 2، ص 219، اسین کمپنی، دہلی)

یہ حدیث کس قدر محبت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے، ایک بار نام لے کر تین بار ضمیر کافی تھی مگر نہیں ہر بار لذت محبت کے لئے نام ہی کا اعادہ فرمایا۔ کون ساسنی ہوگا جسے واقعہ ہائلہ کر بلا کا غم نہیں یا اس کی یاد سے اس کا دل محزون اور آنکھ پر غم نہیں، ہاں مصائب میں ہم کو صبر کا حکم فرمایا ہے، جزع فزع کو شریعت منع فرماتی ہے، اور جسے واقعی دل میں غم نہ ہو اسے جھوٹا اظہار غم ریا ہے اور قصد غم آوری غم پروری خلاف رضا ہے، جسے اس کا غم نہ ہو اسے بے غم نہ رہنا چاہئے، بلکہ اس غم نہ ہونے کا غم چاہئے کہ اس کی محبت ناقص ہے اور جس کی محبت ناقص اس کا ایمان ناقص۔

(فتاویٰ رضویہ ملخصاً، ج 24، ص 486 تا 488، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## صبر کرنے کی فضیلت

سوال: صبر کرنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿انما یوفی الصبرون اجرهم

بغیر حساب﴾ ترجمہ: یوہین ہے کہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر پورا پورا دیا جائے

گاہے شمار۔ (پ 23، سورۃ الزمر، آیت 10)

اور فرماتا ہے ﴿اُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ  
 وَاُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾ ترجمہ: ایسے لوگوں پر درودیں ہیں ان کے رب کی  
 طرف سے اور مہربانی، اور یہی لوگ راہِ پائے والے ہیں۔ (پ 2، سورۃ البقرۃ، آیت 157)  
 حضرت ابوسعید خضریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصْبِرْهُ اللَّهُ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً  
 خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ)) ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو صبر کرنا  
 چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق عطا فرمادے گا، صبر سے بہتر اور وسعت والی عطا  
 کسی پر نہیں کی گئی۔

(صحیح بخاری، باب استعفاف عن المسئلة، ج 2، ص 122، دار طوق النجاة)

حضرت ابو ظبیان سے مروی ہے، فرماتے ہیں ((كُنَّا نَعْرِضُ الْمَصَاحِفَ  
 عِنْدَ عَلْقَمَةَ فَقَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُوقِنِينَ﴾ فَقَالَ: قَالَ  
 عَبْدُ اللَّهِ: الْيَقِينُ الْإِيمَانُ كُلُّهُ وَقَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ  
 صَبَّارٍ شَكُورٍ﴾ قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: الصَّبْرُ نِصْفُ الْإِيمَانِ هَذَا حَدِيثٌ  
 صَحِيحٌ (الْبُسْنَادِ)) ترجمہ: ہم علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مصحف پڑھتے تھے پس یہ  
 آیت اِنِّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُوقِنِينَ (بے شک اس میں یقین والوں کے لئے  
 نشانیاں ہیں) پڑھی تو فرمایا: حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یقین پورا ایمان  
 ہے، اور یہ آیت اِنِّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ (اس میں ہر صابر و  
 شاکر کے لئے نشانیاں ہیں) پڑھی تو فرمایا: حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:  
 صبر نصف ایمان ہے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، باب تفسیر سورہ حم غافر، ج 2، ص 484، دار الکتب العلمیہ،

بیروت)

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءٌ شُكْرًا، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءٌ صَبْرًا، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ)) ترجمہ: مومن کے معاملے پر تعجب ہے کہ اس کا سارا معاملہ بھلائی پر مشتمل ہے، یہ صرف مومن ہی کے لیے ہے کہ اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو اللہ کا شکر کرتا ہے اور یہ اس کے لئے بھلائی ہے اور اگر نقصان پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے، یہ بھی اس کے لئے بھلائی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزہد والرفائق، باب المؤمن امرہ کلہ خیر، ج 4، ص 2295، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَىُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ: الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَلَا مَثَلَ، يُبْتَلَى الْعَبْدُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ، فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ صَلَافٌ اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ، وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ، فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى يَتْرُكَهُ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ، وَمَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيئَةٍ)) ترجمہ: میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کن لوگوں پر سب سے زیادہ مصیبتیں اترتی ہیں فرمایا: انبیاء پر، پھر ان سے کم درجے والوں پر اور پھر ان سے کم درجے والوں پر، بندے کو اس کے دین کے اعتبار سے آزمایا جاتا ہے پس جو دین میں مضبوط ہوتا ہے اس کی آزمائش سخت ہوتی ہے اور جو دین میں کمزور ہوتا ہے وہ اپنے دین کے اعتبار سے آزمایا جاتا ہے، پس بندے پر مسلسل بلائیں (مصیبتیں) اترتی رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ بندے کو اس حال میں زمین پہ چلتا چھوڑتی ہیں کہ اس پر کوئی خطا نہیں ہوتی (یعنی ان مصیبتوں پر صبر کرنے کے سبب اس کی سب خطائیں مٹا دی جاتی ہیں)۔

(ابن ماجہ، باب الصبر علی البلاء، ج 2، ص 1334، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)



## نوحہ کا شرعی حکم

سوال: نوحہ کا حکم شرعی کیا ہے؟

جواب: نوحہ کرنا ناجائز و حرام ہے اور اس کی حرمت کے ثبوت میں کثیر

احادیث موجود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((اثنان فی الناس هما بہم کفر فی النسب والنیاحة)) ترجمہ: لوگوں میں دو کفر (کی علامات) ہیں کسی کے نسب پر طعنہ اور میت پر نوحہ۔

(صحیح مسلم، ج 1، ص 58، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((صوتان ملعونان فی الدنیا والآخرۃ مزار عند نعمة وزنة عند المصیبة)) ترجمہ: دو آوازوں پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے، نعمت کے وقت باجا اور مصیبت کے وقت چلانا۔

(کشف الاستار، ج 1، ص 377، مؤسسة الرسالة، بیروت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((النائحة اذا لم تثب قبل موتها تقام یوم القیمة وعلیہا سربال من قطران ودرع من جرب)) ترجمہ: چلا کر رونے والی جب اپنی موت سے قبل توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن کھڑی کی جائے گی یوں کہ اس کے بدن پر گندھک کا گرتا ہوگا اور کھجلی کا دوپٹہ۔

(صحیح مسلم، ج 1، ص 303، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اور ایک روایت میں ہے ((قطع اللہ ثیابا من قطران ودرعا من لہب النار)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ اسے گندھک کے کپڑے پہنائے گا اور اوپر سے دوزخ کی لپٹ کا دوپٹہ اڑھائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، ص 114، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((ان هؤلاء النوائح یجعلن یوم القیمة صفین فی جہنم صف عن بینہم وصف عن

یسارہم فینبحن علی اہل النار کما تنبح الکلاب)) ترجمہ: یہ نوحہ کرنے والیاں قیامت کے دن جہنم میں دو صفیں کی جائیں گی دوزخیوں کے دائیں بائیں وہاں ایسے بھونکیں گی جیسے کتیاں بھونکتی ہیں۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، ج 6، ص 110، مکتبۃ المعارف، ریاض)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((انابری ممن خلق و سلق و خرق)) ترجمہ: میں بیزار ہوں اس سے جو بھدرا کرے اور چلا کر روئے اور گریبان چاک کرے۔

(صحیح مسلم، ج 1، ص 73، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((الاتسمعون ان اللہ لایعذب بدمع العین ولا یحزن القلب ولكن یعذب بهذا وأشار الی لسانہ او یرحمہ وان المیت یعذب ببکاء اہلہ علیہ)) ترجمہ: ارے سنتے نہیں ہو بیشک اللہ نہ آنسوؤں سے رونے پر عذاب کرے نہ دل کے غم پر (اور زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) ہاں اس کے سبب عذاب فرمائے گا یا رحم فرمائے گا اور بیشک مردے پر عذاب ہوتا ہے اس کے گھر والوں کے اس پر نوحہ کرنے سے۔

(صحیح بخاری، ج 1، ص 174، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

امام اہلسنت علیہ (رحمہ فرماتے ہیں ”تحریم نوحہ میں احادیث متواترہ موجود

ہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 486، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی انجید علی اعظمی علیہ (رحمہ فرماتے ہیں ”اظہار غم کے لیے سر کے بال بکھیرتے ہیں، کپڑے پھاڑتے اور سر پر خاک ڈالتے اور بھوسا اڑاتے ہیں، یہ بھی ناجائز اور جاہلیت کے کام ہیں ان سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ احادیث میں ان کی سخت ممانعت آئی ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے امور سے پرہیز کریں اور ایسے کام کریں جن سے اللہ عز و جل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی ہوں کہ یہی نجات کا راستہ

ہے۔“ (بہار شریعت، حصہ 16، ص 647، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

**سوال:** میلاد شریف میں شہادت کا بیان کرنا اور ساتھ ساتھ رونا اور رلانا

کیا ہے؟

**جواب:** علمائے کرام نے مجلس میلاد شریف میں ذکر شہادت سے منع فرمایا

ہے کہ وہ مجلس سرور ہے ذکر حزن اس میں مناسب نہیں کمافی مجمع البحار ترجمہ: جیسا کہ مجمع البحار میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 751، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** (1) بعض لوگ محرم الحرام کے پہلے عشرے میں نہ تو دن بھر روٹی

پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں کہتے ہیں کہ بعد دفن تعز یہ روٹی پکائی جائے گی۔

(2) ان دس دن میں کپڑے نہیں اتارتے ہیں۔

(3) ماہ محرم میں بیاہ شادی نہیں کرتے ہیں۔

(4) ان ایام میں سوائے امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی کی

نیاز فاتحہ نہیں دلاتے ہیں، آیا یہ جائزہ ہے یا نہیں؟

**جواب:** پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے، اور چوتھی بات

جہالت ہے ہر مہینہ ہر تاریخ میں ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہو سکتی ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 488، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”بعض

جاہلوں میں مشہور ہے کہ محرم میں سوائے شہدائے کربلا کے دوسروں کی فاتحہ نہ دلائی

جائے ان کا یہ خیال غلط ہے، جس طرح دوسرے دنوں میں سب کی فاتحہ ہو سکتی ہے

، ان دنوں میں بھی ہو سکتی ہے۔“

(بہار شریعت، حصہ 16، ص 644، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

**سوال:** محرم میں پڑھے جانے والے مرثیوں کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** مرثیے کہ رائج ہیں سب حرام و ناجائز ہیں۔ حدیث میں ہے

((نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن المراثی)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، ج 4، ص 356، المكتب الاسلامی، بیروت) ☆ (فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 496، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** جن میں مرثیہ وغیرہ ہو، ایسی مجلسوں میں شریک ہونا کیسا؟

**جواب:** حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 509، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** ذکرِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محفل سجانا جس میں نظم میں امام

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر خیر کیا جائے، کیسا ہے؟

**جواب:** جو مجلس ذکر شریف حضرت سیدنا امام حسین و اہلبیت کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کی ہو جس میں روایات صحیحہ معتبرہ سے ان کے فضائل و مناقب و بہارِ جہان بیان کئے جائیں اور ماتم و تجدید غم وغیرہ امور مخالفہ شرع سے یکسر پاک ہونی نفسہ حسن و محمود ہے خواہ اس میں نثر پڑھیں یا نظم، اگرچہ وہ نظم بوجہ ایک مسندس ہونے کے جس میں ذکر حضرت سید الشہداء ہے عرف حال میں بنام مرثیہ موسوم ہو کہ اب یہ وہ مرثیہ نہیں جس کی نسبت ہے ((نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن المراثی)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا۔

(سنن ابن ماجہ، ص 115، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی) ☆ (فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 523، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** بد مذہبوں کی مجلس مرثیہ خوانی میں اہل سنت و جماعت کو شریک

و شامل ہونا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** حرام ہے: حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے

ہیں ((من کثر سواد قوم فهو منهم)) ترجمہ: جس نے کسی قوم کا تشخص کثیر بنایا وہ ان میں کا ہے۔

وہ بد زبان ناپاک لوگ اکثر تبرّا (صحابہ کرام کو گالیاں) بک جاتے ہیں اس طرح کہ جاہل سننے والوں کو خبر بھی نہیں ہوتی اور متواتر سنا گیا ہے کہ سنیوں کو جو شربت دیتے ہیں اس میں نجاست ملا تے ہیں اور کچھ نہ ہو تو اپنے یہاں کے ناپاک قلتین کا پانی ملا تے ہیں اور کچھ نہ ہو تو وہ روایات موضوعہ و کلمات شنیعہ و ماتم حرام سے خالی نہیں ہوتی اور یہ دیکھیں سنیں گے، اور منع نہ کر سکیں گے ایسی جگہ جانا حرام ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿فَلَا تَقْعُدُوا مَعَ الْظَالِمِينَ﴾ ترجمہ: تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

(پ 7، سورۃ، آیت 68)

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 526، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)



## فصل چہارم: تعزیہ

**سوال:** تعزیہ داری کی اصل کیا تھی؟ اور مروجہ تعزیہ داری کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضہ پر نور شہزادہ گلگوں قبا حسین

شہید ظلم و جفا صلوٰۃ اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ وسلم و علیٰ ہمد و ذکر و وجہ کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا اس میں شرعاً کوئی حرج نہ تھا کہ تصویر مکانات وغیرہا غیر جاندار کی بنانا، رکھنا، سب جائز، اور ایسی چیزیں کہ معظمان دین کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں ان کی تمثال بہ نیت تبرک پاس رکھنا قطعاً جائز، جیسے صد ہا سال سے طبقہ فطریقہ ائمہ دین و علمائے معتقدین تعلین شریفین حضور سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشے بناتے اور ان کے فوائد جلیلہ و منافع جزیلہ میں مستقل رسالے تصنیف فرماتے ہیں جسے اشتباہ ہوا امام علامہ تلمسانی کی فتح المتعال وغیرہ مطالعہ کرے۔

مگر جہاں بے خرد (بے عقل جاہلوں) نے اس اصل جائز کو بالکل نیست و نابود کر کے صد ہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعت مطہرہ سے الاماں الاماں کی صدا کہیں آئیں، اول تو نفس تعزیہ میں روضہ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی، ہر جگہ نئی تراش نئی گھڑٹ جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں اور بیہودہ طمطراق، پھر کوچہ کوچہ بدشت بدشت، اشاعت غم کے لئے ان کا گشت، اور ان کے گرد سینہ زنی، اور ماتم سازشی کی شورا فگنی، کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغول طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہے، کوئی ان مایہ بدعات کو معاذ اللہ معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام حبیبی ہمد و ذکر علیہ وسلم سمجھ کر اس ابرک ہستی سے مرادیں مانگتا متنبیہ مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے، پھر باقی تماشے، باجے، تماشے، مردوں عورتوں کا راتوں کو میل، اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان پر طرہ ہیں۔ غرض

عشرہ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت و محل عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا پھر وبال ابتداء (بدعتیں نکالنے کے وبال) کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا، ریاء و تفاخر علانیہ ہوتا ہے، پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر غائب ہوتے ہیں، مال کی اضاعت ہو رہی ہے، مگر ہام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں، اب بہار عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے، طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم، جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہا حضرات شہداء رضویہ (علیہم السلام) کے جنازے ہیں، کچھ نوچ اتار باقی توڑتا ٹوٹن کر دیئے۔ یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم و وبال جدا گانہ رہے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ شہدائے کربلا علیہم السلام و اولیائہا کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے اور بڑی باتوں سے توبہ عطا فرمائے، آمین! اب کہ تعزیر داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے۔

ہاں اگر اہل اسلام جائز طور پر حضرات شہدائے کرام علیہم السلام کی ارواح طیبہ کو ایصال ثواب کی سعادت پر اقتصار کرتے تو کس قدر خوب و محبوب تھا اور اگر نظر شوق و محبت میں نقل روضہ انور کی حاجت تھی تو اسی قدر جائز پر قناعت کرتے کہ صحیح نقل بغرض تبرک و زیارت اپنے مکانون میں رکھتے اور اشاعت غم و تصنع الم و نوحہ زنی و ماتم کئی و دیگر امور شنیعہ و بدعات قطعہ سے بچتے اس قدر میں بھی کوئی حرج نہ تھا مگر اب اس نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیر داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلاء بدعات کا اندیشہ ہے، اور حدیث میں آیا ہے ((اتقوا مواضع التہم)) ترجمہ: تہمت کے مواقع سے بچو۔

(کشف الخفاء، ج 1، ص 37، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اور واروہوا ((من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقفن مواقف التهم)) ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز تہمت کے مواقع میں نہ ٹھہرے۔

(سراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، ص 249، نور محمد کارخانہ تجازت کتب، کراچی)

لہذا روضہ اقدس حضور سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کرے اور اسے بقصد تبرک بے آمیزش منہیات اپنے پاس رکھے جس طرح حریم محترمین سے کعبہ معظمہ اور روضہ عالیہ کے نقشے آتے ہیں یا دلائل الخیرات شریف میں قبور پر نور کے نقشے لکھے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 513، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** سنا ہے کہ تعزیہ داری سب سے پہلے سلطان تیمور نے شروع کی؟

**جواب:** تعزیہ جس طرح رائج ہے ضرور بدعت شنیعہ ہے، جس قدر بات

سلطان تیمور نے کی کہ روضہ مبارک حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح نقل تسکین شوق کو رکھی وہ ایسی تھی جیسے روضہ منورہ و کعبہ معظمہ کے نقشے اس وقت تک اس قدر میں حرج نہ تھا اب بوجہ شبیہ اس کی بھی اجازت نہیں، یہ جو باجے، تاشے، مرثیے، ماتم، برق پری کی تصویریں، تعزیے سے مرادین مانگنا اس کی منتیں ماننا، اسے جھک جھک کر سلام کرنا، سجدہ کرنا وغیرہ وغیرہ بدعات کثیرہ اس میں ہو گئی ہیں اور اب اسی کا نام تعزیہ داری ہے یہ ضرور حرام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 504، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** مروجہ تعزیہ داری کس وقت سے جاری ہے؟

**جواب:** بہت جدید، ہندوستانیوں کی ایجاد ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 509، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** زید حنفی ہو کر کہتا ہے کہ تعزیہ چونکہ نقشہ ہے سیدنا حضرت امام

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مقدسہ کا، اور منسوب ہے سیدنا امام ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف، لہذا اس کا بنانا امر ضروری ہے اور باعث ثواب و قابل تعظیم و ذریعہ نجات ہمارے لئے ہے اور جو شخص ان کی تعظیم و بنانے کا مخالف ہے وہ یزید ہے، اس کہنے والے کا کیا حکم ہے اور کیا اس کی حقیقت اور اسلام باقی رہا؟

**جواب:** تعزیہ جس طرح رائج ہے نہ ایک بدعت مجمع بدعات ہے، نہ وہ

روضہ مبارک کا نقشہ ہے اور ہو تو ماتم اور سینہ کو پی اور بتاشے باجوں کے گشت اور خاک میں دبانا، یہ کیا روضہ مبارک کی شان ہے اور پریوں اور براق کی تصویریں بھی شاید روضہ مبارک میں ہوں گی، امام عالی مقام کی طرف اپنی ہوسات مخترعہ کی نسبت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین ہے کیا توہین امام قابل تعظیم ہے۔ کعبہ معظمہ میں زمانہ جاہلیت میں مشرکین نے سیدنا ابراہیم و سیدنا اسمعیل علیہما السلام کی تصویریں بنائیں اور ہاتھ میں پائے دئے تھے جن پر لعنت فرمائی اور ان تصویروں کو محو فرما دیا یہ تو انبیائے عظام کی طرف نسبت تھی کیا اس سے وہ ملعون پائے معظم ہو گئے یا تصویریں قابل ابقا۔ اور اسے ضروری کہنا تو اور سخت تر افتراء ہے وہ بھی کس پر شرع مطہر پر، ﴿ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون﴾ ترجمہ: بے شک جو اللہ تعالیٰ کے ذمے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب اور بامراد نہ ہوں گے۔

(پ 11، سورۃ یونس، آیت 69)

اور اس کے منکر کو یزید کہنا رقص پلید ہے، تعزیہ میں کسی قسم کی امداد جائز

نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾ ترجمہ: اللہ تعالیٰ

نے ارشاد فرمایا: گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔

(پ 6، سورۃ المائدہ، آیت 2)

طریقہ مذکورہ ضرور فسق و اتباع روافض اور تعزیہ کو جائز سمجھنا فسق عقیدہ، مگر انکار ضروریات دین نہیں کہ کافر ہونہ اس سے حقیقت زائل ہو کہ گناہ مزیل حقیقت ہو تو سوا اجلہ اکابر اولیاء کے کوئی حنفی نہ ہو سکے۔۔۔ جو قول باطل دوسرے کو کہا جائے اس کا وبال قائل پر آتا ہے بعینہ وہی قول پلٹنا مطلق نہیں، کسی کو ناحق گدھا کہنے سے قائل گدھا نہ ہو جائے گا، یو ہیں کسی مسلمان سنی کو یزید کہنے والا یزید نہ ہو جائے گا بلکہ اس میں روافض کا پیرو۔ اس کے پیچھے نماز بکروہ تحریمی ہے اور اس سے بیعت ممنوع و ناقابل ابقا۔ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا گناہ ہے اور بانی و دواعی پر ان سب کے برابر۔ لا ینقص من اوزارہم شی (اور ان کے گناہوں میں سے کچھ کمی نہ ہوگی)۔

(صحیح مسلم، ج 2، ص 341، قدیمی کتب خانہ، کراچی) ☆ (فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 506، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** تعزیہ کا بنانا اور دیکھنا ان پر دل سے معتقد ہونا اہل سنت و جماعت کو چاہئے یا نہیں؟ اور جو ایسا کرے اس پر بموجب شرع کیا حکم صادر ہوگا؟

**جواب:** امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”تعزیہ رائج مجمع بدعات شیعہ سیئہ ہے، اس کا بنانا دیکھنا جائز نہیں، اور تعظیم و عقیدت سخت حرام و اشد بدعت۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ مسلمان بھائیوں کو راہ حق کی ہدایت فرمائے۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 489، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** تعزیہ پر جو مٹھائی چڑھائی جاتی ہے کیا یہ حرام ہو جاتی ہے؟ اس کا کھانا کیسا ہے؟

**جواب:** امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”تعزیہ پر جو مٹھائی چڑھائی جاتی ہے اگرچہ حرام نہیں ہو جاتی مگر اس کے کھانے میں جاہلوں کی نظر میں ایک امر ناجائز شرعی کی وقعت بڑھانے اور اس کے ترک میں اس سے نفرت



دلاتی ہے لہذا نہ کھائی جائے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 491، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** شوکت اسلام کے لیے تعزیہ بنانا اور نکالنا و علم و بیرق اور مہندی

وغیرہ نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز تعزیہ کو حاجت روا سمجھنا یا یہ کہنا کہ تعزیہ ہماری منت کا ہے اگر بند کریں نہ بنائیں تو ہمارا نقصان اولاد و مال ہوگا، کیسا ہے؟ تعزیہ دار یا تعزیہ پرست کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا درست ہے یا نہیں؟

**جواب:** علم، تعزیہ، بیرق، مہندی جس طرح رائج ہیں بدعت ہیں اور

بدعت سے شوکت اسلام نہیں ہوتی تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعہ حاجت روا سمجھنا جہالت پر جہالت ہے اور اسے منت جاننا اور حماقت، اور نہ کرنے کو باعث نقصان خیال کرنا زنا نہ وہم ہے مسلمان کو ایسی حرکات و خیال سے باز آنا چاہئے بایں ہمہ تعزیہ دار مسلمان ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ ضرور حلال ہے کوئی جاہل سا جاہل مسلمان بھی تعزیہ کو معبود نہیں جانتا، تعزیہ پرست کا لفظ وہابیہ شرک پرست کی زیادتی ہے جس طرح تعظیم و تکریم مزارات طیبہ پر مسلمانوں کو قبر پرست کا لقب دیتے ہیں، یہ سب اُن کا جہل و ظلم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 499، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** تعزیہ بنانا کیسا ہے؟ اور اس پر شیرینی وغیرہ چڑھانا کیسا ہے؟ اور

بنانے والے اور تعظیم کرنے والے کا عندالشرع کیا حکم ہے؟ اور جو شخص تعزیہ کے ناجوازی کا قائل ہے اس کو کافر یا مرتد کہنا اور کافر سمجھ کر اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا کیسا ہے؟ اور تعزیہ داری میں غلو کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

**جواب:** تعزیہ رائج ناجائز و بدعت ہے اور اس کا بنانا گناہ و معصیت اور

اس پر شیرینی وغیرہ چڑھانا محض جہالت اور اس کی تعظیم بدعت و جہالت۔ اور جو تعزیہ کو ناجائز کہے اس بنا پر اسے کافر یا مرتد کہنا اشد تعظیم گناہ کبیرہ ہے، کہنے والے کو تجدد

اسلام و نکاح چاہئے، یونہی اس وجہ سے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا مردود و باطل ہے البتہ اگر کسی وہابی کو کافر مرتد کہا تو مضائقہ نہیں، اور وہابی کے پیچھے نماز بیشک ناجائز ہے، جو تعزیہ داری میں غلو رکھے یا اس سے معروف ہوا اگرچہ غلو نہ رکھے اس کے پیچھے بھی نماز نہ چاہئے مگر پڑھیں تو ہو جائے گی، ہاں اسے امام بنانا منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 500، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** زید تعزیہ داری کے جواز پر یہ عذر پیش کرتا ہے کہ اس سے صدقہ و خیرات کی کثرت ہو جاتی ہے، اس کا یہ عذر کہاں تک ٹھیک ہے؟

**جواب:** اس کے سبب صدقہ خیرات ہونا جھوٹا عذر ہے، اللہ کے بندے کہ تعزیہ وغیرہ بدعات کو حرام جانتے ہیں نیاز و خیرات کرتے ہیں ربیع الاول شریف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیازیں ہوتی ہیں ربیع الآخر شریف میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیازیں ہوتی ہیں ان میں کون سا تعزیہ ہوتا ہے اور بفرض غلط اگر تعزیہ ہی باعث خیرات ہو تو خیرات ایک مستحب چیز ہے اور بدعات حرام، مستحب کے لئے حرام حلال نہیں ہو سکتا، عجب اس سے کہ مستحب نہ کریں گے جب تک حرام اس کی یاد نہ دلائے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 505، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** ملفوظات حضرت سید عبدالرزاق ہانسوی فرماتے ہیں یہ حکایتیں ہیں یا نہیں؟

(1) محرم کی دس تھی کہ حضرت مولانا ممدوح ایک تعزیہ کے ساتھ ہو لئے جو جلاہوں کا تھا اور مصنوعی کربلا میں دفن ہونے کے لئے لوگ لئے جاتے تھے، خدام و مریدین نے پوچھا تو فرمایا کہ مجھے تعزیوں سے کچھ مطلب نہیں، ہم تو امام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہو لئے تھے کہ ان کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا۔

(2) انہیں بزرگ کا قصہ ہے کہ ایک دن عاشورہ کو مسجد میں بیٹھے وضو کر رہے تھے ٹوپی مبارک فصیل پر رکھی تھی کہ یکا یک اسی طرح سر برہنہ نیچے تشریف لے آئے اور ایک تعزینہ کے ساتھ ہوئے اس دفعہ لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ حضرت سیدۃ النساء تشریف فرما تھیں۔

دونوں روایتیں کہاں تک صحیح ہیں؟

**جواب:** امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس سوال کے

جواب میں فرماتے ہیں ”دونوں حکایتیں محض غلط و بے اصل ہیں، تعزینہ داروں کو نہ کوئی دلیل شرعی ملتی ہے نہ کسی معتمد کا قول، مجبورانہ حکایت بناتے ہیں، اسی ساخت کی حکایت کوئی شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کرتا ہے، کوئی مولانا شاہ عبدالجید صاحب سے، کوئی حضرت مولانا فضل رسول صاحب سے، کوئی مولوی فضل الرحمن سے، کوئی میرے حضرت جد امجد سے، رحمۃ اللہ علیہ، اور سب باطل و مصنوع ہیں۔“

میں تو ابھی زندہ ہوں میری نسبت کہہ دیا کہ ہم نے اسے تعزینہ شاید علم بتائے کہ ان کے ساتھ جاتے دیکھا اور اس حکایت کا کذب تو خود اسی سے روشن کہ فرمایا: ”مجھے تعزیوں سے کچھ مطلب نہیں ہم تو امام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہوئے تھے کہ ان کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا“ سبحان اللہ! جب تعزینے ایسے معظم و مقبول و محبوب بارگاہ ہیں کہ خود حضور پر نور امام انام علیہ السلام (الکرمین علیہ الصلوٰۃ والسلام) بنفس نفیس ان کی مشایعت فرماتے ہیں، ان کے ساتھ چلتے ہیں تو ان سے کچھ مطلب نہ ہونا اللہ عز و جل کے محبوب و معظم سے مطلب نہ ہونا ہے جو ولی تو ولی کسی مسلمان کی شان نہیں۔ پھر آگے تتمہ کلام ملاحظہ ہو کہ ”ان کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا“ یہ کاف بیانیہ تو ہو نہیں سکتا ضرور تعلیلیہ ہے یعنی حضرت امام کے ساتھ ہونے پر بھی کچھ توجہ نہ ہوتی

مگر کیا کیجئے ان کے ساتھ مجمع اولیاء تھا لہذا شامل ہونا پڑا۔ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے، ہاں خوب یاد آیا 3 جمادی الآخرہ 1327ھ کو ظہر سے ایک سوال آیا تھا کہ تُو نے تعزیہ داری کو جائز کر دیا ہے اس خبر کی کیا حقیقت ہے؟ ایک رافضی بڑے فخر سے اس روایت کو نقل کرتا ہے ایضاً تیرا اور دیگر چند علمائے بریلی کا فتویٰ تیار ہوا ہے کہ آیت تطہیر کے تحت میں ازواج مطہرات داخل نہیں، اس فتویٰ کی نقل اس رافضی کے پاس دیکھنے میں آئی ہے فقط، اب فرمائیے اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت درکار، جب زندوں کے ساتھ یہ برتاؤ ہے تو احیائے عالم برزخ کی نسبت جو ہو کم ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 497، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** علم، تعزیہ، مہندی، ان کی منت، گشت، چڑھاوا، ڈھول، تاشے، مجیرے، مرثیے، ماتم، مصنوعی کر بلا کو جانا، عورتوں کا تعزیہ دیکھنے کو نکلنا، ان سب باتوں کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** علم، تعزیہ، مہندی، ان کی منت، گشت، چڑھاوا، ڈھول، تاشے، مجیرے، مرثیے، ماتم، مصنوعی کر بلا کو جانا، عورتوں کا تعزیہ دیکھنے کو نکلنا، یہ سب باتیں حرام و گناہ و ناجائز و منع ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 498، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** تعزیہ بنانا اور مہندی نکالنا اور شب عاشورہ کو روشنی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** تعزیہ مہندی روشنی مذکور سب بدعت و ناجائز ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 500، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** روز عاشورہ کو میلہ قائم کرنا اور تعزیوں کو دفن کرنا اور ان پر فاتحہ پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** عاشورہ کا میلہ لغو و ممنوع ہے۔ یوہیں تعزیوں کا دفن جس طور پر ہوتا ہے نیت باطلہ پر مبنی اور تعظیم بدعت ہے اور تعزیہ پر فاتحہ جہل و حق و بے معنی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 501، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** تعزیہ بنانا بدعت سیئہ ہے۔ یا شرک و گناہ کبیرہ؟

**جواب:** تعزیہ بنانا شرک نہیں یہ وہابیہ کا خیال ہے، ہاں بدعت و گناہ

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 503، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** تعزیہ بنانے اور ایسی مجالسین کرنا کہ جس میں اہلبیت کی فضیحت

اور رسوائی ہو، کیسا ہے؟

**جواب:** تعزیہ ناجائز ہے اور ایسی مجلس جس میں معاذ اللہ توہین اہلبیت

کرام ہو قطعاً حرام اور ان میں شرکت ناجائز و حرام۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 507، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** تعزیہ بنا کے نکالنا، اس کے ساتھ ڈھول نکارے، بجانا، قبر کی

صورت بنا کر جنازہ کی طرح نکالنا، اس پر پھول وغیرہ چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** یہ سب باتیں ناجائز ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 507، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** تعزیہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** ناجائز۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 510، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** اگر تعزیہ بنائے تو کس قدر گناہ ہے؟

**جواب:** بدعت کا جو گناہ ہے وہ ہے، گناہ کی ناپ تول دنیا میں نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 510، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** شہادت نامہ پڑھنا کیسا ہے اور اس میں اور تعزیہ دار میں فرق



احکام کیا ہے؟

**جواب:** ذکر شہادت شریف جبکہ روایات موضوعہ و کلمات ممنوعہ و نیت

نامشروعہ سے خالی ہو عین سعادت ہے، عند ذکر الصلحین تنزل الرحمة۔ صالحین کے ذکر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

(اتحاف السادة المتقين، ج 6، ص 350، دار الفکر، بیروت)

اس میں اور تعزیر داری میں فرق احکام ایک مقدمہ کی تمہید چاہتا ہے:

فاقول وبالله التوفيق (میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے توفیق حاصل ہوتی ہے) شے کے لئے ایک حقیقت ہوتی ہے اور کچھ امور زوائد کہ لوازم یا عوارض ہوتے ہیں، احکام شرعیہ شے پر بحسب وجود ہوتے ہیں مجرد اعتبار عقلی ناصالح وجود مطمح احکام شرع نہیں ہوتا کہ فقہ افعال مکلفین سے باعث ہے جو فعلیت میں آ نہیں سکتا موضوع سے خارج ہے تغیر اعتبار سے تغیر احکام وہیں ہو سکتا ہے جہاں وہ اعتبارات واقعہ مفارقة متعاقبہ ہوں کہ شے کبھی ایک کے ساتھ پائی جائے کبھی دوسرے کے، تو ہر دو انحائے وجود کے اعتبار سے مختلف حکم دیا جاسکتا ہے اور ایسی جگہ مقصود ہے کہ نفس شے کا حکم ان بعض احکام شے مع بعض الاعتبار سے جدا ہو مگر زوائد کہ لوازم الوجود ہوں ان کے حکم سے جدا کوئی حکم حقیقت کے لئے نہ ہوگا کہ لازم سے انفکاک محال ہے جب لوازم میں یہ حال ہے تو ارکان حقیقت کہ ماہیت کا تغیر اعتبار شے نہیں بلکہ تغیر ماہیت عرفیہ ہے مثلاً نماز عرف شرع میں مجموع ارکان مخصوصہ یہاں معلومہ کا نام ہے، اب اگر کوئی ان ارکان سے جدا بلکہ تبدیل ہیأت ہی کے ساتھ ایک صورت کا نام نماز رکھے جو قعود سے شروع اور قیام پر ختم ہو اور اس میں رکوع پر سجود مقدم، تو یہ حقیقت نماز ہی تبدیل ہوگی نہ کہ حقیقت حاصل، اور اعتبار

مبتدل، جب یہ مقدمہ مہمد ہولیا فرق احکام ظاہر ہو گیا شہادت نامہ پڑھنے کی حقیقت عرفیہ صرف اس قدر کہ ذکر شہادت شریف حضرات زیحانین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کے آگے پڑھا جائے، معاذ اللہ روایات کا موضوع و باطل یا ذکر کا تنقیص شان صحابہ پر مشتمل ہونا ہرگز نہ داخل حقیقت ہے نہ لازم وجود، ولہذا جو لوگ روایات صحیحہ معتبرہ تطیفہ مطہرہ مثل سر الشہادتین وغیرہ پڑھتے ہیں اسے بھی قطعاً شہادت ہی پڑھنا اور مجلس کو مجلس شہادت ہی کہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ امور نامشروعہ کہ عارض ہو گئے ہنوز عوارض ہی سمجھے جاتے ہیں اور عوارض قبیحہ سے نفس شئی مباح یا حسن قبیح نہیں ہو جاتی بلکہ وہ اپنی حد ذات میں اپنے حکم اصلی پر رہتی اور نہ ہی عوارض قبیحہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے جیسے ریشمیں کپڑے پہن کر نماز پڑھنا کہ نفس ذات نماز کو معاذ اللہ قبیح نہ کہیں گے بلکہ ان عوارض و زوائد کو تو شہادت ناموں میں ان عوارض کا لحوق بعینہ ایسا ہے جیسے آج کل بعض جہال ہندوستان نے مجلس میلاد مبارک میں روایات موضوعہ و قصص بے سرو پا بلکہ کلمات توہین ملائکہ و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پڑھنا اختیار کیا ہے، اس سے حقیقت مبتدل نہ ہوئی، نہ عوارض نے دائرہ عروض سے آگے قدم رکھا جو مجالس طیبہ ظاہرہ ہوتی ہیں انہیں بھی قطعاً مجالس میلاد مبارک ہی کہا جاتا ہے اور ہرگز کسی کو یہ گمان نہیں ہوتا کہ یہ کوئی دوسری شئی ہے جو ان مجالس سے حقیقت جدا گانہ رکھتی ہے، بخلاف تعزیر داری کہ اس کا آغاز اگرچہ یوں ہی سنا گیا ہے کہ سلطان تیمور نے از انجا کہ ہر سال حاضری روضہ مقدسہ حضور سید الشہداء شہزادہ گلگوں قبا علی ہمد (الکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو نخل امور سلطنت دیکھا تو بنظر شوق و تبرک تمثال روضہ مبارک بنوائی اور اس قدر میں کوئی حرج شرعی نہ تھا مگر یہ امر حقیقت متعارفہ سے وجوداً وعدماً بالکل بے علاقہ ہے اگر کوئی شخص روضہ انور مدینہ منورہ و کعبہ معظمہ کے

نقشوں کی طرح کاغذ پر تمثالِ روضہ حضرت سید الشہداء آئینہ میں لگا کر رکھے ہرگز نہ اسے تعزیہ کہیں گے نہ اس شخص کو تعزیہ دار، حالانکہ اتنا امر قطعاً موجود ہے اور یہ ہر سال نئی نئی تراش و خراش کی کچھی پتیاں، کسی میں براق، کسی میں پریاں، جوگی کو چے گشت کرائی جاتی ہیں، ہرگز تمثالِ روضہ مبارک حضرت سید الشہداء نہیں کہ تمثال ہوتی تو ایک طرح کی نہ کہ صد ہا مختلف، انہیں ضرور تعزیہ اور ان کے مرتکب کو تعزیہ دار کہا جاتا ہے تو بداہتہ ظاہر کہ حقیقت تعزیہ داری انہیں امور نامشروعہ کا نام ٹھہرا ہے نہ کہ نفس حقیقت عرفیہ وہی امر جائز ہو اور یہ نامشروعات امور زوائد و عوارض مفارقہ سمجھے جاتے ہوں۔

بالجملہ شہادت نامے کی حقیقت ہنوز وہی امر مباح و محمود ہے اور شائع زوائد و عوارض اگر ان سے خالی اور بیت نامحمود سے پاک ہر ضرور مباح ہے اور تعزیہ داری کی حقیقت ہی یہ امور ناجائزہ ہیں، ”اس قدر جائز ہے“ سے کوئی تعلق نہ رہا، نہ اس کے وجود سے موجود ہوتی ہے نہ اس کے عدم سے معدوم، تو یہ فی نفسہ ناجائز و حرام ہے۔ اس کی نظیر امم سابقہ میں آغاز اصنام ہے، و دوسو اوع و یغوث و یعوق و نسر صالحین تھے ان کے انتقال پر ان کی یاد کے لئے ان کی صورتیں تراشیں، بعد مرورِ زمان پچھلی نسلوں نے انہیں کو معبود سمجھ لیا تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان بتوں کی حالت اپنی انہیں ابتدائی حقیقت پر باقی تھی یہ شائع زوائد و عوارض خارجہ تھے، ولہذا شرائع الہیہ مطلقاً ان کے رد و انکار پر نازل ہوئیں، بخاری وغیرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راویت کرتے ہیں ((کانوا اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما هلكوا اوحى الطی الشیطن الی قومهم ان انصبوا الی مجالسہم الی کانوا یجلسون انصاباً وسموها باسمائهم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا هلك اولئك

ونسخ العلم بعدت)) ترجمہ: وہ سواغ وغیرہ قوم نوح علیہ السلام کے نیک لوگوں کے نام تھے جب وہ وفات پا گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ان کی مجلسوں میں جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے ان کے مجسمے بنا کر کھڑے کر دو اور ان کے اسماء کا ذکر کرو (یعنی انہیں یاد کرو) چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا مگر وہ ان کی عبادت میں مشغول نہیں ہوئے تا آنکہ وہ لوگ دنیا سے رخصت ہو گئے اور علم مٹ گیا اور پچھلے لوگ یعنی بعد میں آنے والی نسل حقیقت سے نا آشنا ہوتے ہوئے ان کی پوجا کرنے لگی۔

(صحیح بخاری، ج 2، ص 732، قدیمی کتب خانہ، لاہور)

فاکھی عبید اللہ بن عبید بن عمر سے راویت کرتے ہیں ((قال اول ما حدثت الأصنام علی عهد نوح وكانت الابناء تبر الآباء فمات رجل منهم فجزع علیہ ابنه فجعل لا یصبر عنه فاتخذ مثالا علی صورته فکلما اشتاق الیہ نظره ثم مات ففعل به کما فعل ثم تتابعوا علی ذلك فمات الآباء فقال الابناء ما اتخذ أبائنا هذه الا انها الهتهم فعبدوها)) ترجمہ: عبید اللہ ابن عبید نے کہا سب سے پہلے بت پرستی کا ظہور زمانہ نوح میں ہوا، اور بیٹے اپنے آباؤ سے حسن سلوک کیا کرتے تھے، پھر ان میں سے کوئی شخص مرجاتا تو اس کا بیٹا اس کے لئے بیقرار اور بے چین ہو جاتا اور صبر نہ کر سکتا اور اپنی تسکین کے لئے اس کی مورتی بنا لیتا اور جب اصل کو دیکھنے کا شوق ہوتا تو اس شبیہ کو دیکھ کر دل کو تسلی دے لیتا اور جب وہ مرجاتا تو اس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جاتا، عرصہ دراز تک لگاتار اور مسلسل یہ کام ہوتا رہا، اور جب پہلے باپ دادا مر گئے تو آنے والی اولاد کہنے لگی کہ یہ تو ہمارے پہلے باپ داداؤں کے معبود تھے پھر یہ ان کی عبادت کرنے لگے (پس اس طرح بت پرستی کا آغاز ہوا)۔

(فتح الباری، ج 10، ص 295، مصطفیٰ الدینی، مصر)

یہ فرق نفیس خواب یاد رکھنے کا ہے کہ اس سے غفلت کر کے وہابیہ اصل حقیقت

پر حکم عوارض لگاتے اور تعزیہ دار تبدیل حقیقت کو اختلاف عوارض ٹھہراتے اور دونوں سخت خطائے فاحش میں پڑ جاتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 517، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** ایک شخص کہتا ہے کہ یہ صورت وہ ہے جو براق اور خورِ جنت میں ہیں۔

**جواب:** اس شخص کا یہ محض افتراء ہے کہاں خور و براق اور کہاں یہ کاغذ بنی کی مورتیں جس سے کہیں زیادہ خوبصورت کسکروں کے یہاں روز بنتی ہیں، اور اگر ہو بھی تو خور و براق کی تصویریں بنانی کب حلال ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ملخصاً، ج 24، ص 525، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** ایک شخص کہتا ہے کہ تعزیہ اور مسجد میں کچھ فرق نہیں بلکہ کہتا ہے کہ مسجد میں کیا ہے وہ اینٹ گارا ہی تو ہے جو وہاں سجدے کرتے ہو اور تعزیہ میں ابرق کا کاغذ وغیرہ ہیں۔

**جواب:** یہ شخص صریح گمراہ و بد عقل و بد زبان ہے، مسجد کو کوئی سجدہ نہیں کرتا، نہ اس کی حقیقت اینٹ گارا ہے بلکہ وہ زمین کہ نماز و عبادت الہی بجالانے کے لئے تمام حقوق عباد سے جدا کر کے اللہ عزوجل کے حکم سے اس کی طرف تقرب کے واسطے خاص ملک الہی پر چھوڑی گئی اب وہ شعائر اللہ سے ہو گئی اور شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿وَمَنْ يَعظمْ شعائرَ اللَّهِ فإنها من تقوى القلوب﴾ ترجمہ: اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

(پ 17، سورۃ الحج، آیت 32)

اس مجموعہ بدعات کو اس سے کیا نسبت، مگر جہل مرکب سخت مرض ہے،

والعیاذ باللہ۔ (فتاویٰ رضویہ ملخصاً، ج 24، ص 525، رضافاؤنڈیشن، لاہور)



**سوال:** تعزیہ بنانا اور اس پر نذر نیاز کرنا، عرائض بامید حاجت براری

لٹکانا اور بہ نیت بدعت حسنہ اس کو داخل حسنات جاننا کیسا ہے؟ اور زید اگر ان باتوں کو جو دینی زماننا متعلق تعزیہ داری و علم داری کے ہیں موافق مذہب اہلسنت کے تصور کرے تو وہ کس قسم کے گناہ مرتکب ہوا اور اس پر شرع کی تعزیر کیا لازم آتی ہے، اور ان امور کے ارتکاب سے وہ شرک خفی یا جلی میں مبتلا ہے یا نہیں، اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں؟

**جواب:** افعال مذکورہ جس طرح عوام زمانہ میں رائج ہیں بدعت سیئہ

و ممنوع و ناجائز ہیں انہیں داخل ثواب جاننا اور موافق شریعت مذہب اہلسنت ماننا اس سے سخت تر و خطائے عقیدہ و جہل اشد ہے، شرعی تعزیر حاکم شرع سلطان کی رائے پر مفوض ہے با ایں ہمہ وہ شرک و کفر ہرگز نہیں، نہ اس بناء پر عورت نکاح سے باہر ہو، عرائض بامید حاجت براری لٹکانا محض بہ نیت توسل ہے جو اس کا جہل ہے کہ امور ممنوعہ لائق توسل نہیں ہوتے، باقی حاجت روا بالذات کوئی کلمہ گو حضرت امام غالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی نہیں جانتا کہ معاذ اللہ تعالیٰ شرک ہو، یہ وہابیہ کا جہل و ضلال

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 527، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

ہے۔

## فصل پنجم: نیاز و فاتحہ و ایصالِ ثواب

**سوال:** محرم میں حضرات شہداء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فاتحہ و نیاز کا کیا حکم

ہے؟

**جواب:** محرم میں شہداء کرام بالخصوص امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام

پر فاتحہ و نیاز دلانا مستحب اور بے شمار برکتیں حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ ایصالِ ثواب کا ایک طریقہ ہے اور ایصالِ ثواب احادیث سے ثابت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ((أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أُمِّي افْتَلَتَتْ نَفْسَهَا وَأَظْنَهَا لَوْ تَكَلَّمْتُ تَصَدَّقْتُ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ)) ترجمہ: ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: میری والدہ اچانک فوت ہو گئی ہیں اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کلام کرتیں تو صدقہ کرتیں، میں اگر ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انہیں اجر ملے گا؟ فرمایا: جی ہاں۔ (صحیح بخاری، موت الفجاء البغیۃ، ج 2، ص 102، دار طوق النجاة)

سنن ابوداؤد میں ہے ((عن صالح بن درهم يقول انطلقنا حاجين فاذا رجل فقال لنا الى جنبكم قرية يقال لها الابله قلنا نعم قال من يضمن لي منكم ان يصلي لي في مسجد العشار ركعتين او اربع ركعات ويقول هذه لابي هريرة)) ترجمہ: حضرت صالح بن درهم کہتے ہیں ہم حج کے ارادے سے جا رہے تھے کہ ایک آدمی سے ملاقات ہوئی اس نے ہم سے کہا تمہارے اطراف میں ایک بستی ہے جسے ابلہ کہتے ہیں ہم نے کہا جی ہاں فرمایا تم میں سے کون ضمانت دیتا ہے کہ میرے لئے مسجد عشار میں دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے اور کہے یہ نماز ابو ہریرہ کے لئے ہے۔ (ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب فی ذکر البصرة، جلد 04، صفحہ 113، بیروت)

حدیث پاک میں ہے ((عن سعد ابن عبادہ قال یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء فحفر بنرا و قال هذا لام سعد)) ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ سے روایت ہے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام سعد وفات پا گئیں تو اب کون سا صدقہ بہتر ہے۔ فرمایا پانی، لہذا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں کھدوایا اور فرمایا یہ کنواں ام سعد کا ہے۔

(ابوداؤد، کتاب الزکاة، باب فضل سقی الماء، جلد 02، صفحہ 130، حدیث نمبر 1681، بیروت)

صحیح مسلم میں ہے ((قال باسم اللہ اللہم تقبل من محمد و آل محمد و من أمة محمد ثم ضجی بہ)) ترجمہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لیا اور کہا کہ اے اللہ محمد، آل محمد اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی طرف سے قبول فرما، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کو ذبح کیا۔

(صحیح مسلم، ج 02، ص 156، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ((من قرأ الاخلاص احدى عشر مرة ثم وهب أجرها للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات)) ترجمہ: جو سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اموات مسلمین کو اس کا ثواب بخشے بعدد اموات اجر پائے۔

(کنز العمال، ج 15، ص 655، مؤسسة الرسالة، بیروت)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”ماہ محرم میں دس دنوں تک خصوصاً دسویں کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دیگر شہدائے کربلا کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں، کوئی شربت پر فاتحہ دلاتا ہے، کوئی شیر برنج (کھیر) پر، کوئی مٹھائی پر، کوئی روٹی گوشت پر، جس پر چاہو فاتحہ دلاؤ جائز ہے، ان کو جس طرح ایصالِ ثواب کرو مندوب (مستحب) ہے۔ بہت سے پانی اور شربت کی سمیل لگا دیتے ہیں، جاڑوں (سردیوں) میں چائے پلاتے ہیں، کوئی کھجڑا پکواتا ہے،

کوئی کارِ خیر کرو اور ثواب پہنچاؤ ہو سکتا ہے، ان سب کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔“

(بہار شریعت، حصہ 16، ص 644، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امام اہلسنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”روح پر فتوح ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصالِ ثواب بروجہ صواب عاشورہ اور ہر روز مستحب و مستحسن ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 500، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ”شیرینی تقسیم کرنا، کھانا کھلانا، فاتحہ دینا، نیاز دلانا اگرچہ تعین تاریخ کے ساتھ ہو جبکہ اس تعین کو واجب شرعی نہ سمجھے یہ باتیں شریعت میں جائز ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((من استطاع منکم ان ینفع اخاه فلینفعه)) ترجمہ جو کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانا چاہئے۔

(صحیح مسلم، ج 2، ص 224، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”جس کھانے کا ثواب حضراتِ امین (احسین کریمین) رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ قل و درود پڑھا جائے وہ کھانا تبرک ہو جاتا ہے اس کا کھانا بہت خوب ہے۔“

(فتاویٰ عزیزی (مترجم)، ص 189، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

امام بدرالدین محمود عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں خوبی ایصالِ ثواب پر اجماع امت نقل فرمایا ہے اور فرمایا اہلسنت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 503، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** تعزیہ کے اوپر نیاز چڑھانے کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** تعزیہ پر نیاز چڑھانا جہالت ہے۔ امام اہل سنت مجدد دین و ملت

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”فاتحہ جائز ہے روٹی شیرینی شربت جس چیز پر ہو، مگر تعزیہ پر رکھ کر یا اس کے سامنے ہونا جہالت ہے اور اس پر چڑھانے کے سبب تبرک سمجھنا حماقت ہے ہاں تعزیہ سے جدا جو خالص سچی نیت سے حضرات شہدائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نیاز ہو وہ ضرور تبرک ہے وہابی خبیث کہ اسے خبیث کہتا ہے خود خبیث ہے۔ تعزیہ داروں کے شربت میں بھی شرکت نہ کرے کہ تعزیہ میں شرکت سمجھی جائے گی بلکہ الگ شربت کرے اور آجکل کہ جاڑے کا موسم ہے شربت کی جگہ چائے ہونا چاہئے۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 498، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** بکر کہتا ہے کہ محرم میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کے سوا کسی اور کی نہیں ہو سکتی چاہے وہ نبی ہو یا ولی۔ نیز کہتا ہے کہ تخت اور تعزیہ وغیرہ کا کام اور خوشنمائی دیکھنے جائے تو کوئی نقصان نہیں ہے۔

**جواب:** محرم وغیرہ ہر وقت ہر زمانہ میں تمام انبیاء و اولیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ جائز ہے اگرچہ خاص عشرہ کے دن ہو۔ بکر غلط کہتا ہے اور شریعت مطہرہ پر افتراء کرتا ہے، جو کام ناجائز ہے اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جانا بھی گناہ ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 499، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”بعض جاہلوں میں مشہور ہے کہ محرم میں سوائے شہدائے کربلا کے دوسروں کی فاتحہ نہ دلائی جائے ان کا یہ خیال غلط ہے، جس طرح دوسرے دنوں میں سب کی فاتحہ ہو سکتی ہے، ان دنوں میں بھی ہو سکتی ہے۔“ (بہار شریعت، حصہ 16، ص 644، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

### پانی کی سبیل کا حکم

**سوال:** یوم عشرہ میں سبیل لگانا اور کھانا کھلانے اور لنگر لٹانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟



**جواب:** پانی یا شربت کی سبیل لگانا جبکہ بہ نیت محمود اور خالصاً لوجہ اللہ ثواب

رسانی ارواح طیبہ ائمہ اطہار مقصود ہو بلاشبہ بہتر و مستحب و کار ثواب ہے، حدیث میں

ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((اذا كثرت ذنوبك فاسق الماء على

الماء تتناثر كما يتناثر الورق من الشجر في الريح العاصف)) ترجمہ: جب

تیرے گناہ زیادہ ہو جائیں تو پانی پر پانی پلا، گناہ جھڑ جائیں گے جیسے آندھی میں پیڑ

(ورخت) کے پتے۔ (تاریخ بغداد، ج 6، ص 403، اذکار کتاب العبر، بیروت)

اسی طرح کھانا کھانا لنگر باٹنا بھی مندوب (مستحب) و باعث اجر ہے،

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((ان الله عز وجل يباهي

ملكه بالذين يطعمون الطعام من عباده)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے اُن بندوں

سے جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں فرشتوں کے ساتھ مباہات فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کیا

اچھا کام کر رہے ہیں۔ (الترغیب والترہیب، ج 2، ص 68، مصطفى البابی، مصر)

مگر لنگر لٹانا جسے کہتے ہیں کہ لوگ چھتوں پر بیٹھ کر روٹیاں پھینکتے ہیں، کچھ

ہاتھوں میں جاتی ہیں کچھ زمین پر گرتی ہیں، کچھ پاؤں کے نیچے ہیں، کہ یہ منع ہے کہ

اس میں رزق الہی کی بے تعظیمی ہے، بہت علماء نے تو روپوں پیسوں کا لٹانا جس طرح

دلہن دولہا کی نچھاور میں معمول ہے منع فرمایا کہ روپے پیسے کو اللہ عزوجل نے خلق کی

حاجت روائی کے لئے بنایا ہے تو اسے پھینکنا نہ چاہئے، روٹی کا پھینکنا تو سخت بیہودہ

ہے، بزاز یہ کتاب الکراہیۃ، النوع الرابع فی الہدیۃ والمیراث میں ہے "هل یباح

نشر الدراهم قیل لا وقیل لا یباح بہ و علی هذا الدنانیر والفلوس وقد یستدل

من کرہ بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((الدراهم والدنانیر خاتمان من خواتیم

اللہ تعالیٰ فمن ذهب بخاتم من خواتیم اللہ تعالیٰ قضیت حاجتہ)) ترجمہ: کیا

دراہم لٹانا مباح ہے، بعض نے کہا مباح نہیں اور بعض نے کہا کوئی حرج نہیں ہے، اسی حکم میں دنانیر اور پیسے ہیں، ناپسند کہنے والوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کہ ”دراہم و دنانیر اللہ تعالیٰ کی مہروں سے مہریں ہیں تو جس نے کوئی مہر پائی اس نے اللہ تعالیٰ کی مہر سے حاجت پائی“ سے استدلال کیا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 520، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ بدرالکثریۃ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”تعزیوں اور علم کے ساتھ بعض لوگ لنگر لٹاتے ہیں یعنی روٹیاں یا بسکٹ یا اور کوئی چیز اونچی جگہ سے پھینکتے ہیں یہ ناجائز ہے کہ رزق کی سخت بے حرمتی ہوتی ہے یہ چیزیں کبھی نالیوں میں بھی گرتی ہیں اور اکثر لوٹنے والوں کے پاؤں کے نیچے بھی آتی ہیں اور بہت کچھ کچل کر ضائع ہوتی ہے، اگر یہ چیزیں انسانیت کے طریق پر فقراء کو تقسیم کی جائیں تو بے حرمتی بھی نہ ہو اور جن کو دیا جائے انہیں فائدہ بھی پہنچے، مگر وہ لوگ اس طرح لٹانے ہی کو اپنی نیک نامی تصور کرتے ہیں۔“

(بہار شریعت، حصہ 16، ص 647، مکتبۃ المدنیہ، کراچی)

**سوال:** ایک شخص کہتا ہے کہ میں تعزیہ کا چڑھا ہوا نہیں کھاتا ہوں حضرت امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی نیاز کا کھاتا ہوں۔

**جواب:** اچھی بات کہتا ہے واقعی حضرت امام کے نام کی نیاز کھانی چاہئے اور تعزیہ کا چڑھا ہوا کھانا نہ چاہئے، اگر اس کے قول کا یہ مطلب ہے کہ وہ تعزیہ کا چڑھا ہوا اس نیت سے نہیں کھاتا کہ وہ تعزیہ کا چڑھا ہوا ہے بلکہ اس نیت سے کھاتا ہے کہ وہ امام کی نیاز ہے تو یہ غلط اور بیہودہ ہے، تعزیہ پر چڑھانے سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز نہیں ہو جاتی، اور اگر نیاز دے کر چڑھائیں یا چڑھا کر نیاز دلائیں تو اس کے کھانے سے احتراز چاہئے اور وہ نیت کا تفرقہ اس کے مفسدہ کو دفع نہ کرے گا،

مفسدہ اس میں ہے کہ اس کے کھانے سے جاہلوں کی نظر میں ایک امر ناجائز کی وقعت بڑھانی یا کم از کم اپنے آپ کو اس کے اعتقاد سے متہم کرتا ہے، اور دونوں باتیں شنیع و مذموم ہیں لہذا اس کے کھانے پینے سے احتراز (بچنا) چاہئے۔

(فتاویٰ رضویہ، ملخصاً، ج 24، ص 524، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** ایک شخص کہتا ہے کہ عشرہ محرم الحرام میں جو کچھ کھانے پینے وغیرہ

میں ہوتا ہے دس روز تک تعزیہ کا چڑھا ہوتا ہے۔

**جواب:** اس شخص نے نیاز اور تعزیہ کے چڑھاوے میں فرق نہ کیا، یہ غلط ہے چڑھونا وہی ہے جو تعزیہ پر یا اس کے پاس لے جا کر سب کے سامنے نذر تعزیہ کی نیت سے رکھا جائے باقی سب کھانے شربت وغیرہ کہ عشرہ محرم میں بہ نیت ایصال ثواب ہوں وہ چڑھاوا نہیں ہو سکتے۔ (فتاویٰ رضویہ، ملخصاً، ج 24، ص 524، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

### فاتحہ کا طریقہ

**سوال:** فاتحہ کا طریقہ بیان فرمادیں؟

**جواب:** فاتحہ ایصال ثواب کا نام ہے جو کچھ قرآن مجید و درود شریف سے

ہو سکے پڑھ کر ثواب نذر کرے۔ اور ہمارے خاندان کا معمول یہ ہے کہ سات بار درود غوثیہ، پھر ایک ایک بار الحمد شریف و آیۃ الکرسی، پھر سات بار سورۃ اخلاص، پھر تین بار درود غوثیہ۔ درود غوثیہ یہ ہے ”اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد معدن الجود و الکریم و علی آلہ و بارک وسلم“ اور فقیر اتنا زائد کرتا ہے ”و علی آلہ الکریم و ابنہ الکریم و امتہ الکریمہ و بارک وسلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 746، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## فصل ششم: محافل ذکر شہادت

**سوال:** محرم کے مہینے میں شہداء کربلا کی یاد میں محافل قائم کرنا کیسا ہے؟

**جواب:** نفس ذکر شریف کی مجلس جس میں ان کے فضائل و مناقب

احادیث و روایات صحیحہ و معتبرہ سے بیان کئے جائیں اور غم پروری نہ ہو مستحسن (اچھا) ہے اور مرثیے حرام خصوصاً رافضیوں کے کہ تیرائے ملعونہ (صحابہ کرام کو برا کہنے) سے کمتر خالی ہوتے ہیں اہلسنت کو ایسی مجالس میں شرکت حرام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 500، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”عشرہ محرم میں مجلس

منعقد کرنا اور واقعات کربلا بیان کرنا جائز ہے جبکہ روایات صحیحہ بیان کی جائیں، ان

واقعات میں صبر و تحمل رضا و تسلیم کا بہت مکمل درس ہے اور پابندی احکام شریعت و اتباع

سنت کا زبردست عملی ثبوت ہے کہ دین حق کی حفاظت میں تمام اعزہ و اقربا و رفقا اور

خود اپنے کوراہ خدا میں قربان کیا اور جزع و فزع کا نام بھی نہ آنے دیا، مگر اس مجلس میں

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی ذکر خیر ہو جانا چاہیے تاکہ اہل سنت اور شیعوں کی

مجالس میں فرق و امتیاز رہے۔“ (بہار شریعت، حصہ 16، ص 646، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

**سوال:** محرم الحرام میں ذکر اہلبیت اور ذکر شہادت کرنا کیسا اور کس طرح

کرنا چاہیے؟

**جواب:** حضرات کرام کے فضائل و مناقب و مراتب و مناصب روایات

صحیحہ معتبرہ سے بیان کرنا سنانا عین ثواب و سعادت ہے اور ذکر شہادت شریف بھی

جبکہ مقصود ان کی اس فضیلت اور ان کے صبر و استقامت کا بیان ہو مگر غم پروری کا شرع

شریف میں حکم نہیں، نہ غم و ماتم کی مجلس بنانے کی اجازت، نہ ایسی باتیں کہی جائیں

جس میں ان کی بے قدری یا توہین نکلتی ہو، ماہ ربیع الاول شریف میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا مہینہ ہے اور وہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کا مہینہ، پھر ائمہ و علمائے کمالین اسے ولادت اقدس کی عید بنایا وفات شریف کا ماتم نہ بنایا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 738، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** روافض کے طریقے پر ذکر شہادت کرنا کہ جس میں روایات

موضوعہ ہوں اور رونا پیٹنا پایا جائے، کیسا ہے؟ اسی طرح صرف امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے فضائل بیان کرنا اور خلفاء راشدین کے فضائل بیان نہ کرنا کیسا ہے؟

**جواب:** افضل اذکار ذکر الہی عزوجل ہے اور ذکر الہی میں سب سے افضل

نماز، اگر نماز بھی بطور روافض پڑھی جائے گی ناجائز و ممنوع ہے نہ کہ اور اذکار مجالس محرم شریف میں ذکر شہادت شریف جس طرح عوام میں رائج ہے جس سے تجدید حزن و نوحہ باطلہ مقصود اور اکاذیب و موضوعات سے تلویت موجود خود حرام ہے۔ صواعق محرقہ پھر ماثبات بالستہ میں ہے "ایاہ ثم ایاه ان یشغلہ ببدع الرافضۃ من الندب والنیاحۃ والحزن اذلیس ذلک من اخلاق المومنین" ترجمہ: رافضیوں کی بدعات مثلاً رونا پیٹنا، گریہ و زاری کرنا اور سوگ منانا وغیرہ میں مشغول ہونے سے بچو اس لئے یہ کام مومنوں کی عادات و اخلاق میں سے نہیں۔

(الصواعق المحرقہ، ص 183، مکتبہ مجیدیہ، ملتان)

ہاں ذکر فضائل شریف حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم بوجہ جائز روایات صحیحہ معتمدہ معتبرہ سے ضرور نور عین نور ہے مگر صرف اسی پر اقتصار اور ذکر خلفاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دامن کشی خصوصاً لکھنؤ جیسے محل حاجت میں کہ کوفہ ہند سے ضرور قابل اعتراض و احتراز ہے۔



کتاب العون پھر شرح نقایہ علامہ قہستانی اواخر کتاب الکراہیۃ میں ہے:

”لو اراد ذکر مقتل الحسين ينبغي ان يذكر اولاً مقتل سائر الصحابة لئلا يشابه الروافض “ترجمہ: اگر کوئی واعظ شہادت حسین علیہ السلام کو بیان کرنا چاہے تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے باقی صحابہ کرام کی شہادت کے واقعات لوگوں کو سنائے تاکہ روافض سے مشابہت نہ ہو کیونکہ وہ صرف شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اکتفا کرتے جبکہ اہل سنت صحابہ اور اہلبیت دونوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(جامع الرموز شرح نقایہ للقہستانی، ج 3، ص 323، مکتبہ اسلامیہ قاسوس، ایران) ☆ (فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 739 تا 741، موضحاً فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان بیٹوں جن کے نام ابو بکر، عمر اور عثمان ہیں کا ذکر شہادت میں تذکرہ اس وجہ سے نہ کرنا کہ ان کے نام خلفائے راشدین کے نام پر ہیں کیسا ہے؟

**جواب:** ذکر شہادت میں حضرت ابو بکر و عمر و عثمان اولاد امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر اس لئے ترک کرنا کہ ان کے اسماء حضرات عالیہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے نام پاک پر ہیں، صریح رفض و اوہام زمانہ روافض خذلہم اللہ کا اتباع ہے کہ کسی کے باعث اسم سے عداوت ہاتھ باندھ لیتے ہیں اگرچہ وہ نام کسی محبوب کا ہو ﴿قاتلہم اللہ انی یوفکون﴾ ترجمہ: اللہ تعالیٰ انہیں مارے کہ وہ کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ (ب 10، سورۃ التوبہ، آیت 30)

اسی لئے یہ بے پیرے دوشنبہ کو پیر کہنے سے احتراز کرتے ہیں، مسجد کے تین در نہ بنائیں گے کہ خلفائے ثلاثہ کا عدد ہے ایسے ہی اوہام پر تو امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”الشیعة نساء هذه الامّة“ ترجمہ: رافضی اس امت کی مادہ ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 741، موضحاً فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** اگر شیرینی تقسیم کے بعد بیچ جائے تو کیا کرے؟

**جواب:** تقسیم کے بعد شیرینی بیچ رہے تو وہ اس کا مال ہے جو چاہے کرے

اور بہتر یہ ہے کہ اسے بھی عزیزوں قریبوں، ہمسایوں دوستوں مسکینوں پر بانٹ دے کہ جتنی چیز اللہ عزوجل کے لئے نکالی اس میں سے کچھ بچا لینا مناسب نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 743، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** بعض جگہ رواج ہوتا ہے کہ مردوں کو دو حصے اور چھوٹے لڑکوں کو

ایک حصہ دیا جاتا ہے، ایسا کرنا کیسا ہے؟

**جواب:** حسب رواج مردوں کو دو حصے لڑکوں کو ایک دینے میں حرج نہیں

کہ بوجہ رواج کسی کو ناگوار نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 743، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** چھوٹے تانے سے مٹھی بھر دیئے جاتے ہیں کسی کو کم کسی کو زیادہ پہنچتے

ہیں اس میں کچھ حرج ہے یا نہیں؟

**جواب:** مٹھی سے کم بیش پہنچنے میں بھی حرج نہیں مگر اتنی کمی نہ ہو کہ اسے

ناگوار گزرے اس کی ذلت سمجھی جائے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 743، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** اگر بتا سے ختم ہو گئے اور کچھ آدمی رہ گئے تو کچھ حرج ہوا یا نہیں؟

**جواب:** کچھ آدمی رہ گئے تو اگر ہو سکے تو اور منگا کر ان کو بھی دے انکار

کر دینا مناسب نہیں اور نہ ہو سکے تو ان سے معذرت کر لے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 743، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** مجلس ذکر شہادت جائز یا ناجائز؟

**جواب:** مجلس ذکر شہادت اگر روایات باطلہ سے ہو تو مطلقاً ناروا، اور

روایات صحیحہ سے ہو تو اگر تجدید غم و جلب بکاء مقصود ہے بیشک نا محمود ہے اور اگر

ذکر فضائل محبوبان خدا، مراد ہے تو مورد رحمت جواد ہے۔ (( وانما الاعماد بالنیات وانما لكل امرئ ما نوى )) ترجمہ: کاموں کا مدار ارادوں پر ہے اور ہر آدمی وہی پائے گا جس کا اس نے ارادہ کیا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 746، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

### کیا حسنین کریمین کا ذکر صحابہ کے بعد ہونا چاہیے

**سوال:** کیا یہ بات کتب میں ہے کہ حضرات حسنین کا ذکر حضرات صحابہ

کے بعد ہو؟

**جواب:** کتابوں میں ہے کہ ذکر حضرات حسنین بعد ذکر حضرات صحابہ

عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہو۔ اس سے مطلب یہ نہیں کہ ان کا ذکر کریم بے ذکر صحابہ ناجائز ہے۔ وہ ہر ایک مستقل عبادت ہے (اس کا مطلب یہ ہے) کہ ترک ذکر صحابہ عظام بالقصد جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 747، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** اگر مجلس کہ جس میں ذکر شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہو اور واقعات صحیح ذکر کئے جائیں اور وہ ماہ محرم میں ہو علاوہ ازیں اپنے دوستوں اور سامعین کو کچھ از قسم شیرینی ختم مجلس پر تقسیم کی جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟

**جواب:** جبکہ روایات صحیحہ بروجہ صحیحہ بیان کی جائیں اور غم پروری وغیرہ

ممنوعات شرعیہ نہ ہوں تو ذکر شریف باعث نزول رحمت الہی ہے اور تقسیم شیرینی ایک

سلوک حسن۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 755، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ رافضیوں کی مجلس میں

مسلمانوں کا جانا اور مرثیہ سننا، ان کی نیاز کی چیز کا لینا خصوصاً آٹھویں محرم کو جبکہ ان

کے یہاں حاضری ہوتی ہے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** جانا اور مرثیہ سننا حرام ہے ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے، ان کی

نیاز نہیں، اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی، کم از کم ان کے ناپاک قلتین کا پانی ضرور ہوتا ہے، اور وہ حاضری سخت ملعون ہے اور اس میں شرکت موجب لعنت۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 756، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کی مجلس میں شرکت کرنا کیسا

ہے؟ جو لوگ اس سے منع کریں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

**جواب:** مجلس مبارک اور نیاز شریف کے منکرات شرعیہ سے خالی ہیں سب

خوب و مستحسن ہیں اور ان میں شرکت باعث ثواب اور ان کا کھانا بھی جائز، اور جو ان کو بلاوجہ شرعی منع کرے باطل پر ہے یہ وہابیہ کا کام ہے لیکن رافضی کے یہاں کی مجالس میں شرکت جائز نہیں، نہ اس کے یہاں کھانا کھایا جائے، اس سے میل جول ہی جائز نہیں اور اگر اس کے یہاں کھانے میں گوشت ہے جب تو وہ قطعی حرام و مردار ہے مگر یہ کہ ذبح ہونا اور پکنا اور اس کے سامنے لانا سب مسلمانوں کے زیر نظر ہوا ہو کسی وقت مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہوا ہو۔ روافض کے یہاں شرکت جو لوگ منع کرتے ہیں حق پر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 756، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** جو مسلمان شی مذہب حنفی کا پابند ہو وہ شعیوں کی مجلسوں میں

شرکت کرے اور ان کے جلوس کا انتظام (مثل تاشہ، ڈھول، روشنی، جلوس گھوڑی کا جس کو دلدل تابوت کہتے ہیں) کرنے اور اس شرکت کو مذہب حنفی کی رو سے جائز سمجھے بالخصوص ایسی مجالس میں شرکت کرنا کہ جس میں روایات خلاف مذہب حنفی پڑھی جاتی ہیں وہ کیسا ہے؟

**جواب:** مجالس روافض اور ان خرافات میں شرکت حرام ہے اور اس کے

جائز سمجھنے پر سخت حکم ہے اگر ان مجالس میں مذہب اہلسنت پر حملہ ہوتا ہو تو ان میں

شرکت پر راضی نہ ہوگا مگر گمراہ۔ (فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 757، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** زید کہتا ہے کہ مجلس میلاد شریف میں حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ

عنہما کا ذکر درست نہیں؟

**جواب:** مجلس میلاد مبارک مجلس فرحت و سرور ہے اس میں علماء کرام نے

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف کا تذکرہ بھی پسند نہ فرمایا، اور

ذکر شہادت جس طور پر رائج ہے وہ ضرور طریقہ غم پروری ہے۔ رہا حضرات امامین رضی

اللہ تعالیٰ عنہما کے فضائل و مناقب صحیحہ معتبرہ کا ذکر، وہ نور ایمان و راحت جان ہے۔ اس

سے کسی وقت ممانعت نہیں ہو سکتی جبکہ وجہ صحیح پر بقصد صحیح ہو۔ یہ شرط نہ صرف اس میں

بلکہ ہر عمل صالح میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 747، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ رضویہ میں ایک اور مقام پر ہے ”علمائے کرام نے مجلس میلاد شریف

میں ذکر شہادت سے منع فرمایا ہے کہ وہ مجلس سرور ہے ذکر حزن اس میں مناسب نہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 23، ص 751، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سوال:** مجالس میلاد شریف میں شہادت نامہ کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** امام اہل سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس

طرح کے سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ”شہادت نامے نثر یا نظم جو

آج کل عوام میں رائج ہیں اکثر روایات باطلہ و بے سرو پا سے مملو (بھرے ہوئے) اور

اکاذیب موضوعہ پر مشتمل ہیں، ایسے بیان کا پڑھنا سنا وہ شہادت ہو خواہ کچھ، اور مجلس

میلاد مبارک میں ہو خواہ کہیں اور، مطلقاً حرام و ناجائز ہے، خصوصاً جبکہ وہ بیان ایسی

خرافات کو متضمن ہو جن سے عوام کے عقائد میں تزلزل واقع ہو کہ پھر تو اور بھی زیادہ

زہر قاتل ہے، ایسے ہی وجوہ نظر فرما کر امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ (رحمۃ اللہ علیہ)

وغیرہ ائمہ کرام نے حکم فرمایا کہ شہادت نامہ پڑھنا حرام ہے۔ علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ



اللہ کی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں "قال الغزالی وغيره يحرمه على الواعظ وغيره رواية مقتل الحسين والحسين وحكايتہ" ترجمہ: امام غزالی وغیرہ نے فرمایا کہ واعظ کے لئے حرام ہے کہ وہ شہادت حسین کریمین اور اس کے بے سرو پا واقعات لوگوں کو سنائے۔  
(الصواعق المحرقة، ص 223، مکتبہ مجیدیہ، ملتان)

یونہی جبکہ اس سے مقصود غم پروری و تصنع و حزن ہو تو یہ نیت بھی شرعاً ناجحود، شرع مطہر نے غم میں صبر و تسلیم اور غم موجود کو حتی المقدور دل سے دور کرنے کا حکم دیا ہے نہ کہ غم معدوم بتکلف و زور لانا نہ کہ بتصنع و زور بنانا، نہ کہ اسے باعث قرب و ثواب ٹھہرانا، یہ سب بدعات شنیعہ روافض ہیں جن سے سنی کو احترام لازم ہے۔

حاشا للہ اس میں کوئی خوبی ہوتی تو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات اقدس کی غم پروری سب سے زیادہ اہم و ضروری ہوتی، دیکھو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ماہ ولادت و ماہ وفات وہی ماہ مبارک ربیع الاول شریف ہے پھر علمائے امت و حامیان سنت نے اسے ماتم و فاقبت نہ ٹھہرایا بلکہ موسم شادی و ولادت اقدس بنایا، امام ممدوح کتاب موصوف میں فرماتے ہیں "ایاہ ثم ایاہ ان یشغلہ (ای یوم عاشوراء) ببدع الرافضة ونحوهم من التذب والنياحة والحزن اذ ليس ذلك من اخلاق المؤمنين والا لكان يوم وفاته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اولیٰ بذلك واحبری" ترجمہ: بچے اور پرہیز کرے اس بات سے کہ کہیں یوم عاشورہ میں روافض اور ان جیسے لوگوں کی بدعات میں نہ مشغول ہو جائے جو روٹا پیٹنا اور غم کرنا ہوتا ہے کیونکہ ہ امور مومنوں کے اخلاق سے نہیں ورنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یوم وصال ان چیزوں کا زیادہ حق رکھتا ہے اھ (یعنی اگر رونے پینے اور دکھ غم کے مظاہروں کی گنجائش اور اجازت ہوتی تو سب سے زیادہ یہ چیزیں آپ کے یوم وصال پر عمل میں

آئیں اور دیکھی جاتیں۔ (الصواعق المحرقة، ص 183، مکتبہ مجیدیہ، ملتان)

عوام مجلس خواں اگرچہ بالفرض صرف روایات صحیحہ بروجہ صحیح پڑھیں بھی تاہم جوان کے حال سے آگاہ ہے خوب جانتا ہے کہ ذکر شہادت شریف پڑھنے سے ان کا مطلب یہی بہ تصنع روتا بہ تکلف رلانا اور اس رونے رلانے سے رنگ جمانا ہے اس کی شاعت میں کیا شبہ ہے۔

ہاں اگر بہ نیت ذکر شریف حضرات اہلبیت طہارت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیٰ سیدہ وعلیہم دبارک وعلیہم ان کے فضائل جلیلہ و مناقب جمیلہ روایات صحیحہ سے بروجہ صحیح بیان کرتے اور اس کے ضمن میں ان کے فضل جلیلہ صبر جمیل کے اظہار کو ذکر شہادت بھی آجاتا اور غم پروری و ماتم انگیزی کے انداز سے کامل احتراز ہوتا تو اس میں حزن نہیں تھا مگر ہیبت ان کے اطوار ان کی عادات اس نیت خیر سے یکسر جدا ہیں، ذکر فضائل شریف مقصود ہوتا تو کیا ان محبوبان خدا کی فضیلت صرف یہی شہادت تھی، بے شمار مناقب عظیم اللہ عزوجل نے انہیں عطا فرمائے۔

انہیں چھوڑ کر اسی کو اختیار کرنا اور اس میں طرح طرح سے بالفاظ رقت خیر و نوحہ نما و معانی حزن انگیز و غم افزا بیان کو دستیں دینا انہیں مقاصد فاسدہ کی خبریں دے رہا ہے، غرض عوام کے لئے اس میں کوئی وجہ سالم نظر آنا سخت دشوار ہے پھر مجلس ملائک مانس میلاد اقدس تو عظیم شادی و خوشی و عید اکبر کی مجلس ہیں اذکار غم و ماتم اس کے مناسب نہیں، فقیر اس میں ذکر وفات والا بھی جیسا کہ بعض عوام میں رائج ہے پسند نہیں کرتا حالانکہ حضور کی حیات بھی ہمارے لئے خیر اور حضور کی وفات بھی ہمارے لئے خیر، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس تحریر کے بعد علامہ محدث سیدی محمد طاہر فتنی ندوی بر (الترغیب) کی تصریح نظر فقیر سے گزری انہوں نے بھی اس رائے فقیر کی موافقت فرمائی

والحمد لله رب العلمین، آخر کتاب مستطاب مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں  
 ”شہر السرور والیہجۃ مظهر منبع الانوار والرحمة شہر ربیع الاول، فانہ  
 شہر امرنا باظهار الحبور فیہ کل عام، فلانکدرہ باسم الوفاء، فانہ یشبہ  
 تجدید الماتم، وقد نصوا علی کراہیتہ کل عام فی سیدنا الحسین مع انہ  
 لیس لہ اصل فی امہات البلاد الاسلامیۃ، وقد تحاشوا عن اسمہ فی  
 اعراس الاولیاء فکیف فی سید الاصفیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ ترجمہ: یعنی ماہ  
 مبارک ربیع الاول خوشی و شادمانی کا مہینہ ہے اور سرچشمہ انوار رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم کا زمانہ ظہور ہے، ہمیں حکم ہے کہ ہر سال اس میں خوشی کریں، تو اسے وفات کے  
 نام سے مندر نہ کریں گے کہ یہ تجدید ماتم کے مشابہ ہے، اور بیشک علماء نے تصریح کی کہ  
 ہر سال جو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماتم کیا جاتا ہے شرعاً مکروہ ہے، اور خاص  
 اسلامی شہروں میں اس کی کچھ بنیاد نہیں، اولیائے کرام کے عرسوں میں نام ماتم سے  
 احتراز کرتے ہیں تو حضور پر نور سید الاصفیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاملہ میں اسے  
 کیونکر پسند کر سکتے ہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 514، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

## باب سوم: فضائل و مناقب

### فصل اول: فضائل صحابہ کرام علیہم السلام

#### صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((اللّٰهُ اللّٰهُ فِيْ اَصْحَابِيْ، لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غُرَضًا بَعْدِيْ، فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ، وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِاِبْغَضِيْ اَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِيْ، وَمَنْ آذَانِيْ فَقَدْ آذَى اللّٰهَ، وَمَنْ آذَى اللّٰهَ فَيُوشِكُ اَنْ يَّأْخُذَهُ)) ترجمہ: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد ان کو (اعتراضات کا) نشانہ نہ بنانا، پس جس نے ان سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا، جس نے انہیں ایذا دی تو بے شک اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی تو اس نے اللہ کو ایذا دی، اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی عنقریب اللہ تعالیٰ اس کی پکڑ فرمائے گا۔

(جامع الترمذی، باب فیمن سب اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 6، ص 179، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

### قائد اور نور

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((مَا مِنْ اَحَدٍ مِنْ اَصْحَابِيْ يَمُوْتُ بِاَرْضٍ اِلَّا يُعْطَى قَائِدًا وَنُورًا لَّهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ترجمہ: میرا کوئی بھی صحابی جہاں بھی فوت ہوگا تو قیامت کے دن لوگوں کے لیے قائد اور نور بن کر اٹھے گا۔

(جامع الترمذی، باب فیمن سب اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 6، ص 180،

## تمہارے شریپر اللہ کی لعنت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا: لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى شَرِّكُمْ)) ترجمہ: جب میرے صحابہ پر سب و شتم کرنے والوں کو دیکھو تو کہو: تمہارے شریپر اللہ کی لعنت ہے۔ (جامع الترمذی، ج 6، ص 180، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## بہترین لوگ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ)) ترجمہ: لوگوں میں سب سے بہتر میرے زمانے والے ہیں پھر جو ان سے ملے ہوئے ہیں پھر جو ان سے ملے ہوئے ہیں۔

(صحیح بخاری، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 5، ص 2، دار الطوق النجاة)

## صحابہ باعث امن

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((النُّجُومُ أَمَنَةُ السَّمَاءِ، فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءَ مَا تُوَعَّدُ وَأَنَا أَمَنَةُ لِأَصْحَابِي، فَإِذَا أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ، وَأَصْحَابِي أَمَنَةُ لِأُمَّتِي، فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ)) ترجمہ: ستارے آسمان کے لیے باعث امن ہیں، جب ستارے چلے جائیں گے تو آسمان پر وہ چیز آئے گی جس کا وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت آجائے گی)، میں صحابہ کے لیے باعث امن ہوں، جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر وہ شے آئے گی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور میرے صحابہ میری امت کے لیے باعث امن ہیں، جب میرے صحابہ



رخصت ہو جائیں گے تو میری امت پر وہ شے آئے گی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے

(صحیح ابن حبان، باب فضل الصحابہ والتابعین، ج 16، ص 234، مؤسسة الرسالة، بیروت)

### فتح کا سبب

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((اَتَبَى عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُو فَنَامُ مِنَ النَّاسِ، فَيَقُولُونَ: فِيكُمْ مَنْ صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ، ثُمَّ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُو فَنَامُ مِنَ النَّاسِ، فَيُقَالُ: هَلْ فِيكُمْ مَنْ صَاحِبَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ، ثُمَّ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُو فَنَامُ مِنَ النَّاسِ، فَيُقَالُ: هَلْ فِيكُمْ مَنْ صَاحِبَ أَصْحَابِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ)) ترجمہ: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگوں کا ایک لشکر جنگ کرے گا تو لوگ کہیں گے کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہو، کہیں گے: جی ہاں، تو انہیں فتح دی جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگوں کا ایک لشکر جنگ کرے گا تو ان سے کہا جائے گا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جس نے صحابہ کی صحبت پائی ہو، لوگ کہیں گے: جی ہاں، تو انہیں فتح دی جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگوں کا ایک لشکر جنگ کرے گا تو ان سے کہا جائے گا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جس نے صحابہ کی صحبت پانے والے کی صحبت پائی ہو، لوگ کہیں گے: جی ہاں، تو انہیں فتح دی جائے گی۔

(صحیح بخاری، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 5، ص 2، دار اطوق النحاة)

## فصل دوم: فضائل اہلبیت علیہم الرضو

### اپنی قرابت سے بڑھ کر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي)) ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے نیک سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت والوں سے صلہ رحم کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

(صحیح بخاری، باب مناقب قرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ج 5، ص 20، دار طوق النجاة)

### ہرگز گمراہ نہ ہو گے

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا: كِتَابَ اللَّهِ وَعِترتي اهل بيتي)) ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے حج کے موقع پر عرفہ کے روز اپنی اونٹنی قصواء پر سوار خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا پس میں نے سنا آپ فرما رہے تھے: اے لوگو میں تم میں وہ چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم انہیں تھامے رکھو تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے (وہ چیزیں یہ ہیں) اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور میری عترت یعنی اہل بیت۔

(جامع ترمذی، باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 6، ص 131، دار الغرب

الاسلامی، بیروت)

### اہل بیت سے محبت کرو

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَمَنْ نَعَىٰ عَنْهُ اللَّهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ مِنْ نِعَمِهِ وَأُحِبُّونِي بِحُبِّ اللَّهِ  
وَأُحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي بِحُبِّي)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں عطا  
فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے سبب مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے سبب  
میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

(جامع ترمذی، باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 6، ص 134، دار الغرب  
الاسلامی، بیروت)

## جنگ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيِّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ: أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ  
حَارِبْتُمْ، وَسَلَامٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت  
علی، حضرت فاطمہ اور حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم (جمعین) سے ارشاد فرمایا: میری ان  
سے صلح ہے جن سے تم نے صلح کی اور میری ان سے جنگ ہے جن سے تم نے جنگ  
کی۔

(جامع ترمذی، باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 6، ص 182، دار الغرب  
الاسلامی، بیروت)

## نایاکی دور

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ((خَرَجَ النَّبِيُّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مَرْحَلٌ، مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ، فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ  
فَادْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَادْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ  
عَلِيٌّ فَادْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ: «إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ  
وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا»)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت اس

حال میں نکلے کہ آپ نے چادر اوڑھ لی ہوئی تھی جس پر سیاہ رنگ سے کجاووں کے نقوش بنے ہوئے تھے، پس حضرت حسن بن علی آئے اور اس میں داخل ہو گئے پھر حسین آئے اور اس میں داخل ہو گئے، پھر فاطمہ الزہراء آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اس میں داخل کر لیا، پھر علی المرتضیٰ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اس میں داخل کر لیا اور پھر قرآن عظیم کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ”اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔“

(صحیح مسلم، باب فضائل اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 4، ص 1883، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

## اہل بیت سے مراد کون؟

سوال: اہل بیت سے مراد کون ہیں؟

جواب: جمہور علماء کے نزدیک اہل بیت سے مراد امہات المؤمنین،

حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسین کریمین بلکہ تمام بنی ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہم (جمع) ہیں۔ فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”اس آیت کریمہ میں اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس کے بارے میں مفسرین کرام کا اختلاف ہے، امام بغوی، خازن اور بہت سے دوسرے مفسرین کے مطابق ایک جماعت جن میں صحابی رسول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین میں سے حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اس طرف گئی ہے کہ اہل بیت سے مراد ہیں اہل عبا یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور دوسری جماعت جس میں صحابی رسول حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ جو تابعی ہیں ان کا موقف یہ ہے کہ اہل بیت سے

امہات المؤمنین مراد ہیں، اس لیے کہ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ﴾ سے ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا﴾ تک مسلسل سات آیتیں امہات المؤمنین سے متعلق ہیں تو بیچ میں ایسا کلام کیسے آجائے گا جو ان سے متعلق نہ ہو۔

جو لوگ کہ اہل بیت سے اہل عبا یعنی پنجتن پاک مراد لیتے ہیں وہ دوسری جماعت کو جواب دیتے ہیں کہ یہ جملہ معترضہ کے طور پر آیا ہے جو کلام عرب میں عام ہے اور کہتے ہیں کہ متعدد صحیح طریقوں سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس حال میں تشریف لائے کہ ان کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمہ زہراء اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے اور ہر ایک ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کا شانہ اقدس میں تشریف لائے، حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمہ زہراء کو قریب کیا اور اپنے سامنے بٹھایا اور حسنین کریمین کو ایک ایک ران پر بٹھایا، پھر ان پر اپنی چادر مبارک لپیٹی اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ ترجمہ: اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے رجس (ناپاکی) دور کرے اہل بیت رسول اور تمہیں پاک کرے، خوب پاک۔

اور ایک روایت میں یوں ہے ((اللهم هؤلاء اهل بيتي فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا)) یعنی یا الہی! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ہر ناپاکی دور فرما اور انہیں پاک کر کے خوب صاف ستھرا کر دے۔۔۔ بہر حال اہل بیت سے امہات المؤمنین مراد لینے والے اور پنجتن مراد لینے والے دونوں گروہ کے پاس دلائل ہیں۔ لہذا جمہور علمائے امت نے فرمایا کہ آیت مبارکہ میں اہل بیت سے امہات المؤمنین اور پنجتن پاک دونوں مراد ہیں اور یہ انہوں نے اس لیے فرمایا تا کہ سارے



دلائل پر عمل ہو جائے۔ (خطبات معجم، ص 222 تا 224، شبیر برادرز، لاہور)

صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”خلاصہ یہ کہ دولت سرائے اقدس کے سکونت رکھنے والے اس آیت میں داخل ہیں کیونکہ وہی اس کے مخاطب ہیں چونکہ اہل بیت نسب کا مراد ہونا مخفی تھا اس لئے آں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فعل مبارک سے بیان فرمادیا کہ مراد اہل بیت سے عام ہیں۔ خواہ بیت مسکن کے اہل ہوں جیسے کہ ازواج یا بیت نسب کے اہل بنی ہاشم و مطلب۔ (سوانح کربلا، ص 82، مکتبہ المدینہ، کراچی)

## فصل سوم: فضائل صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

### میرے بھائی اور صاحب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا، لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ، وَلَكِنْ أَخِي وَصَاحِبِي)) ترجمہ: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بناتا لیکن وہ تو میرے بھائی اور صاحب ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا، ج 5، ص 4، دار طوق النجاة)

### نائب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((أَتَتْ امْرَأَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ، قَالَتْ: أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ؟ كَأَنَّهُمَا تَقُولُ: الْمَوْتُ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ لَمْ تُجِدْنِي فَاَتِي أَبَا بَكْرٍ)) ترجمہ: ایک عورت نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو آپ نے اسے حکم فرمایا کہ پھر آنا، اس نے عرض کیا: آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں، گویا کہ وہ آپ کے وصال کے بارے میں عرض کر رہی تھی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابو بکر کے پاس آنا۔

(صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا، ج 5، ص 5، دار طوق النجاة)

### سب صحابہ سے زیادہ علم والے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ وَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ خَيْرَ عِبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا

وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَأَخْتَارَ ذَلِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللَّهِ قَالَ: فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ، فَعَجَبْنَا لِبُكَائِهِ: أَنْ يُخْبِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخِيرُ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمُنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَمَنِ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبَا بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مَتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ، وَلَكِنْ أَخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّةٌ لَا يَبْقَيْنَ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سَدَّ إِلَّا بَابَ أَبِي بَكْرٍ (ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور اس چیز کے بارے اختیار دیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو اس بندے نے اسے اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، راوی کہتے ہیں کہ (یہ سن کر) حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے، ہمیں ان کے رونے پر تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو ایک بندے کے بارے خبر دی ہے کہ اسے اختیار دیا گیا، پس (ہمیں بعد میں علم ہوا کہ) وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے کہ جنہیں اختیار دیا گیا اور ابو بکر ہم سب سے زیادہ علم والے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر لوگوں میں سب سے زیادہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صحبت اور مال کے ذریعے احسان کیا ہے، اور اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن اسلامی اخوت اور محبت، (اور فرمایا) مسجد میں کھلنے والے سب دروازے بند کر دیئے جائیں سوائے ابو بکر کے دروازے کے۔

(صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدوا الابواب الابواب ابی بکر، ج 5، ص 4، دار طوق النجاة)

### سب سے بہتر

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((کُنَّا خَيْرَ

بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَيْرُ أَبَا بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ  
ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ)) ترجمہ: ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے  
میں لوگوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دیا کرتے تھے تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب لوگوں  
سے بہتر قرار دیتے تھے، اس کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور پھر عثمان بن  
عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔

(صحيح بخارى، كتاب اصحاب النبي، باب فضل ابي بكر بعد النبي صلى الله عليه وسلم، ج 5،  
ص 4، دار طوق النجاة)

## میرے لئے میرے صاحب کو چھوڑ دو

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((كُنْتُ  
جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ آخِذًا بِظُرْفِ ثَوْبِهِ حَتَّى  
أَبْدَى عَنْ رُكْبَتَيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ فَسَلَّمَ  
وَقَالَ: إِنِّي كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَيْءٌ، فَأَسْرَعْتُ إِلَيْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ،  
فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَغْفِرَ لِي فَأَبَى عَلَيَّ، فَأَقْبَلْتُ إِلَيْكَ فَقَالَ: يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ  
ثَلَاثًا، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ نَدِمَ، فَأَتَى مَنْزِلَ أَبِي بَكْرٍ، فَسَأَلَ: أَأَنْتَ أَبُو بَكْرٍ؟ فَقَالُوا: لَا،  
فَأَتَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ وَجْهَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَعَّرُ،  
حَتَّى أَشْفَقَ أَبُو بَكْرٍ، فَجَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَاللَّهِ أَنَا كُنْتُ  
أَظْلَمَ، مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذِبًا،  
وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ، وَأَسَانِي بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوا لِي صَاحِبِي  
مَرَّتَيْنِ، فَلَمَّا أُوذِيَ بَعْدَهَا)) ترجمہ: میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا کہ  
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کپڑے کا کنارہ پکڑے ہوئے آئے یہاں  
تک کہ ان کا گھٹنا ظاہر ہو رہا تھا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا صاحب جھگڑ کر آیا

ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام عرض کیا اور کہا کہ بے شک مجھ میں اور عمر بن خطاب میں کچھ معاملہ ہو گیا پس میں نے ان پر جلدی کی پھر نادام ہوا اور ان سے معافی طلب کی تو انہوں نے انکار کر دیا، اب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: اللہ تجھے معاف کرے اے ابوبکر، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نادام ہوئے تو حضرت ابوبکر کے گھر پر آئے اور پوچھا کہ ابوبکر یہاں ہیں؟ گھر والوں نے جواب دیا کہ یہاں نہیں ہیں، تو وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے اور سلام عرض کیا (انہیں دیکھ کر) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہ چہرہ زیبا کا رنگ بدل گیا یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوف ہوا (کہ عمر کے حق میں کوئی سخت بات نہ فرمادیں) تو آپ اپنے گھٹنوں پر کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم میں نے ہی زیادتی کی تھی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم میں نے ہی زیادتی کی تھی، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تم لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا تو تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر نے میری تصدیق کی اور اپنی جان و مال سے میری غمخواری کی، تو کیا تم میرے لئے میرے صاحب کو چھوڑ دو گے؟ کیا تم میرے لئے میرے صاحب کو چھوڑ دو گے؟ (حضرت ابودرداء کہتے ہیں) اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی نے ملال نہ پہنچایا۔

(صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو کنت متخذاً خلیلاً، ج 5، ص 5، دار طوق النجاة)

## رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا ((أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ فَقُلْتُ: مَنْ



الرَّجَالُ؟ فَقَالَ أَبُو هَاهُ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَدَّ  
 (رَجَال) ترجمہ: آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہؓ میں  
 نے عرض کیا: مردوں میں سے کون؟ فرمایا: ان کے باپ یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ، میں نے کہا: ان کے بعد کون؟ تو فرمایا: پھر عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس کے  
 بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مرد گنائے۔

(صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو کنت متخذاً  
 خلیلاً، ج 5، ص 5، دار طوق النجاة)

## ساتوں دروازوں سے پکار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((سَمِعْتُ  
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ فِي  
 سَبِيلِ اللَّهِ دُعِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، يَا عَبْدَ اللَّهِ هَذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ  
 أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ  
 الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ  
 أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصِّيَامِ، وَبَابُ الرِّيَّانِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا عَلَى هَذَا  
 الَّذِي يُدْعَى مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ وَقَالَ: هَلْ يُدْعَى مِنْهَا كُلُّهَا أَحَدٌ  
 يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ يَا أَبَا بَكْرٍ)) ترجمہ: میں نے  
 اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کوئی راہِ خدا میں کسی شے کا ایک جوڑا  
 خرچ کرے تو اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا، اے عبد اللہ یہ بھلائی ہے،  
 پس نمازی کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور جہاد کرنے والے کو باب الجہاد سے اور  
 صدقہ دینے والے کو باب الصدقہ سے اور روزے رکھنے والے کو باب الصیام اور باب  
 الریان سے پکارا جائے گا، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اس

بات کی ضرورت تو نہیں کہ کسی کو سب دروازوں سے بلایا جائے، اور کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کسی کو جنت کے سب دروازوں سے بھی بلایا جائے گا؟ فرمایا: ہاں، اور اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھے امید ہے کہ تم انہیں میں سے ہو۔

(صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو کنت متخذاً خلیلاً، ج 5، ص 6، دار طوق النجاة)

## سب سے پہلے جنت میں داخلہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((أَمَّا أَنْتَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي)) ترجمہ: اے ابوبکر! میری امت میں سے سب سے پہلے تم داخل جنت ہو گے۔

(سنن ابی داؤد، باب فی الخلفاء، ج 4، ص 213، المكتبة العصرية، بیروت)

## خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((قُلْتُ لِأَبِي أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ عُمَرُ، وَخَشِيتُ أَنْ يَقُولَ عُثْمَانُ، قُلْتُ: ثُمَّ أَنْتَ؟ قَالَ: مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ)) ترجمہ: میں نے اپنے والدِ محترم سے عرض کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوگوں میں سے بہتر کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میں نے عرض کی: پھر کون ہے؟ فرمایا: پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اب آپ فرمائیں گے ”عثمان“، تو میں نے عرض کی: پھر آپ ہیں؟ تو فرمایا: میں تو بس مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں۔

(صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو کنت متخذاً خلیلاً، ج 5، ص 7، دار طوق النجاة)

## صدیق

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أُحُدًا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَقَالَ: اثْبُتْ أَحَدٌ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصَدِيقٌ وَشَهِيدَانِ)) ترجمہ: تحقیق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم احذ نامی پہاڑ پر چڑھے تو وہ لرزنے لگا، فرمایا: اے احد ٹھہر جا، بے شک تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔  
(صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو کنت متخذاً خلیلاً، ج 5، ص 9، دار طوق النجاة)

## میں تھا ابو بکر تھے اور عمر تھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((إِنِّي لَوَاقِفٌ فِي قَوْمٍ، فَدَعَا إِلَهُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي قَدْ وُضِعَ مِرْقَتُهُ عَلَى مَنْكَبِي، يَقُولُ: رَحِمَكَ اللَّهُ، إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ، لِأَنِّي كَثِيرٌ مِمَّا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كُنْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَفَعَلْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَأَنْطَلَقْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَهُمَا، فَالْتَفَتْتُ فَإِذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ)) ترجمہ: میں لوگوں میں کھڑا تھا، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا کی اور وہ میت کی چار پائی پہ رکھے ہوئے تھے تو ایک شخص میرے پیچھے آئے، اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی اور (حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے) فرمانے لگے: اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں دوستوں کے ساتھ کرے گا کیونکہ بارہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ”میں تھا

ابو بکر تھے اور عمر تھے، میں نے کیا اور ابو بکر و عمر نے کیا، میں چلا اور ابو بکر و عمر چلے، پس مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کو ان دونوں کے ساتھ رکھے گا، (حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں) پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ شخص علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) تھے۔

(صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو کنت متخذاً خلیلاً، ج 5، ص 9، دار طوق النجاة)

## اللہ تعالیٰ اور مومنین ابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کا انکار کرتے ہیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں ((قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ ادْعِي لِي أَبَا بَكْرٍ، أَبَاكِ وَأَخَاكِ حَتَّى أَكْتُبَ كِتَابَهُ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنَّيَ مُتَمِّنٌ وَيَقُولُ قَائِلٌ: أَنَا أَوْلَى، وَيَأْتِي اللَّهَ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض کے زمانے میں مجھ سے فرمایا: اپنے والد ابو بکر اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ کہ میں ایک دستاویز لکھ دوں، پس بے شک مجھے یہ خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کوئی کہنے والا کہے گا کہ میں زیادہ حقدار ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مومنین ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کا انکار کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، ج 4، ص 1857، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

## جنتی خوبیوں والا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ الْيَوْمَ صَائِمًا؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا،

قَالَ: فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمْ الْيَوْمَ جَنَازَةً؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا، قَالَ: فَمَنْ أَطْعَمَ مِنْكُمْ الْيَوْمَ مُسْكِينًا؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا، قَالَ: فَمَنْ عَادَ مِنْكُمْ الْيَوْمَ مَرِيضًا؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا اجْتَمَعْنَ فِي أَمْرٍ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ (ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آج تم میں سے کس نے اس حال میں صبح کی کہ روزہ دار تھا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: میں نے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج تم میں سے کس نے جنازے میں شرکت کی؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: میں نے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: میں نے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج تم میں سے کس نے مریض کی عیادت کی؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: میں نے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں بھی یہ خصلتیں جمع ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(صحیح مسلم، باب: باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، ج 4، ص 1857، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

## ابو بکر کا مال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((وَمَا نَفَعَنِي مَالٌ أَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ)) (ترجمہ: مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال نے نفع دیا۔)

(جامع الترمذی، باب مناقب ابی بکر الصدیق، ج 6، ص 50، دار الغرب الاسلامی، بیروت)



## فصل چہارم: فضائل فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

### جنت میں حضرت عمر کا محل

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((رَأَيْتُنِي دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِالرَّمِيصَاءِ، امْرَأَةٍ أَبِي طَلْحَةَ، وَسَمِعْتُ خَشْفَةً فَقُلْتُ مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ هَذَا بِلَالٌ وَرَأَيْتُ قَصْرًا بِفَنَائِهِ جَازِيَةً فَقُلْتُ لِمَنْ هَذَا؟ فَقَالَ لِعُمَرَ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَأَنْظُرَ إِلَيْهِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ فَقَالَ عُمَرُ يَا بَنِي وَامْسِي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعَلَيْكَ أَغَارٌ)) ترجمہ: میں نے (خواب میں) اپنے آپ کو دیکھا کہ جنت میں داخل ہوا ہوں، پھر اچانک میں نے ابو طلحہ کی بیوی رمیصاء کو دیکھا پھر میں نے آہٹ محسوس کی تو کہا: یہ کون ہے؟ تو کہنے والے نے کہا کہ یہ بلال ہیں، اور میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک نوجوان عورت تھی، تو میں نے کہا: یہ کس کے لئے ہے؟ تو کہا: عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے، پھر میں نے ارادہ کیا کہ اس محل میں داخل ہو جاؤں کہ اسے دیکھوں تو مجھے تمہاری غیرت یاد آگئی، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیا میں آپ پر غیرت کروں گا؟

(صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 5، ص 10، دار طوق النجاة)

### عمر فاروق کا علم

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ، شَرِبْتُ يَعْْنِي، اللَّبَنَ حَتَّى أَنْظُرَ إِلَى الرَّيِّ يَجْرِي فِي ظَفَرِي أَوْ فِي أَظْفَارِي، ثُمَّ نَاوَلْتُ عُمَرَ فَقَالُوا: فَمَا أَوْلَتْهُ؟ قَالَ: الْعِلْمُ)) ترجمہ: میں نے خواب میں دودھ پیا یہاں تک کہ اس کی رنگت کو اپنے ناخنوں میں دیکھ لیا پھر میں نے (وہ دودھ) عمر کی طرف بڑھا

دیا، صحابہ کرام نے عرض کیا: تو آپ نے کس چیز سے اس کی تعبیر کی: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم سے۔

(صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 5، ص 10، دار طوق النجاة)

## عمر نے سب کو سیراب کر دیا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((أُرِيتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَنْزَعُ بَدْلِي بِكُرَّةٍ عَلَى قَلْبِي، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنْبِي، أَوْ ذَنْبَيْنِ نَزْعًا ضَعِيفًا، وَاللَّهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاسْتَحَالَتْ غَرْبُهُ، فَلَمْ أَرِ عَبْقَرِيًّا يَفْرِي فَرِيَّهُ حَتَّى رَوَى النَّاسُ وَضَرَبُوا بِعَظْمِي)) ترجمہ: مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ میں کنویں میں سے ایک ڈول کھینچ رہا ہوں جو لکڑی کی چرخی پر لگا ہوا ہے پھر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انہوں نے ایک یا دو ڈول نکالے اور ان کے نکالنے میں کمزوری تھی اللہ انہیں بخشے۔ پھر عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو وہ ڈول بہت بڑا ہو گیا اور میں نے کسی کو ایسا جواں مرد نہ دیکھا جو اتنا کام کر سکے یہاں تک کہ ان کے نکالے ہوئے پانی سے لوگ سیراب ہو گئے اور اونٹوں کو (پانی پلا کر) لے گئے۔

(صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 5، ص 10، دار طوق النجاة)

## شیطان راستہ بدل لیتا ہے

سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِيهَآ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقَيْكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجَا قَطًّا، إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ)) ترجمہ: اے خطاب کے بیٹے! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، شیطان جب بھی تمہیں کسی راستے پر چلتا پاتا ہے تو وہ تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے پر جاتا ہے۔

(صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 5، ص 11، دار طوق النجاة)

## ہم ہمیشہ غالب رہے

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ((مَا زِلْنَا أَعِزَّةً مُنْذُ أَسْلَمَ عُمَرُ)) ترجمہ: جب سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے ہم ہمیشہ غالب رہے ہیں۔

(صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 5، ص 11، دار طوق النجاة)

## محنت اور سخاوت کرنے والے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ((مَا رَأَيْتُ أَحَدًا قَطُّ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حِينَ قُبِضَ، كَانَ أَجَدَّ وَأَجْوَدَ حَتَّى انْتَهَى مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ)) ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کسی کو اتنی محنت اور سخاوت کرنے والا نہیں دیکھا یہاں تک کہ یہ خصائل حضرت عمر بن خطاب پر ختم ہو گئے۔

(صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 5، ص 12، دار طوق النجاة)

**میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ**

## عنہما سے محبت کرتا ہوں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ السَّاعَةِ فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: وَمَاذَا أَعْدَدْتَ لَهَا. قَالَ: لَا شَيْءَ، إِلَّا أَنِّي أَحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أُحِبُّتَ. قَالَ: أَنَسٌ. فَمَا فَرَحْنَا بِشَيْءٍ، فَرَحْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أُحِبُّتَ قَالَ: أَنَسٌ. فَأَنَا أَحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحَبِيٍّ إِلَيْهِمْ، وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ)) ترجمہ: ایک شخص نے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے سوال کیا کہ کب قائم ہو

گی؟ حضور نے فرمایا: تو نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کی: کچھ نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جس سے محبت کرتے ہو اس کے ساتھ ہو گے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہمیں کسی بات پر اتنی خوشی نہ ہوئی جتنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان ”تم جس سے محبت کرتے ہو اس کے ساتھ ہو گے“ پر ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر سے محبت کرتا ہوں اور یہ امید کرتا ہوں کہ ان کی محبت کے سبب ان کے ساتھ ہوں گا اگر چہ میرے اعمال ان کے اعمال کی مثل نہیں ہیں۔

(صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 5، ص 12، دار طوق النجاة)

### لمبی قمیص والے

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ((يُنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ عُرَضُوا عَلَيَّ، وَعَلَيْهِمْ قُمْصٌ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثَّدْيَ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُونَ ذَلِكَ، وَعُرَضَ عَلَيَّ عُمَرُ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ اجْتَرَّهُ قَالُوا: فَمَا أَوْلَتْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: (الَّذِينَ)) ترجمہ: جب میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ مجھ پر پیش کئے گئے اور ان پر قمیصیں تھیں، تو ان میں سے کسی کی قمیص اس کے سینے تک تھی اور کسی کی اس سے بھی کم اور عمر مجھ پر اس حال میں پیش کئے گئے کہ اپنی (لمبی) قمیص کو گھسیٹ رہے تھے، صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے اس کی کیا تعبیر نکالی؟ فرمایا: دین۔

(صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 5، ص 12، دار طوق النجاة)

## ہاتھ تھامے ہوئے تھے

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ)) ترجمہ: ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور حال یہ تھا کہ آپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔

(صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 5، ص 13، دار طوق النجاة)

## اس امت کے محدث

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي الْأَمَمِ قَبْلَكُمْ مُحَدِّثُونَ، فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ، فَإِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهُمْ)) قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: تَفْسِيرُهُ مُحَدِّثُونَ: مُلْهَمُونَ۔ ترجمہ: تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے پس اگر میری امت میں ان سے کوئی ہوا تو عمر بن خطاب ان میں سے ہوں گے۔

ابن وہب کہتے ہیں کہ محدثوں کا مطلب ہے ملہمون یعنی جنہیں الہام کیا جائے۔

(صحیح مسلم، باب من فضائل عمر، ج 4، ص 1864، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

## دعائے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح دعا کی ((اللَّهُمَّ أَعِزِّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ يَا بَنِي جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: وَكَانَ أَحَبَّهُمَا إِلَيْهِ عُمَرُ)) ترجمہ: یا اللہ ابو جہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تجھے محبوب ہے اس کے ذریعے اسلام کو عزت و غلبہ عطا فرما، اور ان دونوں میں سے اللہ تعالیٰ کی حضرت عمر محبوب تھے۔

(جامع الترمذی، باب فی مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب، ج 6، ص 58، دار الغرب الاسلامی،



(بیروت)

## زبان حق ترجمان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان اور دل پر حق بات کو رکھا تھا۔

(جامع الترمذی، باب فی مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب، ج 6، ص 58، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## حضرت عمر کی رائے کے موافق نزول قرآن

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ((مَا نَزَلَ بِالنَّاسِ أَمْرٌ قَطُّ فَقَالُوا فِيهِ وَقَالَ فِيهِ عُمَرُ إِلَّا نَزَلَ فِيهِ الْقُرْآنُ عَلَى نَحْوِ مَا قَالَ عُمَرُ)) ترجمہ: جب بھی لوگوں کو کوئی معاملہ درپیش ہوا پھر لوگوں نے اس بارے کلام کیا اور حضرت عمر نے کلام کیا تو اس بارے میں حضرت عمر کی رائے کے موافق قرآن نازل ہوا۔

(جامع الترمذی، باب فی مناقب عمر بن الخطاب، ج 6، ص 58، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## اگر میرے بعد نبی ہوتا.....

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((لَوْ كَانَ بَنِي بَغْدَى لَكَانَ عُمَرُ بَنَ الْخَطَّابِ)) ترجمہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے۔

(جامع الترمذی، باب فی مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب، ج 6، ص 60، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## شیطان بھاگتے ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رسول نے ارشاد فرمایا ((إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى شَيَاطِينِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ قَدْ فَرَّوْا مِنْ عُمَرَ)) ترجمہ: میں دیکھتی ہوں کہ شیاطین جن و انس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھاگتے ہیں۔

(جامع الترمذی، باب فی مناقب عمر بن الخطاب، ج 6، ص 63، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## روز قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر اٹھیں گے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ ثُمَّ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ آتَى أَهْلَ الْبَقِيعِ فَيُحْشَرُونَ مَعِيَ، ثُمَّ أَنْتَظِرُ أَهْلَ مَكَّةَ حَتَّى أُحْشَرَ بَيْنَ الْحَرَمَيْنِ)) ترجمہ: سب سے پہلے میرے لئے زمین شق ہوگی پھر ابو بکر کیلئے، پھر عمر کے لئے، پھر اہل بقیع آئیں گے تو وہ محشر میں میرے ساتھ ہوں گے پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا حتیٰ کہ میں اہل حرمین کے درمیان اٹھوں گا۔

(جامع الترمذی، باب فی مناقب عمر بن الخطاب، ج 6، ص 63، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## جنتی مرد

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((يُظْلِمُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطْلَعَهُ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ قَالَ يُظْلِمُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطْلَعَهُ عُمَرُ)) ترجمہ: تمہارے پاس (ابھی) ایک جنتی مرد آئے گا، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، پھر فرمایا: تمہارے پاس (ابھی) ایک جنتی مرد آئے گا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔

(جامع الترمذی، باب فی مناقب عمر بن الخطاب، ج 6، ص 64، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## حضرت ابو بکر کے بعد سب سے بہتر

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ((خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ، وَخَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے افضل حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(سنن ابن ماجہ، باب فضل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 1، ص 39، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

## فصل پنجم: فضائل عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

### خریدار جنت

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ((مَنْ يَحْفِرُ بئرَ رُومَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَحَفَرَهَا عُثْمَانُ وَقَالَ مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَجَهَّزَهُ عُثْمَانُ)) ترجمہ: جو پیر رومہ کھودے گا اس کے لئے جنت ہے، تو اسے حضرت عثمان نے کھودا، اور فرمایا: جو جیش عسرة میں سامان مہیا کرے گا اسے جنت ہے، تو حضرت عثمان نے اس کے لئے سامان مہیا کیا۔

(صحیح بخاری، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 5، ص 13، مطبوعہ دار طوق النجاة)

### شیخین کے بعد حضرت عثمان کا مرتبہ ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ((كُنَّا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِأَبِي بَكْرٍ أَحَدًا، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، ثُمَّ نَتْرُكُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا نَفَاضِلُ بَيْنَهُمْ)) ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر قرار نہ دیتے تھے پھر حضرت عمر کے برابر، پھر حضرت عثمان کے برابر، پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کو چھوڑ دیتے اور ان کے درمیان کسی کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دیتے۔

(صحیح بخاری، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 5، ص 14، مطبوعہ دار طوق النجاة)

### حضرت ابن عمر کے جوابات

عثمان بن مویہ کہتے ہیں ((جَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ حَجَّ الْبَيْتَ، فَرَأَى قَوْمًا جُلُوسًا، فَقَالَ مَنْ هَؤُلَاءِ الْقَوْمُ؟ فَقَالُوا هَؤُلَاءِ قُرَيْشٌ، قَالَ: فَمَنْ

الشَّيْخُ فِيهِمْ؟ قَالُوا: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: يَا ابْنَ عُمَرَ، إِنِّي سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدَّثْتَنِي، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرُّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، قَالَ: ابْنُ عُمَرَ: تَعَالَى ابْنُ لَكْهُ أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ أُحُدٍ، فَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهُ، وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ مَرِيضَةً، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا، وَسَهْمُهُ وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرُّضْوَانِ، فَلَوْ كَانَ أَحَدٌ أَعَزَّ بِطَنٍ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبِعَثَهُ مَكَانَهُ، فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرُّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى مَكَّةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَدِي فِي يَدِ عُثْمَانَ، فَضَرَبَ بِهَا عَلَى يَدِهِ، فَقَالَ: هَذِهِ لِعُثْمَانَ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: اذْهَبْ بِهَا الْآنَ مَعَكَ، ترجمہ: اہل مصر سے ایک شخص آیا، اس نے بیت اللہ شریف کا حج کیا پھر لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ قریش ہیں، اس نے پوچھا ان میں سے بڑا کون ہے؟ لوگوں نے کہا: عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اس نے کہا: اے ابن عمر میں آپ سے چند امور کے بارے سوال کرتا ہوں آپ مجھے بیان فرمائیے (تو اس نے کہا) کیا آپ جانتے ہیں کہ عثمان احد کے روز بھاگ گئے تھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اس نے کہا: آپ جانتے ہیں کہ وہ بدر میں غائب تھے اور حاضر نہیں ہوئے تھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اس نے کہا: آپ جانتے ہیں کہ وہ بیعت رضوان میں بھی غائب تھے اور حاضر نہیں ہوئے تھے؟ آپ نے کہا: ہاں، اس نے کہا: ”اللہ اکبر“ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: میں تمہیں ان چیزوں کے



بارے بتاتا ہوں، بہر حال احد کے روز ان کا بھاگنا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور ان کی بخشش فرمادی، اور بدر میں وہ اس لئے غائب تھے کہ ان کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی (حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تھیں اور وہ بیمار تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ بے شک تمہارے لئے بدر میں حاضر ہونے والوں کے برابر اجر ہے اور ان کے جتنا حصہ، اور ان کا بیعت رضوان میں حاضر نہ ہونا تو پس اگر اہل مکہ کے نزدیک حضرت عثمان سے زیادہ عزت والا کوئی ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عثمان کی جگہ اس کو بھیجتے پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو بھیجا اور بیعت رضوان آپ کے اہل مکہ کی طرف جانے کے بعد ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کے بارے فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے پھر اسے اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا کہ یہ عثمان کی طرف سے ہے، پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے فرمایا: اب ان جوابات کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔

(صحیح بخاری، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 5، ص 15، مطبوعہ دار طوق النجاة)

## فرشتے بھی ان سے خیا کرتے ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتی ہیں ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعًا فِي بَيْتِي، كَاشِفًا عَنْ سَاقِيهِ، فَاسْتَأْذَنَ أَبُو بَكْرٍ فَأَذِنَ لَهُ، وَهُوَ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ فَتَحَدَّثَهُ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ، فَأَذِنَ لَهُ، وَهُوَ كَذَلِكَ فَتَحَدَّثَهُ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُثْمَانُ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَوَى ثِيَابِهِ فَدَخَلَ فَتَحَدَّثَهُ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ عَائِشَةُ: دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ تَهْتَشْ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ، ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَلَمْ تَهْتَشْ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ، ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ فَجَلَسَتْ

وَسَوَّيْتُ ثِيَابَكَ فَقَالَ: أَلَا أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں اس حال میں لیٹے ہوئے تھے کہ آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی اور آپ اسی حالت پر (لیٹے) رہے اور ان سے گفتگو کی، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی اور آپ اسی حالت پر (لیٹے) رہے اور ان سے گفتگو کی، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو درست کیا پھر حضرت عثمان داخل ہوئے تو آپ نے ان سے گفتگو کی، پس جب وہ چلے گئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: ابو بکر داخل ہوئے تو آپ نے ان کا کوئی خیال نہ کیا اور کچھ پرواہ نہ کی، پھر عمر داخل ہوئے تو آپ نے ان کی بھی کچھ پرواہ نہ کی، پھر عثمان داخل ہوئے تو آپ بیٹھے اور اپنے کپڑوں کو درست کیا (اس کی کیا وجہ ہے؟) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم، باب من فضائل عثمان بن عفان، ج 4، ص 1866، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

### جنت مین رفیق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيقٌ وَرَفِيقِي، يَعْنِي فِي الْجَنَّةِ - عُمَانُ)) ترجمہ: ہر نبی کے لئے ایک رفیق ہے اور میرا رفیق یعنی جنت میں عثمان ہے۔

(جامع الترمذی، باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 6، ص 65، دار الغرب

الاسلامی، بیروت)

## عثمان اس کے بعد جو بھی عمل کرے اسے کچھ ضرور نصیب

حضرت عبدالرحمن بن خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحُثُّ عَلَى جَيْشِ الْعُسْرَةِ فَقَامَ عُمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَى مِائَةِ بَعِيرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ خَصَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَى مِائَتَا بَعِيرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ خَصَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ بَعِيرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عَنِ الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ: مَا عَلَى عُمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هَذِهِ مَا عَلَى عُمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هَذِهِ)) ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا دریاں حالیکہ آپ جیش عسرة پر (خرچ کرنے کے بارے) ترغیب دلا رہے تھے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایک سواونٹ بمع ساز و سامان راہ خدا میں پیش کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس لشکر پر (خرچ کرنے کے بارے) ابھارا تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں دو سواونٹ بمع ساز و سامان راہ خدا میں پیش کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس لشکر پر (خرچ کرنے کے بارے) ابھارا تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تین سواونٹ بمع ساز و سامان راہ خدا میں پیش کروں گا، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ یہ فرماتے ہوئے منبر سے اتر رہے تھے

”عثمان اس کے بعد جو بھی عمل کرے اسے کچھ ضرر نہیں، عثمان اس کے بعد جو بھی عمل کرے اسے کچھ ضرر نہیں۔“

(جامع الترمذی، باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 6، ص 66، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## بیعت رضوان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْعَةِ الرِّضْوَانِ كَانَ عُمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ قَالَ: فَبَايَعَ النَّاسَ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عُمَانًا فِي حَاجَةِ اللَّهِ وَحَاجَةِ رَسُولِهِ فَضْرَبَ بِأُحْدَى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى، فَكَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَانٍ خَيْرًا مِنْ أَيْدِيهِمْ لِأَنْفُسِهِمْ)) ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیعت رضوان کا حکم دیا گیا تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اہل مکہ کی طرف بھیجے گئے تھے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک عثمان اللہ اور اس کے رسول کے کام میں ہیں، پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ (حضرت عثمان کی طرف سے) دوسرے ہاتھ پر رکھا، تو لوگوں کا اپنی جانب سے اپنا اپنا ہاتھ رکھنے سے بہتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عثمان کی طرف سے ہاتھ رکھنا تھا۔

(جامع الترمذی، باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 6، ص 67، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

ثمامہ بن حزن قشیری سے روایت ہے، کہتے ہیں ((شَهِدْتُ الدَّارَ حِينَ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ عُمَانُ، فَقَالَ: ائْتُونِي بِصَاحِبَيْكُمُ الَّذِينَ أَلْبَاكُمُ عَلَيَّ. قَالَ:



فَجِئَ بِهِمَا فَكَأَنَّهُمَا جَمَلَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا حِمَارَانِ قَالَ: فَأَشْرَفَ عَلَيْهِمُ  
 عُثْمَانُ فَقَالَ: أَنْشِدُكُمْ بِاللَّهِ وَالْإِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَنَزَلَ قَدِيمَ الْمَدِينَةِ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ يَسْتَعَذِبُ غَيْرَ بئرِ رُومَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَنَزَلَ: مَنْ يَشْتَرِي بئرَ رُومَةَ فَيَجْعَلَ دَلْوَهُ مَعَ دَلَاءِ الْمُسْلِمِينَ بِخَيْرٍ لَهُ  
 مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ؟ فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلُبِ مَالِي فَأَنْتُمْ الْيَوْمَ تَمْنَعُونِي أَنْ أَشْرَبَ  
 مِنْهَا حَتَّى أَشْرَبَ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ. قَالُوا: اللَّهُمَّ نَعَمْ، فَقَالَ: أَنْشِدُكُمْ بِاللَّهِ  
 وَالْإِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ الْمَسْجِدَ ضَاقَ بِأَهْلِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَنَزَلَ:  
 مَنْ يَشْتَرِي بُقْعَةً أَلْ فَلَانٍ فَيَزِيدُهَا فِي الْمَسْجِدِ بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ؟  
 فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلُبِ مَالِي فَأَنْتُمْ الْيَوْمَ تَمْنَعُونِي أَنْ أَصَلِّيَ فِيهَا رَكْعَتَيْنِ؟  
 قَالُوا: اللَّهُمَّ نَعَمْ. قَالَ: أَنْشِدُكُمْ بِاللَّهِ وَالْإِسْلَامِ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنِّي جَهَّزْتُ  
 جَيْشَ الْعُسْرَةِ مِنْ مَالِي؟ قَالُوا: اللَّهُمَّ نَعَمْ. ثُمَّ قَالَ: أَنْشِدُكُمْ بِاللَّهِ  
 وَالْإِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَنَزَلَ كَانَ عَلَى ثَبِيرٍ مَكَّةَ  
 وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَنَا فَتَحَرَّكَ الْجَبَلُ حَتَّى تَسَاقَطَتْ حِجَارَتُهُ بِالْحَضِيضِ  
 قَالَ: فَرَكَضَهُ بِرَجْلِهِ وَقَالَ: اسْكُنْ ثَبِيرٌ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ  
 وَشَهِيدَانِ؟ قَالُوا: اللَّهُمَّ نَعَمْ. قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ شَهِدُوا لِي وَرَبُّ الْكَعْبَةِ أَنِّي  
 شَهِيدٌ (ثَلَاثًا)) ترجمہ: میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دولتانے پر حاضر ہوا  
 اس وقت آپ چھت سے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرما رہے تھے کہ اپنے دوستا تھیوں  
 کو بلاؤ جنہوں نے تمہیں میرے خلاف جمع کیا ہے انہیں لایا گیا گویا کہ دو اونٹ یا  
 گدھے ہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھت پر سے ان کی طرف متوجہ ہو کر  
 فرمانے لگے میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول  
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں بئر رومہ کے سوا کہیں بیٹھا پانی



نہیں تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو بیزار و مہ خریدے اور اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول کے ساتھ کر دے (یعنی اسے وقف کر دے) اس کے بدلے جنت میں اسے اس سے بہتر چیز ملے گی۔ تو میں نے اسے اپنے ذاتی مال سے خریدا اور آج تم نے مجھے اس کا پانی پینے سے روک دیا ہے یہاں تک کہ میں سمندر کا پانی پیتا ہوں انہوں نے کہا: بار خدایا ہاں، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ مسجد نمازیوں پر تنگ ہو گئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کون ہے جو آل فلاں کی زمین خریدے اور مسجد میں وسعت کرے جنت میں اس سے بہتر چیز کے بدلے، تو میں نے اپنے ذاتی مال سے اسے خریدا اور تم نے مجھے اس میں دو رکعت نماز پڑھنے سے روک دیا ہے، انہوں نے کہا: بار خدایا ہاں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں نے جیش عسرة اپنے مال سے سامان مہیا کیا، انہوں نے کہا: بار خدایا ہاں، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں شبیر پر تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور میں آپ کے ساتھ تھے تو پہاڑ لرز نے لگا یہاں تک کہ اس کے پتھر نیچے گرنے لگے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہاڑ پر اپنی ایڑی مار کر فرمایا: بٹھہر جا اے شبیر! تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں، انہوں نے کہا: بار خدایا ہاں، آپ نے فرمایا: اللہ اکبر انہوں نے میرے حق میں گواہی دی اور رب کعبہ کی قسم میں شہید ہوں، یہ بات تین بار فرمائی۔

(جامع الترمذی، باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 6، ص 68، دارالغفر -

الاسلامی، بیروت)

## فتنہ کے روزیہ شخص ہدایت پر ہوگا

کعب بن عجرہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً فَقَرَّبَهَا، فَمَرَّ رَجُلٌ مَقْدَمُ رَأْسِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذَا يَوْمٌ مَنِيذٌ عَلَى الْهُدَى فَوَثِّبْتُ، فَأَخَذْتُ بِضَبْعِي عُمَانَ، ثُمَّ اسْتَقْبَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: هَذَا؟ قَالَ: هَذَا)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا کہ وہ قریب آگیا ہے، پھر ایک شخص اپنا سر لیٹے ہوئے گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص اس دن ہدایت پر ہوگا تو میں اٹھا اور حضرت عثمان کو دونوں پہلوؤں سے پکڑ لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور عرض کی: کیا یہی وہ شخص ہے؟ فرمایا: ہاں یہی ہے۔

(سنن ابن ماجہ، باب فضل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 1، ص 41، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ نہ پڑھا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ رَجُلٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا رَأَيْتُكَ تَرَكْتَ الصَّلَاةَ عَلَى أَحَدٍ قَبْلَ هَذَا؟ قَالَ: إِنَّهُ كَانَ يَبْغِضُ عُمَانَ فَأَبْغَضَهُ اللَّهُ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک مرد کا جنازہ لایا گیا کہ آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں لیکن آپ نے اس پر نماز نہ پڑھی تو آپ سے عرض کی گئی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج سے پہلے ہم نے کبھی نہ دیکھا کہ آپ نے کسی پر نماز پڑھنے کو ترک فرمایا ہو، (آج ایسا کیا ہوا؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شخص عثمان سے بغض رکھتا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اسے ناپسند فرمایا۔

(جامع الترمذی، باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 6، ص 71، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## اللہ تعالیٰ نے تمہارا نکاح کر دیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ عُمَانَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: يَا عُمَانُ هَذَا جَبْرِيلُ أَخْبَرَنِي أَنَّ اللَّهَ قَدْ زَوَّجَكَ أُمَّ كَلْثُومَ بِمِثْلِ صَدَاقِ رُقِيَّةَ عَلَى مِثْلِ صُحْبَتِهَا)) ترجمہ: بے شک نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ مسجد کے قریب حضرت عثمان سے ملے تو آپ نے فرمایا: اے عثمان! یہ جبریل ہیں انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نکاح رقیہ کے برابر مہر کے بدلے ام کلثوم سے کر دیا ہے اسی کے مثل رفاقت پر۔

(سنن ابن ماجہ، باب فضل عثمان، ج 1، ص 40، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

## عثمان کو بلاؤ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں ((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ: وَدِدْتُ أَنَّ عِنْدِي بَعْضَ أَصْحَابِي قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا نَدْعُوكَ أَبَا بَكْرٍ؟ فَسَكَتَ قُلْنَا: أَلَا نَدْعُوكَ لَكَ عُمَرَ؟ فَسَكَتَ قُلْنَا: أَلَا نَدْعُوكَ عُمَانَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَجَاءَ، فَخَلَا بِهِ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكَلِّمُهُ وَوَجْهَهُ عُمَانُ يَتَغَيَّرُ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض میں فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میرے بعض اصحاب میرے پاس ہوں، ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ کے لئے ابو بکر کو نہ بلا لیں؟ تو آپ خاموش رہے، ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ کے لئے عمر کو نہ بلا لیں؟ آپ خاموش رہے، ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ کے لئے عثمان کو نہ بلا لیں؟ فرمایا: ہاں، پھر حضرت عثمان آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خلوت میں گفتگو فرمائی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ متغیر تھا۔

(سنن ابن ماجہ، باب فضل عثمان، ج 1، ص 42، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

## فصل ششم: فضائل علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (الکری)

**تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا ((أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ)) ترجمہ: تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

(صحیح بخاری، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 5، ص 18، مطبوعہ دارطوق النجاة)

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے راضی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ((تَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اس حال میں ہوا کہ آپ حضرت علی سے راضی تھے۔

(صحیح بخاری، باب مناقب علی بن ابی طالب، ج 5، ص 18، مطبوعہ دارطوق النجاة)

## جہنم اور فتح

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوہ خیبر میں) فرمایا ((لَأُعْطِينَ الرَّايَةَ عَدَا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ، قَالَ: فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُنَّ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا، فَقَالَ: أَيُّنَ عَلِيٍّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالُوا: يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَأَرْسَلُوا إِلَيْهِ فَأَتُونِي بِهِ، فَلَمَّا جَاءَ بَصُقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ، فَبَرَأَ حَتَّى كَانَ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ، فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: أَنْفَذُ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَأَخْبِرُهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللَّهِ فِيهِ، فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ



أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ)) ترجمہ: کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا کہ جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح دے گا، آپ کہتے ہیں لوگوں نے وہ رات اس بارے میں غور کرتے گزاری کہ وہ جھنڈا کسے عطا ہوگا جب صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ان میں سے ہر کوئی یہ چاہتا تھا کہ جھنڈا اسے دیا جائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ان کی آنکھوں میں درد ہے، فرمایا: ان کی طرف کسی کو بھیجو اور انہیں میرے پاس لاؤ، پس جب وہ آئے تو نبی کریم ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب و ہن مبارک لگایا اور ان کے لئے دعا کی، تو وہ ایسے تندرست ہو گئے جیسے ان کی آنکھوں میں درد تھا ہی نہیں، پھر آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا تو حضرت علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ان سے لڑتا رہوں گا یہاں تک کہ وہ ہماری مثل (مومن) ہو جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح جاؤ یہاں تک کہ ان کے صحن میں اتر و پھر تم انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اور انہیں بتاؤ جو ان پر اس بارے اللہ تعالیٰ کا حق واجب ہے، پس اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

(صحیح بخاری، باب مناقب علی بن ابی طالب، ج 5، ص 18، مطبوعہ دار طوق النجاة)

## مجھ سے اس منزلہ میں ہو جیسے ہارون

### موسیٰ سے تمہے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((خَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَخْلِفُنِي فِي النَّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ؟ فَقَالَ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي



بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي)) ترجمہ: غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیچھے چھوڑ گئے تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات پہ راضی نہیں کہ مجھ سے اس منزلہ میں ہو جیسے ہارون موسیٰ سے تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(صحیح مسلم، باب من فضائل علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 4، ص 1870، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

### علی مولیٰ

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((مَنْ كُنْتُ مَوْلَاَهُ فَعَلَيْ مَوْلَاةٍ)) ترجمہ: جس کا میں مولیٰ ہوں علی اس کے مولیٰ ہیں۔

(جامع الترمذی، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ج 6، ص 74، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

### مومن اور منافق

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((لَا يُحِبُّ عَلِيًّا مَنَافِقٌ وَلَا يَبْغِضُهُ مُؤْمِنٌ)) ترجمہ: نہ کوئی منافق حضرت علی سے محبت کرے گا اور نہ کوئی مومن ان سے بغض رکھے گا۔

(جامع الترمذی، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ج 6، ص 78، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

### منافقین کی پہچان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ((إِنْ كُنَّا لَنَعْرِفُ الْمُنَافِقِينَ نَحْنُ مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ يَبْغِضُهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ)) ترجمہ: ہم گروہ انصار منافقین کو علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغض سے پہچانتے تھے۔

(جامع الترمذی، باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 6، ص 78، دار الغرب

(الاسلامی، بیروت)

## محبت کا حکم

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي بِحُبِّ أَرْبَعَةٍ وَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ يُحِبُّهُمْ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمُّهُمْ لَنَّهُ قَالَ: عَلِيُّ مِنْهُمْ، يَقُولُ ذَلِكَ ثَلَاثًا وَأَبُو ذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ، وَسَلْمَانَ أَمَرَنِي بِحُبِّهِمْ، وَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ يُحِبُّهُمْ)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے چار اشخاص سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے، عرض کی گئی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے نام بتائیے، فرمایا: ان میں سے ایک علی ہیں، کہا باقی تین یہ ہیں: ابو ذر، مقداد اور سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے محبت کا حکم دیا اور بتایا ہے کہ وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔

(جامع الترمذی، باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 6، ص 79، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخِيَّتُ بَيْنَ أَصْحَابِكَ وَلَمْ تُؤَاخِرْ بَيْنِي وَبَيْنَ أَحَدٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے درمیان مواخات فرمائی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اپنے صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

(جامع الترمذی، باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 6، ص 80، دار الغرب

## اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَيْرٌ فَقَالَ: اللَّهُمَّ ائْتِنِي بِأَحَبِّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ يَأْكُلُ مَعِيَ هَذَا الطَّيْرَ فَجَاءَ عَلِيٌّ فَأَكَلَ مَعَهُ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پرندہ تھا تو آپ نے دعا کی: یا اللہ! مجھے تو اپنی مخلوق میں سب سے پسندیدہ بندے کو میرے پاس لاکہ میرے ساتھ اس پرندے کو کھائے پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھایا۔

(جامع الترمذی، باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 6، ص 81، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## بحالت جنابت مسجد میں آنا

ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا ((يَا عَلِيُّ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ يُجْنِبُ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرِي وَغَيْرِكَ)) ترجمہ: اے علی میرے اور تمہارے سوا کسی کو اس مسجد میں جنابت کی حالت میں آنا حلال نہیں۔

(جامع الترمذی، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ج 6، ص 86، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## سب کے دروازے بند سوائے....

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَرَ بِسَدِّ الْأَبْوَابِ إِلَّا بَابَ عَلِيٍّ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسجد میں کھلنے والے) سب دروازوں کے بند کروینے کا حکم دیا سوائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے کے۔

(جامع الترمذی، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ج 6، ص 90، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## روز قیامت میرے ساتھ میرے درجے میں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَخَذَ بَیْدِیْ حَسَنٍ وَحُسَیْنٍ فَقَالَ: مَنْ اَحَبَّنِیْ وَاَحَبَّ هَذَیْنِ وَاَبَاھُمَا وَاُمَّھُمَا کَانَ مَعِیْ فِی دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جو مجھ سے محبت کرے اور ان سے اور ان کے ماں باپ سے محبت کرے روز قیامت میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔

(جامع الترمذی، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ج 6، ص 90، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## علی کو دیکھنے سے پہلے مجھے موت نہ دینا

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں ((بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جِیْشًا فِیْھُمْ عَلِیٌّ، قَالَتْ: فَسَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یَدِیْہِ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْنِیْ حَتّٰی تُرِیْنِیْ عَلِیًّا)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو ایک لشکر میں بھیجا، حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے یہ دعا کر رہے تھے ”یا اللہ عز و جل علی کو دیکھنے سے پہلے مجھے موت نہ دینا۔“

(جامع الترمذی، باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 6، ص 94، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## دعائے حبیب علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((اَلَسْتُ اَوَّلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰی، قَالَ: اَلَسْتُ اَوَّلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِہِ؟ قَالُوْا: بَلٰی، قَالَ: فَھٰذَا وَلِیُّ مَنْ

أَنَا مَوْلَاكَ اللَّهُمَّ. وَال مَنْ وَالَاكَ اللَّهُمَّ عَادِ مِنْ عَادَاكَ) ترجمہ: کیا میں مومنین کا ان کی جانوں سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوٰۃ نے عرض کی: کیوں نہیں۔ فرمایا: کیا میں ہر مومن کا اس کی جان سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوٰۃ نے عرض کی: کیوں نہیں۔ فرمایا: پس جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی مولا ہے، یا اللہ عز و جل جو اس سے محبت کرے اس سے محبت فرما اور جو اس سے عداوت کرے اسے دشمن رکھ۔

(سنن ابن ماجہ، فضل علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 1، ص 43، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

## ان کا باپ ان سے بہتر ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَأَبُوهُمَا خَيْرٌ مِنْهُمَا)) ترجمہ: حسن و حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ان کے والد ان دونوں سے بہتر ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، فضل علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 1، ص 44، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)



## فصل ہفتم: فضائل خاتون جنت

فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

### جنتی عورتوں کی سردار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ

الْجَنَّةِ)) ترجمہ: فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔

(صحیح بخاری، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 5، ص 20، دار طوق النجاة)

### جگر کا ٹکڑا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي، فَمَنْ أَعْضَبَهَا أَغْضَبَنِي)) ترجمہ: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے غصہ دلایا اس نے مجھے غضبناک کیا۔

(صحیح بخاری، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 5، ص 21، دار طوق النجاة)

### سب سے پہلے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں ((دَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ ابْنَتَهُ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي قُبِضَ فِيهَا فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ، ثُمَّ دَعَاَهَا فَسَارَّهَا فَضَحِكَتْ، قَالَتْ: فَسَأَلْتُهَا عَنْ ذَلِكَ فَقَالَتْ: سَأَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ يَقْبِضُ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوَفِّي فِيهِ فَبَكَيتُ، ثُمَّ سَأَلَنِي فَأَخْبَرَنِي، أَنِّي أَوَّلُ أَهْلِ بَيْتِهِ أَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا پس آپ نے ان سے کچھ سرگوشی کی تو وہ رونے لگیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور ان سے سرگوشی کی تو وہ ہنسنے لگیں، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں میں نے ان سے اس

بارے میں سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے سرگوشی فرمائی تو اس بات کی خبر دی کہ آپ اس تکلیف (مرض) میں مبتلا ہیں جس میں آپ کا وصال ہوگا تو میں رونے لگی پھر مجھ سے سرگوشی فرمائی تو خبر دی کہ ان کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں ان کے پیچھے آؤں گی (یعنی آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میری وفات ہوگی) تو میں ہنس پڑی۔

(صحیح بخاری، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 5، ص 21، دار طوق النجاة)

### سب سے زیادہ محبوب

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((كَانَ أَحَبَّ النِّسَاءِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ فَاطِمَةُ وَمِنْ الرِّجَالِ عَلِيُّ قَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ: يَعْنِي مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ)) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ محبوب تھے۔ ابراہیم بن سعید کہتے ہیں یعنی اہل بیت میں سب سے زیادہ یہ محبوب تھے۔

(جامع ترمذی، باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 6، ص 181، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

### رسول اللہ ﷺ کا کھڑے ہو جانا

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں ((مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمْتًا وَدَلًّا وَهَدًيًا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي قِيَامِهَا وَقُعُودِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ)) قَالَتْ: وَكَانَتْ إِذَا دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَامَ إِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا)) ترجمہ: میں نے عادات و اطوار اور اٹھنے بیٹھنے میں کسی کو حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ رسول اللہ

ﷺ کے مشابہ نہیں دیکھا، سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: اور جب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ہاں داخل ہوتیں تو آپ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے، ان کا بوسہ لیتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے اور جب رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ کے ہاں داخل ہوتے تو آپ حضور ﷺ کے لئے کھڑی ہو جاتیں، ان کا بوسہ لیتیں اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

(جامع ترمذی، باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 6، ص 183، دار الغرب

الاسلامی، بیروت)

## فصل ہشتم: فضائل ام المؤمنین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

### جبریل علیہ السلام کا سلام

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَا يَأِيَّاءَ عَائِشَ، هَذَا جِبْرِيلُ يَقْرِيكَ السَّلَامَ فَقُلْتُ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ تَرَى مَا لَا أَرَى)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! یہ جبریل تمہیں سلام کر رہے ہیں، تو میں نے کہا: اور ان پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت و برکات ہوں آپ وہ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔

(صحیح بخاری، باب فضل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج 5، ص 29، دار طوق النجاة)

### جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ، كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ)) ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیگر عورتوں پر ایسے ہی فضیلت ہے جیسے ثرید کو باقی کھانوں پر۔

(صحیح بخاری، باب فضل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج 5، ص 29، دار طوق النجاة)

حضرت ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمَّا كَانَ فِي مَرَضِهِ، جَعَلَ يَدُورُ فِي نِسَائِهِ، وَيَقُولُ: أَيُّنَ أَنَا غَدًا؟ أَيُّنَ أَنَا غَدًا؟ حِرْصًا عَلَى بَيْتِ عَائِشَةَ قَالَتْ: عَائِشَةُ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي سَكَنَ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنے مرض کے ایام میں تھے تو اپنی بیویوں کے ہاں باری باری دورہ کرتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کی

طرف رغبت کرتے ہوئے فرماتے: کل میں کہاں ہوں گا؟ کل میں کہاں ہوں  
 گھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں پس جب میری باری تھی تو آپ صلی اللہ علیہ  
 وسلم ٹھہرے رہے۔

(صحیح بخاری، باب فضل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج 5، ص 30، دار طوق النجاة)

## مجھے عائشہ کے معاملے میں ایذا مت دو

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے  
 ارشاد فرمایا ((يَا أُمَّ سَلَمَةَ لَا تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ فَإِنَّهُ وَاللَّهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ  
 وَأَنَا فِي لِحَافٍ امْرَأَةٍ مِنْكُمْ غَيْرَهَا)) ترجمہ: اے ام سلمہ مجھے عائشہ کے معاملے  
 میں ایذا مت دو، اللہ کی قسم عائشہ کے سوا تم میں سے کسی عورت کے لِحاف میں مجھ پر  
 وحی نازل نہیں ہوتی۔

(صحیح بخاری، باب فضل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج 5، ص 30، دار طوق النجاة)

## خواب میں

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی  
 ہیں: ((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُرِيْتُكَ فِي الْمَنَامِ ثَلَاثَ لَيَالٍ، جَاءَنِي بِكَ  
 الْمَلَكُ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ، فَيَقُولُ: هَذِهِ امْرَأَتُكَ فَأَكْشِفُ عَنْ وَجْهِكَ فَإِذَا  
 أَنْتِ هِيَ، فَأَقُولُ: إِنَّ يَكُ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ يُمْضِيهِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تین راتوں تک مجھے خواب میں دکھائی گئیں، ایک فرشتہ ریشم  
 کے کپڑے میں تمہیں میرے پاس لایا اور کہا: یہ آپ کی بیوی ہے تو میں میں نے  
 تمہارے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو تم ہی تھیں، تو میں کہا: اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف  
 سے ہے تو وہ اسے پورا فرمائے گا۔

(صحیح مسلم، باب فی فضل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج 4، ص 1889، دار احیاء التراث)



## محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب عزوجل کی قسم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں ((قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأَعْلَمُ إِذَا كُنْتُ عَنِّي رَاضِيَةً وَإِذَا كُنْتُ عَلَى غَضَبِي قَالَتْ فَقُلْتُ: وَمِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذَلِكَ؟ قَالَ: أَمَّا إِذَا كُنْتُ عَنِّي رَاضِيَةً فَإِنَّكَ تَقُولِينَ: لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَإِذَا كُنْتُ غَضَبِي، قُلْتُ: لَا، وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ - قَالَتْ قُلْتُ: أَجَلُ، وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَهْجُرُ إِلَّا اسْمَكَ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا بے شک میں جان لیتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب خفا ہوتی ہو، حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے عرض کی: آپ اسے کیسے پہچان لیتے ہیں؟ فرمایا: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو ”محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رب کی قسم“ اور جب مجھ سے خفا ہوتی ہو تو کہتی ہو ”ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم“ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے عرض کی: جی ہاں اور یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں (اس وقت) صرف آپ کا نام ہی ترک کرتی ہوں۔

(صحیح مسلم، باب فی فضل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج 4، ص 1890، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

## عائشہ سے محبت کر

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا ((أَيُّ بَنِيهِ أَلَسْتَ تُحِبِّينَ مَا أَحَبُّ؟ فَقَالَتْ: بَلَى، قَالَ فَأَحِبِّي هَذِهِ)) ترجمہ: اے بیٹی! کیا تو اس سے محبت نہیں کرے گی جس نے میں محبت کرتا ہوں، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ ارشاد فرمایا: تو پھر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت کر۔

(صحیح مسلم، باب فی فضل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج 4، ص 1891، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(العربی، بیروت)

## دنیا و آخرت میں زوجہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں (( اِنَّ جِبْرِيلَ، جَاءَ بِصُورَتِهَا فِي خِرْقَةٍ حَرِيرٍ خَضِرَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: هَذِهِ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ )) ترجمہ: بے شک حضرت جبریل علیہ السلام سبز رنگ کا ریشمی لباس پہنے ہوئے میری صورت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یہ دنیا و آخرت میں آپ کی زوجہ ہے۔

(جامع ترمذی، باب من فضل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج 6، ص 187، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (( اِنِّي لَا اَعْلَمُ اَنَّهَا زَوْجَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ )) ترجمہ: بے شک میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دنیا و آخرت میں زوجہ ہیں۔

(صحيح بخاری، باب فضل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج 5، ص 29، دار طوق النجاة)

## علم حدیث

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں (( مَا اَشْكَلْ عَلَيْنَا اَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثُ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا )) ترجمہ: ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کسی حدیث میں مشکل پیش آتی اور پھر ہم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کرتے تو ان کے پاس اس کا علم پالیتے۔

(حاج ترمذی، باب من فضل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج 6، ص 188، دار الغرب

## فصاحت

حضرت موسیٰ بن طلحہ فرماتے ہیں ((مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ)) ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا۔

(جامع ترمذی، باب من فضل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج 6، ص 188، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## سب سے زیادہ محبوب کون؟

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی ((يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ. قُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ: أَبُو هَارٍ)) ترجمہ: آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ، میں نے عرض کیا: مردوں میں سے کون؟ فرمایا: ان کے باپ یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(جامع ترمذی، باب من فضل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج 6، ص 189، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## فصل نہم: فضائل حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

### رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معانقہ فرمایا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((عَانَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معانقہ فرمایا۔

(صحیح بخاری، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 5، ص 26، مطبوعه دار طوق النجاة)

### میرا یہ بیٹا سردار ہے

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ((سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ إِلَى جَنْبِهِ، يَنْظُرُ إِلَى النَّاسِ مَرَّةً وَإِلَيْهِ مَرَّةً وَيَقُولُ: ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر جلوہ فرما تھے اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے تو کبھی حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف، اس حال میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرا یہ بیٹا (حسن) سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔

(صحیح بخاری، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 5، ص 26، مطبوعه دار طوق النجاة)

### یا اللہ عزوجل ان سے محبت فرما

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((أَنَّه كَانَ يَأْخُذُهُ وَالْحَسَنُ وَيَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ یا اللہ عزوجل ان سے محبت فرما۔

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں (اسامہ بن زید کو) اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پکڑ لیتے اور دعا کرتے: یا اللہ جڑوں میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی انہیں محبوب بنا لے۔

(صحیح بخاری، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 5، ص 26، مطبوعہ دار طوق النجاة)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَى عَاتِقِهِ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ)) ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے کندھے پر سوار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے تھے: یا اللہ جڑوں میں یہ میرا محبوب ہے پس تو بھی اسے اپنا محبوب بنا لے۔

(صحیح بخاری، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 5، ص 26، مطبوعہ دار طوق النجاة)

### شبیبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں ((كَانَ أَشْبَهُهُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: آپ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

(صحیح بخاری، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 5، ص 26، مطبوعہ دار طوق النجاة)

عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ((رَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَحَمَلَ الْحَسَنَ وَهُوَ يَقُولُ يَا أَيُّ شَبِيهِ النَّبِيِّ، لَيْسَ شَبِيهِ بَعْلِي وَعَلَى يَضْحَكُ)) ترجمہ: میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا آپ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھائے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے میرے والد قداہوں یہ نبی مکرم صلی اللہ



علیہ وسلم کے مشابہ ہیں علی کے مشابہ نہیں ہیں، اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وجمہ (الکرم) انس رہے تھے۔

(صحیح بخاری، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 5، ص 26، مطبوعہ دار طوق النجاة)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ((لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ)) ترجمہ: کوئی شخص حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں تھا۔

(صحیح بخاری، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 5، ص 26، مطبوعہ دار طوق النجاة)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((الْحَسَنُ أَشْبَهُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ إِلَى الرَّأْسِ، وَالْحُسَيْنُ أَشْبَهُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ)) ترجمہ: حسن سینے سے سر تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں اور حسین اس سے نیچے والے حصہ میں۔

(جامع الترمذی، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 6، ص 126، دار الغرب الاسلامی بیروت)

ایک سینے تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک  
حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیا نور کا  
صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں  
خط تو آم میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

(حدائق بخشش)

**یا اللہ جبریل اس کے محبوبوں کو بھی محبوب بنا لے**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دہلے نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یوں دعا کی ((اللہم انی  
أَحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ)) ترجمہ: یا اللہ عزوجل میں اس سے محبت کرتا ہوں پس  
تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے اسے ابھی اپنا محبوب بنا لے۔

(صحیح مسلم، باب فضائل الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 4، ص 1882، دار احیاء  
التراث العربی، بیروت)

## میرے پھول

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((هُمَا رِيحَانَتَانِ مِنَ الدُّنْيَا)) ترجمہ: یہ دونوں دنیا میں میرے  
پھول ہیں۔

(صحیح بخاری، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 5، ص 27، مطبوعہ  
دار طوق النجاة)

## اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں  
((سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ أَهْلِ بَيْتِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْحَسَنُ  
وَالْحُسَيْنُ. وَكَانَ يَقُولُ لِفَاطِمَةَ ادْعِي لِي ابْنَيْ، فَيُشْمُهُمَا وَيَضُمُّهُمَا إِلَيَّ))  
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو آپ کے اہل بیت میں سب  
سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: حسن و حسین، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کرتے کہ میرے بیٹوں کو بلاؤ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان  
دونوں کو سونگھتے اور اپنے ساتھ چمٹا لیتے۔

(جامع الترمذی، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 6، ص 121، دار  
الغرب الاسلامی، بیروت)

## اپنے نبی کے گھر والو.....

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں ((خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مَرَحَلٌ، مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ، فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ «إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا»)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت اس حال میں نکلے کہ آپ نے چادر اوڑھی ہوئی تھی جس پر سیاہ رنگ سے کجاووں کے نقوش بنے ہوئے تھے، پس حضرت حسن بن علی آئے اور اس میں داخل ہو گئے پھر حسین آئے اور اس میں داخل ہو گئے، پھر فاطمہ الزہراء آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اس میں داخل کر لیا، پھر علی المرتضیٰ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اس میں داخل کر لیا اور پھر قرآن عظیم کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ”اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔“

(صحیح مسلم، باب فضائل الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 4، ص 1883، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

## جنتی جوانوں کے سردار

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ)) ترجمہ: حسن و حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

(جامع الترمذی، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 6، ص 117، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

### شہادتِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سلمیٰ کہتی ہیں ((دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ وَهِيَ تَبْكِي، فَقُلْتُ: مَا يُبْكِيكِ؟ قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي فِي الْمَنَامِ، وَعَلَى رَأْسِهِ وَلَحِيَّتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ: مَا لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ (أَنفًا)) ترجمہ: میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئی تو وہ رو رہی تھیں، میں نے کہا: آپ کو کس بات نے رلایا، کہنے لگیں میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ کے سر اور داڑھی مبارک میں مٹی ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کی کیا حالت ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ابھی ابھی حسین کی قتل گاہ سے آ رہا ہوں۔

(جامع الترمذی، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 6، ص 120، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

### رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لے آئے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْتُرَانِ، فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ اللَّهُ ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ نَظَرْتُ إِلَى هَذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْتُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک حضرت حسن و حسین صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں آئے کہ دونوں سرخ رنگ کی قمیضیں پہنے چل رہے تھے اور پھسل جاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے انہیں اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھالیا پھر فرمایا حق فرمایا اللہ تعالیٰ نے

﴿بے شک تمہارے مال اور اولاد آزمائش ہیں﴾ میں نے ان دونوں بچوں کو چلتے اور پھسلتے دیکھا تو صبر نہ کیا یہاں تک کہ میں نے اپنی بات کو قطع کیا اور انہیں اٹھا لیا۔

(جامع الترمذی، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ج 6، ص 122، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں

حضرت یعلیٰ بن مرہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، أَحَبُّ إِلَهِ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا)) ترجمہ: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، جو حسین سے محبت کرے اللہ تعالیٰ اسے محبوب بنا لیتا ہے۔

(جامع الترمذی، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ج 6، ص 122، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## سوار بھی کتنا عمدہ ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَامِلَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَى عَاتِقِهِ فَقَالَ رَجُلٌ: نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا غُلَامُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَ الرَّكَّابُ هُوَ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا تو ایک شخص نے کہا: اے لڑکے! تمہاری سواری کتنی عمدہ ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اور یہ سوار بھی کتنا عمدہ ہے۔

(جامع الترمذی، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ج 6، ص 129، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نجباء، رفقاء اور رقباء

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے



ہیں ((إِنَّ كُلَّ نَبِيٍّ أُعْطِيَ سَبْعَةَ نَجَبَاءَ رُقَبَاءَ أَوْ رُقَبَاءَ وَأُعْطِيَتْ أَنَا أَرْبَعَةٌ عَشَرَ، قُلْنَا مَنْ هُمْ؟ قَالَ أَنَا وَابْنَايَ، وَجَعْفَرٌ، وَحَمْزَةُ، وَأَبُو بَكْرٌ، وَعُمَرُ، وَمُصْعَبُ بْنُ عَمِيرٍ، وَبِلَالٌ، وَسَلْمَانُ، وَعِمَارٌ، وَالْمِقْدَادُ، وَحَذِيفَةُ)) ترجمہ: بے شک ہر نبی کو سات نجباء یا رفقاء عطا کئے جاتے ہیں اور مجھے چودہ (14) عطا کئے گئے ہیں، ہم نے حضرت علی سے پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ فرمایا: میں، میرے دونوں بیٹے، جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، مقداد اور حذیفہ۔

(جامع الترمذی، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 6، ص 130، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

## محبتِ حسنین محبتِ رسول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((مَنْ أَحَبَّ الْحَسْنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي)) ترجمہ: جس نے حسن اور حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی۔

(سنن ابن ماجہ، باب فضل الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 1، ص 51، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

## محبتِ حسین محبوبِ خدا

یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((أَلَهُمْ خَرَجُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى طَعَامٍ دُعُوا لَهُ، فَإِذَا حُسَيْنٌ يَلْعَبُ فِي السَّكَّةِ قَالَ: فَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَامَ الْقَوْمِ، وَبَسَطَ يَدَيْهِ، فَجَعَلَ الْغُلَامُ يَفْرُ هَاهُنَا وَهَاهُنَا، وَيُضَاحِكُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَخَذَهُ فَجَعَلَ أَحَدَى يَدَيْهِ تَحْتَ ذُقْبِهِ، وَالْأُخْرَى فِي فَأْسٍ رَأْسَهُ فَقَبَلَهُ وَقَالَ: حُسَيْنٌ مِنِّي، وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ،

أَحَبَّ اللَّهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنَهُ، حُسَيْنٌ سَبَطُ مِنَ الْأَسْبَاطِ)) ترجمہ: صحابہ کرام علیہم  
 (الرضوان) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت کے لئے نکلے کہ جہاں انہیں بلایا  
 گیا تھا تو (دیکھا کہ) حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ گلی میں کھیل رہے تھے، پس رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے آگے بڑھے اور اپنے ہاتھوں کو پھیلا لیا پھر یہ لڑکا بھی اس  
 طرف بھاگتا تو کبھی اس طرف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے صُحک فرماتے حتیٰ  
 کہ آپ نے اسے پکڑ لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ اس کی تھوڑی  
 کے نیچے رکھا اور دوسرا اس کے سر کی ہڈی پر اور اسے چوم لیا اور فرمایا حسین مجھ سے ہے  
 اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے محبت کرے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے حسین  
 ایک نسل نبوت کی اصل ہے۔

(سنن ابن ماجہ، باب فضل الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 1، ص 51، دار احیاء  
 الکتب العربیہ، بیروت)

### جن سے تمہاری صلح ان سے میری صلح

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صلی اللہ علیہ وسلم لِعَلِيٍّ، وَفَاطِمَةَ، وَالْحَسَنِ، وَالْحُسَيْنِ، أَنَا سَلِمٌ لِمَنْ سَأَلْتُمُ،  
 وَحَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمُ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت  
 فاطمہ اور حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم (جمعین) سے ارشاد فرمایا: میری ان سے صلح ہے  
 جن سے تم نے صلح کی اور میری ان سے جنگ ہے جن سے تم نے جنگ کی۔

(سنن ابن ماجہ، باب فضل الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، ج 1، ص 52، دار احیاء الکتب  
 العربیہ، بیروت)

## فصل دہم: فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

### ہادی بھی اور مہدی بھی

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا فرمائی ((اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا وَاهْدِيْهِ)) ترجمہ: یا اللہ! جو خدا سے ہادی و مہدی بنا اور اس کے ذریعے سے (لوگوں کو) ہدایت عطا فرما۔

(جامع الترمذی، باب مناقب معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ج 6، ص 169، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

### سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاتب

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین گزارشات کیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبول فرمایا، ان میں سے ایک یہ تھی، عرض کیا ((وَمُعَاوِيَةُ تَجْعَلُهُ كَاتِبًا بَيْنَ يَدَيْكَ قَالَ نَعَمْ)) ترجمہ: (میرے بیٹے) معاویہ کو اپنا کاتب بنالیں، فرمایا: جی ہاں۔

(صحیح مسلم، باب من فضائل ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 4، ص 1945، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

### رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا ((دَعَا فَبَإْنَهُ قَدْ صَحِبَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: معاویہ کے بارے میں کچھ نہ کہو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

(صحیح البخاری، باب ذکر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 5، ص 28، مطبوعہ دار طوق النجاة)

## امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقیہ صحابی

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا ((أَصَابَهُ إِنَّهُ فَقِيهٌ)) ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کیا درست کیا کیونکہ وہ فقیہ ہیں۔

(صحیح البخاری، باب ذکر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج 5، ص 28، مطبوعہ دار طوق النجاة)

## امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہدایت یافتہ

ابو اوریس خولانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ((لَمَّا عَزَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عُمَيْرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ حِمَصَ وَلَّى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ النَّاسُ: عَزَلَ عُمَيْرًا وَلَّى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ عُمَيْرٌ: لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: (اللَّهُمَّ اهْدِنِي سَبِيلَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ لِّكَ مِنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعْدٍ)) ترجمہ: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو والی حمص مقرر کیا تو لوگ کہنے لگے کہ عمیر کو معزول کر دیا اور معاویہ کو والی بنا دیا ہے، تو حضرت عمیر نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر خیر ہی سے کرو کیونکہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے سنا ہے: یا اللہ عزوجل معاویہ کے ذریعے سے (لوگوں کو) ہدایت عطا فرما۔

(جامع الترمذی، باب مناقب معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ج 6، ص 169، دار الغرب

الاسلامی، بیروت)

## حساب کتاب سکھا اور عذاب سے بچا

حضرت عرابض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے یوں دعا کی ((اللَّهُمَّ عَلِّمْ

مُعَاوِيَةُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ)) ترجمہ: یا اللہ! حذر مجھ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتاب و حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، حدیث العرباض بن ساریہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 28، ص 383، مؤسسة الرسالة، بیروت)

## ان سے زیادہ علم والا ہم میں کوئی نہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا: ((لیس احد منا اعلم من معاویہ)) ترجمہ: ہم میں سے کوئی بھی معاویہ سے زیادہ علم والا نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق، باب کم التورۃ، ج 3، ص 20، المكتبة الاسلامی، بیروت)

## ان جیسا سردار نہ دیکھا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((ما رأیت احدا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفتح اسود من معاویہ)) ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا سردار نہیں دیکھا۔

(المعجم الكبير، المطلب بن عبد الله بن حنطب عن ابن عمر، ج 12، ص 387، رقم 13432، مكتبة ابن تيمية، القاهرة)

## اگر تم ان کو دیکھتے

حضرت امام مجاہد بن زبیر کی تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((لو رأیت معاویة لقلت: هذا المهدی)) اگر تم حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ مہدی ہیں۔ (السنة، ذکر عبد الرحمن معاویہ، ج 2، ص 438، رقم 669، دار الراية، ریاض)

## دعائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے حق میں یوں دعا فرمائی کہ (اللهم علمه الكتاب ومكن له في البلاد وقه العذاب) ترجمہ: اے



اللہ اس کو کتاب کا علم عطا فرما اور اسے شہروں پر فتح عطا فرما اور اسے عذاب سے بچا۔

(البدایہ والنہایہ، ترجمہ معاویہ، ج 11، ص 406، دار ہجر للطباعة والنشر، مجمع الزوائد، باب ما جاء فی معاویہ ج 9، ص 594، دار الفکر، بیروت)۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((یا معاویہ: ان ملکک فأحسن)) ترجمہ: اے معاویہ (رضی اللہ عنہ) حکومت ملے تو لوگوں سے اچھا سلوک کرنا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر من حدیث الامراء، ج 6، ص 207، مکتبۃ الرشید ریاض، البدایہ والنہایہ، ترجمہ معاویہ، ج 11، ص 413، دار ہجر للطباعة والنشر)

## اگر تمہیں خلافت دی جائے تو

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں ((لَمَّا كَانَ يَوْمٌ أُمُّ حَبِيبَةَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَقَّ الْبَابَ دَاقًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: انْظُرُوا مَنْ هَذَا. قَالُوا: مُعَاوِيَةُ. قَالَ: ائْذِنُوا لَهُ. فَدَخَلَ وَعَلَى أُذُنِهِ قَلَمٌ لَمْ يَخْطُ بِهِ. فَقَالَ: مَا هَذَا الْقَلَمُ عَلَى أُذُنِكَ يَا مُعَاوِيَةُ؟ قَالَ: قَلَمٌ أَعَدَدْتُهُ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ. فَقَالَ: جَزَاكَ اللَّهُ عَنْ نَبِيِّكَ خَيْرًا وَاللَّهِ مَا اسْتَكْتَبْتُكَ إِلَّا بِوَحْيٍ مِنَ اللَّهِ وَمَا أَفْعَلُ مِنْ صَغِيرَةٍ وَلَا كَبِيرَةٍ إِلَّا بِوَحْيٍ مِنَ اللَّهِ. كَيْفَ بِكَ لَوْ قَمَصَكَ اللَّهُ قَمِصًا؟ "يَعْنِي الْخِلَافَةَ. فَقَامَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ فَجَلَسَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَإِنَّ اللَّهَ مُقَمِّصُهُ قَمِصًا؟" قَالَ: نَعَمْ، وَلَكِنْ فِيهِ هَنَاتٌ وَهَنَاتٌ وَهَنَاتٌ. "فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَادْعُ اللَّهَ لَهُ. فَقَالَ: اللَّهُمَّ اهْدِهِ بِالْهُدَى، وَجَنِّبْهُ الرَّدَى، وَاعْفِرْ لَهُ فِي الْأَخِرَةِ وَالْأُولَى)) ترجمہ: ایک روز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت ام حبیبہ کے ہاں تشریف فرما تھے کسی نے

دروازے پر دستک دی تو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل خانہ سے فرمایا: دیکھو کون ہے، انہوں نے بتایا کہ حضرت معاویہ ہیں فرمایا انہیں آنے دو پس جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو انکے کانوں میں قلم لگا ہوا تھا جس سے ابھی تک لکھا نہیں گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ قلم کیسا ہے عرض کیا کہ یہ میں نے اللہ اور اس کے رسول (کے احکامات لکھنے) کے لئے تیار کر رکھا ہے حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے نبی کی طرف سے تمہیں بہترین جزا عطا فرمائے خدا کی قسم میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کی وحی لکھنے کے لئے ہی کاتب بنایا ہے، میں چھوٹا، بڑا کوئی بھی کام اللہ کی وحی کے بغیر نہیں کرتا، اے معاویہ اگر تمہیں خلافت عطا کی جائے تو کیا خیال ہے؟ حضرت ام حبیبہ کھڑی ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آ کر بیٹھ گئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلافت بھی اللہ کی طرف سے ہوگی؟ فرمایا: ہاں لیکن اس میں پریشانیاں ہوں گی، ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ ان کے لئے دعا فرمائیے: تو آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو ہدایت یافتہ بنا اور اسے پریشانیوں سے دور رکھ اور دنیا آخرت میں اس کی مغفرت فرما۔ (البدایہ والنہایہ، ترجمہ معاویہ، ج 11، ص 403، دار ہجر للطباعة والنشر)

## کبھی مغلوب نہیں ہوں گے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((لن یغلب معاویۃ)) ترجمہ: معاویہ کبھی مغلوب نہ ہوں گے۔

(شرح شفاء للفقاری، فصل فی اجابة دعاء، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 1، ص 662، دارالکتب العلمیہ بیروت)

جب یہ روایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی تو فرمایا ((لو علمت لما حاربته)) ترجمہ: اگر مجھے پہلے علم ہوتا تو میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کبھی جنگ

نہ کرتا۔

(شرح شفاء للقراری، فصل فی اجابة دعاءہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 1، ص 662، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

## افضل کون؟

عبدالرحمن بن عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا ((مُعَاوِیَۃٌ خَیْرٌ اَوْ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیزِ؟)) ترجمہ: حضرت معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز؟ تو حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ((تُبْرَابُ دَخَلَ فِیْ اَنْفِ مُعَاوِیَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰهِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمٍ اَوْ اَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیزِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جو خاک حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناک میں داخل ہوئی وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہے۔

(الشریعة الاجزی، باب ذکر تواضع معاویہ فی خلافتہ، ج 5، ص 2466، دارالوطن، ریاض سعودیہ)

## گستاخ معاویہ جہنمی کتا

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”من کان یطعن فی معویۃ فذاک کلب من کلاب الهاویۃ“ ترجمہ: جو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء، ج 3، ص 430، مرکز اہلسنت، گجرات، ہند)

## ماخذ ومراجع

### تفسیر

الكتاب: روح البيان، المؤلف: إسماعيل حقی بن مصطفى الإستانبولی الحنفی الخلوئی (المتوفى 1127ھ، مكتبة القدس، كوثه

### كتب الحديث وشروح الحديث

الكتاب: المصنف لعبد الرزاق، المؤلف: أبو بكر عبد الرزاق بن همام بن نافع الجمیری الیمانی الصنعانی (المتوفى 211ھ، المحقق: حبيب الرحمن الأعظمی، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت

الكتاب: الكتاب المصنف فی الأحادیث والآثار لابن ابی شیبہ، المؤلف: أبو بكر بن أبی شیبہ، عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستی العبسی (المتوفى 235ھ، المحقق: كمال يوسف الحوت، الناشر: مكتبة الرشد - الرياض

الكتاب: بسند الإمام أحمد بن حنبل، المؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن یلال بن أسد الشیبانی (المتوفى 241ھ، المحقق: شعيب الأرناؤوط - عادل مرشد، وآخرون، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت

الكتاب: صحيح البخاري، المؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبد الله البخاري الجعفي (المتوفى 256ھ)، المحقق: محمد زهير بن ناصر الناشر: دار طوق النجاة

الكتاب: صحيح مسلم، المؤلف: مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى 261ھ، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

الكتاب: سنن ابن ماجه، المؤلف: ابن ماجه أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، (المتوفى 273ھ، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي الناشر: دار إحياء الكتب العربية، بيروت)

الكتاب: سنن أبي داود، المؤلف: أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السجستاني (المتوفى 275ھ، المحقق: محمد محي الدين عبد الحميد، الناشر: المكتبة العصرية، صيدا - بيروت

الكتاب: سنن الترمذي، المؤلف: محمد بن عيسى بن سورة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى 279ھ، مصطفى البابي، مصر)

الكتاب: مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار، المؤلف: أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق بن خلد بن عبيد الله العتكي المعروف بالبزار (المتوفى 292هـ)، المحقق: بحفوظ الرحمن زين الله، الناشر: مكتبة العلوم والحكم - المدينة المنورة

الكتاب: السنن الكبرى، المؤلف: أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى 303هـ)، المحقق: حسن عبد المنعم شلبي، الناشر: مؤسسة الرسالة - بيروت

الكتاب: مسند أبي يعلى، المؤلف: أبو يعلى أحمد بن علي بن الجثنى بن يحيى بن عيسى بن هلال التميمي، الموضلي (المتوفى 307هـ)، المحقق: حسين سليم أسد، الناشر: دار المأمون للتراث - دمشق

الكتاب: المعجم الأوسط، المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى 360هـ)، المحقق: طارق بن عوض الله بن محمد، عبد المحسن بن إبراهيم الخسني، الناشر: دار الحرمين - القاهرة

الكتاب: المعجم الكبير، المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى 360هـ)، المحقق: حمدي بن عبد المجيد السلفي، دار النشر: مكتبة ابن تيمية - القاهرة

الكتاب: الروض الداني (المعجم الصغير)، المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى 360هـ)، المحقق: محمد شكور محمود الحاج أمير، الناشر: المكتب الإسلامي، بيروت (الشريعة الآجري، المؤلف: أبو بكر محمد بن الحسين بن عبد الله الآجري البغدادي (المتوفى 360هـ)، دار الوطن، الرياض سعوديه)

(المستدرک علی الصحیحین، امام ابو عبد الله محمد بن عبد الله حاكم نيشاپوري متوفى 405هـ، دار الكتب العلمية، بيروت)

الكتاب: حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، المؤلف: أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (المتوفى 430هـ)، الناشر: دار الكتاب العربي - بيروت

الكتاب: المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، المؤلف: أبو زكريا محيي



الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى 676 هـ، الناشر: دار إحياء التراث العربى - بيروت)

الكتاب: مشكاة المصابيح، المؤلف: محمد بن عبد الله الخطيب العمري، أبو عبد الله، ولي الدين، التبريزي (المتوفى 741 هـ، المحقق: محمد ناصر الدين الألباني، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت)

مجمع الزوائد، حافظ نور الدين علي بن أبي بكر، متوفى 807 هـ، دار الفكر، بيروت)

فتح الباري شرح صحيح البخاري، المؤلف: أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي (المتوفى 852 هـ)، الناشر: مصطفى البابي، مصر) الكتاب: عمدة القاري شرح صحيح البخاري، المؤلف: أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتاني الحنفي بدر الدين الغيني (المتوفى 855 هـ، الناشر: دار إحياء التراث العربى - بيروت)

(ارشاد الساري شرح صحيح بخاري، شهاب الدين أحمد بن محمد قسطلاني متوفى 923 هـ، المطبعة الكبرى الأميرية، مصر)

الكتاب: كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، المؤلف: علاء الدين علي بن حسام الدين ابن قاضي خان القادري الشاذلي البهندي البرهانفوري ثم المدني فالمدني الشهير بالمتقي البهندي (المتوفى 975 هـ، المحقق: بكرى حياني - صفوة السقا، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت)

الكتاب: مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، المؤلف: علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروري القاري (المتوفى 1014 هـ)، الناشر: دار الفكر، بيروت)

(اشعة اللمعات، الشيخ عبد الحق محدث دہلوی (1052 هـ)، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، پاکستان)

### کتاب الفقہ

الجامع الوجيز (الفتاوى البزازية) - حافظ الدين محمد بن محمد بن المعروف بابن بزار متوفى 827 هـ، نوراني كتب خانہ، پشاور)

الكتاب: مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، المؤلف: إبراهيم بن محمد بن إبراهيم الخليلي الحنفي (المتوفى 956 هـ، المحقق: خرح آياته وأحاديثه خليل

عمران المنصور، الناشر : دار احیاء التراث العربی، بیروت

(حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق، علامہ احمد بن محمد شلبی، متوفی

1021ھ، المطبعة الكبرى الاميرية، مصر)

(مأثبات بالسنة، الشيخ عبدالحق محدث دہلوی (1052ھ)، دار الاشاعت

، کراچی)

(مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، المؤلف : حسن بن عمار بن علی

الشرنبلالی المصری الحنفی (المتوفی 1069ھ)، نور محمد کارخانہ تجارت

کتب، کراچی)

(الدر المختار، محمد بن علی المعروف بعلاء الدین حصکفی متوفی 1088ھ

، مطبع مجتبائی، دہلی)

الكتاب : رد المحتار علی الدر المختار، المؤلف : ابن عابدین، محمد أمين بن

عمر بن عبد العزيز عابدین الدمشقی الحنفی (المتوفی 1252ھ)، الناشر : دار

الفکر - بیروت

(فتاوی رضویہ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (المتوفی 1340ھ)،

رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(بہار شریعت، علامہ مفتی امجد علی اعظمی (المتوفی 1367ھ)، مکتبہ

المدينة، کراچی)

(فتاوی مصطفویہ، ابوالبرکات مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفی رضا

خان (المتوفی 1402ھ)، برکاتی پبلشرز کراچی)

(فتاوی فیض الرسول، مولانا مفتی جلال الدین امجدی متوفی 1422ھ،

شیر برادرز، لاہور)

### متفرق

(الفقه الاکبر، المفاضلة بين الصحابة، امام اعظم ابوحنيفه نعمان بن ثابت

متوفی 150ھ، مکتبہ الفرقان، الامارات العربیہ)

الكتاب : الطبقات الكبرى، القسم المتمم لتابعی اهل المدينة ومن

بعدهم، المؤلف : أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء،

البصري، البغدادی المعروف بابن سعد (المتوفی 230ھ)، المحقق : زياد

محمد منصور، الناشر : بیروت)

(تاریخ طبری مترجم، امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ، مطبوعہ نفیس اکیڈمی)

الكتاب: صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، المؤلف: محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن معبد، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البستي (المتوفى 354ھ، مؤسسة الرسالة، بيروت)

الكتاب: دلائل النبوة، المؤلف: أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرو جردى السخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى 458ھ، المحقق: د. عبد المعطي قلعجي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت)

الكتاب: تاريخ بغداد، المؤلف: أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي (المتوفى 463ھ، المحقق: الدكتور بشار عواد معروف، الناشر: دار الغرب الإسلامي، بيروت)

الكتاب: الفردوس بمأثور الخطاب، المؤلف: شيرويه بن شهر دار بن شيرويه بن فنا خسرو، أبو شجاع الديلمي الهمداني (المتوفى 509ھ، المحقق: السعيد بن بسيوني زغلول، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت)

الكتاب: الترغيب والترهيب، المؤلف: إسماعيل بن محمد بن الفضل بن علي القرشي الطليحي التيمي الأصبهاني، أبو القاسم، الملقب بقوام السنة (المتوفى 535ھ، المحقق: أيمن بن صالح بن شعبان، الناشر: دار الحديث - القاهرة)

(روض الانف، المؤلف: أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى 581ھ، دار احياء التراث العربي، بيروت)

(السيرة النبوية، المؤلف: عبد الله بن يوسف بن أحمد بن عبد الله ابن يوسف، أبو محمد، جمال الدين، ابن هشام (المتوفى 761ھ، دار الفكر، بيروت)

الكتاب: البداية والنهاية، المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى 774ھ، المحقق: علي شيري، الناشر: دار احياء التراث العربي، بيروت)

الكتاب: الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة، المؤلف: أحمد بن محمد بن علي بن حجر الهيتمي السعدي الأنصاري، شهاب الدين شيخ الإسلام، أبو العباس (المتوفى 974ھ، المحقق: عبد الرحمن بن عبد الله



- الترکی - کامل محمد الخراط، الناشر: مؤسسة الرسالة - لبنان
- الكتاب: كشف الاستار عن زوائد البزار، المؤلف: نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي (المتوفى 807هـ)، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت
- (الاصابة في تمييز الصحابة، المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى 852هـ)، دار صادر، بيروت)
- (تاريخ الخلفاء، يزيد بن معاوية، امام جلال الدين بن ابی بکر سیوطی متوفی 911هـ، مکتبه نزار مصطفى الباز)
- (وفاء الوفاء، سبب نعمة يزيد بن معاوية، المؤلف: علي بن عبد الله بن أحمد الحسني الشافعي، نور الدين أبو الحسن السمرهودي (المتوفى 911هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت)
- (اليواقيت والجواهر، عبد الوهاب بن أحمد بن علي بن أحمد شعرائي متوفى 973هـ)
- (منح الروض الأزهر، شيخ علي بن سلطان المعروف بملا علي قاري متوفى 1014هـ، كراچی)
- (شرح فقه اكبر، شيخ علي بن سلطان المعروف بملا علي قاري متوفى 1014هـ)
- (مكتوبات امام رباني، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی متوفى 1034هـ)
- (نسیم الرياض شرح الشفاء، شهاب الدين احمد بن محمد بن عمر خفاجي متوفى 1069هـ، مركز اہلسنت، گجرات، ہند)
- الكتاب: شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، المؤلف: أبو عبد الله محمد بن عبد الباقي بن يوسف بن أحمد بن شهاب الدين بن محمد الزرقاني المالكي (المتوفى 1122هـ)، دار المعرفة، بيروت)
- الكتاب: كشف الخفاء ومزيل الإلباس، المؤلف: إسماعيل بن محمد بن عبد الهادي الجراحي العجلوني الدمشقي، أبو الفداء (المتوفى 1162هـ)، الناشر: المكتبة العصرية
- (نبراس على شرح العقائد، علامہ محمد عبد العزيز قرطباري متوفى 1239هـ)
- (احسن الوعاء، رئيس المتكلمين مولانا تقي علي خان بن علي رضا متوفى

(1297ھ)

(مطلع القمرین، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (المتوفی 1340ھ، مکتبہ بہار شریعت، لاہور)۔

(حدائق بخشش، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (المتوفی 1340ھ)۔

(سوانح کربلا، صدرالافاضل نعیم الدین مراد آبادی (1367ھ) مکتبہ المدینہ، کراچی)

(اسلامی زندگی، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ، مکتبہ المدینہ، کراچی)

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ابوالبرکات مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ رضا خان (المتوفی 1402ھ)۔

(خطبات محرم، مولا نامفتی جلال الدین امجدی متوفی 1422ھ، شبیر برادر، لاہور)

(اتحاد السادة المتقين، دارالفکر، بیروت)

(فتاویٰ عزیزی (مترجم)، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

(جامع الرموز شرح نقایة للقمہستانی، مکتبہ اسلامیہ قاموس، ایران) (سر الشہادتین)

(تاریخ یعقوبی، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی و فرهنگی، ایران)

(کشف الاسرار، مطبوعہ انتشارات آزادی، ایران)

(مجمع البیان، ابو علی فضل بن حسن طبرسی، کتاب فروشی اسلامیہ، تہران)

(الاصول من الکافی، ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی متوفی 328ھ)

(مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ، تہران)

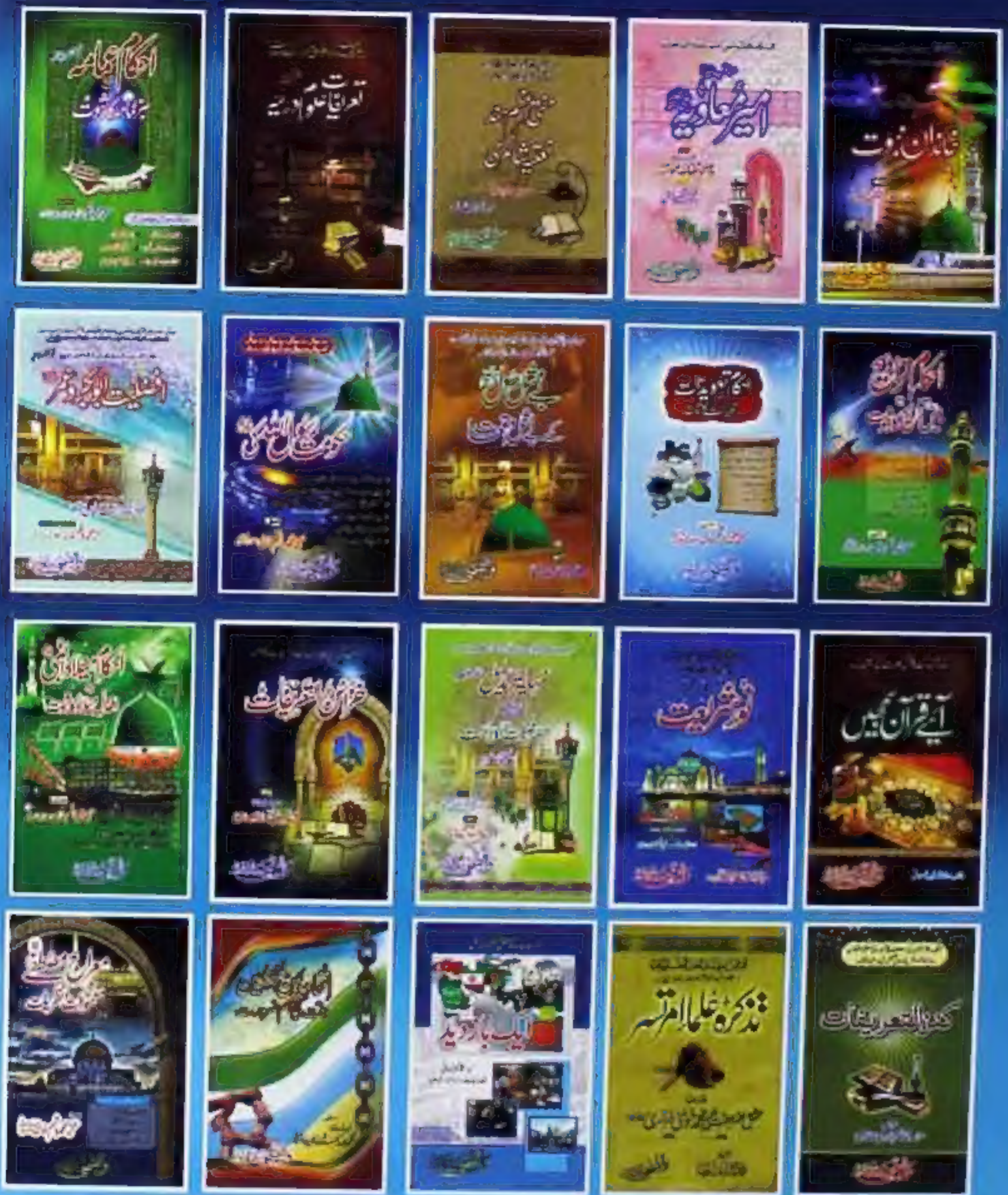
(حق الیقین ملا مجلسی، باقر مجلسی متوفی 1110ھ)

(الاستبصار، شیخ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی (المتوفی 460)، دار

الکتب الاسلامیہ، تہران)

(توضیح المسائل، روح اللہ خمینی، مطبوعہ سازمان تبلیغات)





والضحیٰ پبلیکیشنز

سٹاؤنل داتا دربار مارکیٹ لاہور

0300-7259263, 0315-4959263